محبتوں کے آسیب
گیبریل گارشیا مارکیز

گیبریل گارشیا مارکیز

ترجمہ ۔ ضیاء الحق

فکشن ہاؤس

لاہور ● حیدرآباد ● کراچی ●

Translation of
OF LOVE AND OTHER DEMONS
by
Gabriel Garcia Marcques

نام کتاب : محبتوں کے آسیب

مصنف : گیبریل گارشیا مارکیز

ترجمہ : ضیاءالحق

اہتمام : ظہور احمد خاں

ناشر : فکشن ہاؤس لاہور

کمپوزنگ : فکشن کمپوزنگ اینڈ گرافکس، لاہور

پرنٹرز : بک پیپر ہاؤس، لاہور

سرورق : ریاض ظہور

اشاعت : 2012ء

قیمت : -/200 روپے

تقسیم کنندہ:

فکشن ہاؤس: بک سٹریٹ 39- مزنگ روڈ لاہور، فون: 042-37249218-37237430

فکشن ہاؤس: 52,53 رابعہ سکوائر حیدر چوک حیدرآباد، فون: 022-2780608

فکشن ہاؤس: نوشین سنٹر، فرسٹ فلور دوکان نمبر 5 اردو بازار کراچی

● لاہور ● حیدرآباد ● کراچی

e-mail: fictionhouse2004@hotmail.com

مترجم نوٹ

بہت سے دوسرے ناولوں کی طرح مارکیز کے اس ناول کا منظر نامہ بھی ماضی سے متعلق ہے۔ ساتھ ہی اس میں سینہ بہ سینہ چلنے والے قصوں کی روائتی تشکیک بھی پائی جاتی ہے کہ جس میں حقیقت اور افسانہ میں تفریق مشکل سے مشکل تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ ناول کی مرکزی کردار سائیوا ماریہ کی حقیقت بھی انھی بھول بھلیوں میں گم ہوئی جاتی ہے۔ درحقیقت وہ والدین کی عدم توجہی کا شکار ہونے والے بچوں میں سے ایک ہے اور چونکہ اس کی پرورش حبشی افریقی غلاموں کے درمیان ہوئی اس میں ان کا رنگ ڈھنگ نمایاں ہے اور یوں وہ بہت سی خصوصیات جو ان غلاموں کے مذہبی عقائد کا نتیجہ ہیں اس میں بھی در آئی ہیں۔ والدین سے عدم لگاؤ اسے ان کے سامنے جھوٹ بول کر ایک خاص حظ اٹھانے پر اکساتا ہے اور پھر یہ رویہ وہ تمام سفید فام لوگوں کے ساتھ رکھنے لگتی ہے مگر اپنے افریقی کے ساتھ اس کا رویہ ہمیشہ دوستانہ رہا۔ مگر چونکہ عام خیال کے مطابق کتے کے کاٹنے کے نتیجے میں شیطان اس کے اندر حلول کر چکا تھا اس کے متعلق ایسی بہت سی باتیں مشہور ہو جاتی ہیں جن کا تعلق شاید اتنا خود سائیوا ماریہ سے نہ ہو کہ جتنا اس بارے میں مروجہ عام عقائد سے۔ عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہونے کی طاقت و عظمت کے اصولوں کے خلاف مختلف عوامل' پانی پر مستقبل کی جھلک نظر آنا اور مرغیوں کا اڑنا یہ سب باتیں باؤلے پن کے مریضوں میں شیطانی تجسیم کے عام عقیدے کا نتیجہ تھیں۔ وہ واحد ثبوت جس کی وضاحت شاید یہی "تجسیم" ہی ہو سکتی ہے۔ فادر ڈیلارا کے سامنے سائیوا کا وہ روپ تھا کہ جب وہ رات کے وقت اس کے پاس اس کے باپ کی طرف سے بھیجا گیا سامان کا تھیلا لایا اور جس کے بعد ڈیلارا کو بھی اس شیطانی روپ کا یقین ہو گیا۔

سائیوا کے لئے ڈیلارا کی محبت نے اسے آسیب کی طرح جکڑا تھا۔ ایک ایسا شخص جو خواتین کو دلائل کے استعمال کی ایسی ناقابل یقین صلاحیت کی حامل سمجھتا ہو کہ جو انہیں خطرناک ترین حقائق سے نبٹنے کی صلاحیت دیتی تھی۔ دراصل خواتین کے ساتھ برتاؤ کرنے میں اپنے ردعمل سے ڈرتا تھا۔ اور یہ خوف حقیقت میں ڈھل بھی

گیا۔ سائیوا کی کم سنی اس کی آزمائش اور اس کے متوقع انجام نے مل جل کر اس کے جذبہ ہمدردی کو "محبتوں کے آسیب" میں بدل ڈالا۔ اور پھر سائیوا کو ملنے والی اس محبت نے خود اسے بھی تبدیل کر ڈالا۔ اب اس کی وحشتیں اپنے انجام کے حوالے سے تھیں نہ کہ خود اذیتی کے حوالے سے۔

لیکن ناول صرف سائیوا اور ڈیلارا کے تعلق تک محدود نہیں۔ مارکیز نے ایک ماہر قصہ گو کی طرح سے کئی ایک ذیلی قصے اصل کہانی میں شامل کئے ہیں۔ ان میں سائیوا کو کتے کے کاٹنے سے لے کر اس کے والدین کے غیر مطابقت والے رشتے اس کے نتائج مارکوس کی محبت میں گرفتار ڈلسے اولیویا ڈاکٹر ایبرینتسیو برنارڈا اور اس کے محبوب جوڈاس کا تعلق ڈیلارا کے اپنے طالب علمی کے حالات یہ اور اس طرح کے دوسرے کئی ذیلی قصے اس ناول کے قاری کو جکڑ لینے کی طاقت رکھتے ہیں۔ اس سب پر مستزاد مارکیز کا طرز بیان اور طرز نگارش ہے۔ صرف مارکیز ہی اسقف کے منہ سے یہ الفاظ ادا کروا سکتا ہے کہ جو اس نے مارکوس سے کہے تھے کہ "اہم بات یہ نہیں کہ تم خدا پر ایمان کھو بیٹھے ہو بلکہ اہم بات یہ ہے کہ خدا اب بھی تم میں یقین رکھتا ہے۔" ڈیلارا کے سائیوا سے کہے ہوئے یہ الفاظ "خدا کرے تم یہ سب برتاؤ ایسے شخص کے ساتھ کرو کہ جو اسے برداشت کرنے کی سکت رکھتا ہو" "محبتوں کے آسیب" میں جکڑے کسی بھی شخص کے ہو سکتے ہیں۔

"محبتوں کے آسیب" گیبریل گارشیا مارکیز کا تازہ ترین ناول ہے۔ اس ترجمے میں میں نے حتی المقدور کوشش کی ہے کہ اس ناول کے زبان و بیان کی اصل روح کو اردو زبان میں منتقل کر سکوں۔ تاہم اس کا حتمی فیصلہ تو قارئین ہی کر سکتے ہیں۔ آخر میں میں اس ترجمے کی اشاعت کے سلسلے میں برادرم وحید الرحمٰن خان' برادرم ظہور احمد خان اور رانا عبدالرحمان کی معاونت کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ ان کے بغیر یہ ترجمہ اس قدر جلد قارئین تک نہ پہنچ پاتا۔

ضیاء الحق

یکم جولائی 1998ء

پیش لفظ

26 اکتوبر 1949ء اہم خبروں سے بھرپور دن نہ تھا۔ استاذ کلیمنٹ مینوئل زابلا نے کہ جو اس اخبار کا چیف ایڈیٹر تھا جہاں میں ـنے نامہ نگاری کی مبتدیات سیکھیں' عام سی دو تین باتوں کے بعد صبح کی میٹنگ ختم کر دی۔ اس نے کسی کے بھی ذمے کوئی مخصوص کام نہ لگایا۔ چند منٹ بعد ہی اسے ٹیلیفون پر بتایا گیا کہ سانتا کلارا کی قدیم خانقاہ کے مدفن خالی کئے جا رہے ہیں۔ کسی قسم کی ہچکچاہٹ کے بغیر اس نے مجھے کہا" وہاں چلے جاؤ اور دیکھو شاید تمہیں کوئی کام کی بات ہاتھ لگ جائے۔"

کلاریسان راہباؤں کی قدیم خانقاہ کو کہ جسے ایک صدی پیشتر ہسپتال میں تبدیل کر دیا گیا تھا' بیچا جا رہا تھا اور اس کی جگہ پر ایک اعلیٰ درجے کا ہوٹل تعمیر ہونے جا رہا تھا۔ چھت گرنے کے عمل نے اس کے ملحقہ گرجا گھر کو اس کی تمام تر خوبصورتی کے ساتھ ننگا کر دیا تھا مگر اسقفاؤ راہباؤں اور دوسری اہم شخصیات کی تین نسلیں ابھی بھی وہاں مدفون تھیں۔ پہلا مرحلہ یہی تھا کہ مدفن کے ان تہہ خانوں کو خالی کیا جائے' ان کی باقیات کو ان کے دعویداروں کے حوالے کر دیا جائے اور بقیہ کو ایک ہی قبر میں دفنا دیا جائے۔

مجھے اس تمام تر عمل کی انجام دہی میں روا ناشائستگی نے بہت حیران کیا۔ مزدور کدالوں اور کھرپوں سے ان مدفنوں کو کھولتے' ان کے گلے سڑے تابوتوں کو کہ جو محض ہلانے جلانے کے عمل میں ہی ٹوٹ کر کھل جاتے' باہر نکالتے اور ہڈیوں کو گرد و لباس کے چیتھڑوں اور خشک بالوں کے سفوف سے علیحدہ کر دیتے۔ دفن شدہ شخص جس قدر نامور ہوتا یہ کام اتنا ہی مشقت طلب ہو جاتا۔ کیونکہ مزدور کو قیمتی پتھر اور سونے چاندی کی چیزیں حاصل کرنے کے لئے اس کی باقیات کو اتھل پتھل کر کے اور ملبے کو کھنگالتے ہوئے بہت احتیاط کرنا پڑتی تھی۔

فورمین ہر کتبے پر لکھی تحریر ایک کاپی میں نقل کرتا' ہڈیوں کو علیحدہ علیحدہ ڈھیروں

کی شکل میں ترتیب دیتا اور ان کی پہچان برقرار رکھنے کے لئے ہر ڈھیر پر اس کے متعلقہ نام کا حامل کاغذ رکھ دیتا۔ اسی لئے اس معبد میں داخل ہونے پر جو پہلی چیز میں نے دیکھی وہ چھت کے سوراخوں میں سے آتی ہوئی اکتوبر کی شدید دھوپ میں نہائی ہوئی اور کاغذ کے ایک ٹکڑے پر پنسل سے لکھے نام کے سوا کسی قسم کی شناخت سے مبرا' ڈھیروں کی صورت پڑی ہڈیوں کی یہی لمبی قطار تھی۔ تقریباً نصف صدی بعد بھی میں وقت کی تباہ کن گزران کے اس خوفناک ثبوت سے اپنے اندر پیدا ہونے والی پریشانی کو محسوس کر سکتا ہوں۔

وہیں دوسرے بہت سوں کے علاوہ پیرو کا ایک وائسرائے اور اس کی محبوبہ اس علاقے کا اسقف ڈان توریبیو ڈی کاسیرس ورٹوڈز' مقدس ماں جوزفا میرانڈا سمیت اس خانقاہ کی بہت سی راہبائیں اور ماہر فن ڈان کرسٹو بل ڈی ایراسو کہ جس نے اپنی نصف عمر مدفن کی چھتوں کی تعمیر کے لئے وقف کر چھوڑی تھی' مدفون تھے۔ ایک مدفن کے پتھر پر مارکوس ڈی کا سلڈو یرو ثانی و ڈان ییناشیو ڈی الفروڈیوناس کا نام کندہ تھا مگر جب اسے کھولا گیا تو انہوں نے اسے خالی پایا۔ اسے استعمال ہی نہ کیا گیا تھا۔ تاہم اس کی مارکوئس ڈونا اولالا ڈی مینڈوزا کی باقیات ایک ملحقہ مدفن کے کندہ پتھر کے نیچے موجود تھیں۔ فورمین نے اس بات کو زیادہ اہمیت نہ دی: طبقہ امراء کے ایک امریکہ نژاد فرد کا خود سے اپنا مدفن تیار کروانا اور کسی دوسرے میں مدفن ہونا کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔

تجیر اونچی قربان گاہ کے تیسرے طاق میں اس جانب مضمر تھا جدھر انجیل مقدس رکھی جاتی تھیں۔ پتھر کدال کی پہلی ہی ضرب سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور تانبے کی سی بھرپور رنگت کے جاوداں بالوں کی ایک لہر سی مدفن سے ابل پڑی۔ فورمین نے مزدوروں کی مدد سے تمام تر بالوں کو باہر نکالنے کی کوشش کی مگر جتنا وہ انہیں باہر نکالتے اتنے ہی وہ مزید لمبے اور کثیر دکھائی دیتے حتیٰ کہ ان کے آخری سرے ایک نوجوان لڑکی کی کھوپڑی سے جڑی ہوئی حالت میں سامنے آ گئے۔ مدفن میں چند چھوٹی چھوٹی بکھری ہڈیوں کے سوا کچھ نہ بچا تھا۔ شور زدہ کتبے پر کسی قسم کے خاندانی نام کے بغیر لکھا ہوا ذاتی نام پڑھا جا سکتا تھا۔ سائیوا ماریہ ڈی ٹوڈوس لاس اینجلس۔ فرش پر پھیلی حالت میں ان شاندار بالوں کی لمبائی بائیس میٹر اور گیارہ سینٹی میٹر نکلی۔

جذبات سے عاری اس فورمین نے وضاحت کی کہ موت کے بعد بال ہر ماہ ایک سینٹی میٹر کے حساب سے بڑھتے ہیں اور یہ کہ بائیس میٹر بال دو سو برس کے حساب سے ایک اچھی اوسط ہے۔ تاہم میں اسے کوئی معمولی بات نہ سمجھتا تھا۔ کیونکہ جب میں ابھی بچہ تھا میری دادی نے مجھے ایک ایسی چھوٹی سی بارہ سالہ مارکوئس کے بارے میں کہ جس کے بال اس کے پیچھے کسی دلہن کے لٹکتے ہوئے دامن کی طرح سے لہراتے ایک کہاوت سنائی تھی۔ وہ ایک کتے کے کاٹنے سے لاحق شدہ باؤلے پن کی وجہ سے مر گئی تھی اور جسے کیریبئن کے ساحل کے ساتھ واقعہ قصبوں میں ان بہت سے معجزوں کی وجہ سے جو اس نے دکھائے تھے عقیدت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ یہ خیال کہ ممکن ہے یہ مدفن اسی کا ہو ''اس دن کے لئے میری خبر اور اس کتاب کی بنیاد بنا۔''

گیبریل گارشیا مارکیز

کارتاہنیا ڈی انڈیاس۔ 1994ء

باب:1

دسمبر کی پہلی اتوار کو ایک خاکستری سرمئی رنگ کا کتا' جس کے ماتھے پر سفید نشان تھا عین بازار کی گہما گہمی میں آ دھمکا' تلے ہوئے کھانوں کی میزیں گرا دیں' انڈ-لنز کے سٹال اور لاٹری کے کھوکھے الٹا ڈالے اور ایسے چار لوگوں کو کاٹا جو اتفاقاً" اس کے راستے میں آ گئے۔ ان میں سے تین تو حبشی غلام تھے جب کہ چوتھی مارکوس ڈی کاسلڈویرو کی اکلوتی اولاد' سائیوا ماریہ ڈی ٹوڈوس لاس اینجلس تھی جو وہاں ایک یوریشی النسل ملازمہ کے ہمراہ اپنی بارہویں سالگرہ کے لئے گھنٹیوں کی ایک لڑی خریدنے آئی تھی۔

انہیں آرکیڈ آف مرچنٹس سے پرے نہ جانے کی ہدایت کی گئی تھی لیکن غلاموں کی بندرگاہ پر جمع شدہ ہجوم کی کشش میں کہ جہاں گنی سے لائے گئے حبشیوں کی ایک کھیپ رعائتی قیمتوں پر بیچی جا رہی تھی وہ خادمہ جیسیمنی کی کچی آبادی میں واقع اٹھاؤ پل تک چلی گئی۔ دوران سفر واقع ہونے والی اموات کے ایک ناقابل تشریح سلسلے کی وجہ سے کمپنیا گاڈیشنا نیگروز کے ملکیتی ایک جہاز کا پچھلے ایک ہفتے سے دہشت کے عالم میں انتظار کیا جا رہا تھا۔ پردہ پوشی کی کوشش میں لاشوں سے وزن باندھے بغیر انہیں پانی میں پھینک دیا گیا تھا۔ پھولنے اور ایک عجیب ترمزی رنگت کی وجہ سے بگڑی ہوئی شکل میں لہروں نے پہلے تو انہیں سطح پر اور پھر ساحل پر لا پھینکا۔ جب تک یہ ثابت نہ ہو گیا کہ موت کا باعث زہریلی خوراک تھی جہاز خلیج سے باہر ہی لنگر انداز رہا کیونکہ ہر کسی کو کسی نہ کسی افریقی وبائی مرض کے پھیل پڑنے کا خوف تھا۔

جس وقت کہ کتا بازار میں بھاگ نکلا تھا تب تک جہاز پر موجود زندہ بچ رہنے والے حبشی غلام خراب صحت کے پیش نظر پہلے ہی رعائتی قیمتوں پر بیچے جا چکے تھے۔ مالکان اس نقصان کو تقریباً دو میٹر لمبی حبشی خاتون کے ذریعے سے پورا کرنے کی کوشش کر رہے تھے جو باقی سب کے مقابل قیمتی تھی۔ جسے عام سستے تیل کی بجائے گنے کی

راب مل گئی تھی اور جس کا حسن اس قدر پریشان کن تھا کہ غیر حقیقی لگتا تھا۔ اس کی ناک نازک، سر گول، آنکھیں ترچھی، دانت پورے اور رومی مبارز گر کی طرح کی مصنوعی وضع قطع تھی۔ اس کو غلاموں کی طرح داغا نہیں گیا تھا اور نہ ہی اس کی عمر اور جسمانی حالت کا اعلان کیا گیا۔ اس کی بجائے اسے محض اس کے حسن کے لئے بیچا جا رہا تھا۔ اس کی قیمت جو کہ گورنر نے بغیر کسی قسم کی سودے بازی کے اور نقد ادا کی تھی اس کے وزن کے برابر سونا تھا۔

ایک آوارہ کتے کا گلیوں میں بلیوں کا پیچھا کرتے یا گلتے سڑتے گوشت کے ٹکڑوں پر ٹرکی شکروں سے لڑتے لڑتے لوگوں کو کاٹ لینا عام سی بات تھی اور بھرپور کاروبار اور ہجوم کے وقتوں میں کہ جب گیلیئن کا بحری بیڑہ پوٹوبیلو کے میلے پر جاتے ہوئے راستے میں وہاں رکتا، ایسا ہو جانا اس سے بھی عام بات تھی۔ کوئی بھی شخص ایک ہی دن میں کتے کے کاٹ کے چار پانچ واقعات پر اور وہ بھی ایسے تقریباً دکھائی نہ پڑنے والے زخم پر جیسا کہ سائیوا ماریہ کے بائیں ٹخنے پر تھا، پریشان نہ ہوتا۔ اسی وجہ سے ملازمہ بھی پریشان نہ ہوئی۔ اس نے خود سے ہی لیموں اور سلفر سے زخم کی جگہ صاف کی، بچی کے پیٹی کوٹ سے خون کے دھبوں کو صاف کر دیا اور کسی نے بھی اس کی بارہویں سالگرہ کی خوشیوں کے علاوہ کسی بات کی طرف دھیان نہ دیا۔

اس سے قبل، اسی صبح، اس لڑکی کی ماں اور مارکوس ڈی کا سلڈوئیرو کی غیر استحقاق یافتہ بیوی نے ایک مئوثر مسہل، میٹھے عرق گلاب کے ایک گلاس میں اینٹیمنی کے سات دانے، لیا تھا۔ وہ نام نہاد تجارتی طبقہ امراء کی نمائندہ غیر مہذب سی خاتون تھی: دلفریب، لالچی، ڈھیٹ اور کچھ ایسی اشتہائے رحم کی حامل جو ایک پوری بیرک کا سامنا کر سکتی تھی۔ تاہم خمیر شدہ شہد اور کوکو کی گولیوں کے اپنے کثرت استعمال کی وجہ سے چند ہی سالوں میں وہ دنیا سے کٹ کر رہ گئی تھی۔ اس کی خانہ بدوشانہ آنکھیں بجھ چکی تھیں اور ذہانت ماند پڑ چکی تھی۔ وہ خون کے پاخانے کرتی اور صفرا اگلتی تھی۔ اس کا دلفریب جسم ایک تین روز پرانی نعش کی طرح پھولا ہوا اور پیلاہٹ زدہ تھا۔ وہ ایسے خوفناک انداز میں ریح خارج کرتی جس سے گھر کے پالتو کتے ماسٹیف بھی چونک جاتے۔ وہ کبھی بھی اپنے کمرے سے نہیں نکلتی تھی اور اگر ایسا ہوتا بھی تو یا تو برہنہ ہوتی یا پھر کسی زیر جامے کے بغیر ہی ایسا ریشمی چغہ پہنے نکلتی جس کی وجہ سے وہ اس

سے بھی زیادہ برہنہ دکھائی دیتی کہ جب اس نے کچھ بھی نہ پہنا ہوتا۔

وہ پہلے ہی سات مرتبہ رفع حاجت کر چکی تھی کہ جب سائیوا ماریہ کی ہمراہی میں جانے والی خادمہ واپس آئی۔ اس نے اسے کتے کے کاٹے کے بارے میں تو کچھ نہ بتایا مگر ساحل پر غلام خاتون کی فروخت سے متعلق فضیحت کے بارے میں ضرور بات کی۔ "اگر وہ اتنی ہی خوبصورت ہے جتنا کہ تم دعویٰ کر رہی ہو تو ہو سکتا ہے کہ وہ حبشن ہو۔" لیکن اگر وہ ملکہ شیبا بھی ہو تو یہ ممکن دکھائی نہیں دیتا کہ کوئی شخص اس کے لئے اس کے وزن کے برابر سونا دے دے گا۔

"یقیناً ان کا مقصد وزن کے برابر طلائی پیسو ہو گا۔" اس نے کہا۔

"نہیں۔ اتنا ہی سونا جتنا کہ اس حبشی خاتون کا وزن" ملازمہ نے اصرار کیا۔ "دو میٹر لمبا غلام کم از کم 120 پاؤنڈ وزنی ہوتا ہے۔" برنارڈا نے کہا "اور کوئی بھی خاتون، سیاہ فام یا سفید فام، 120 پاؤنڈ سونے جتنی قیمتی نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ ہیروں کا پاخانہ نہ کرتی ہو۔"

غلاموں کی تجارت میں کوئی بھی شخص برنارڈا سے زیادہ زیرک نہ تھا اور وہ جانتی تھی کہ اگر گورنر نے اس حبشن کو خریدا تھا تو یہ کم از کم اپنے باورچی خانے میں کام کروانے جیسے عظیم کام کے لئے تو ہونے سے رہا۔ عین اسی وقت اس نے حبشن کے ابتدائی باجے اور پٹاخے اور ان کی ہمراہی میں پنجروں میں مقید ماسٹیف کی خوفناک بھونک سنی۔ وہ اس سب کی حقیقت جاننے کے لئے مالٹے کے درختوں کے جھنڈ کی طرف چلی گئی۔

مارکوس ڈی کا سلڈویرو ثانی، ڈیریئن کے نواب، ڈان ینا شیو ڈی الفرو ڈیوناس نے بھی اس جھنڈ کے دو مالٹے کے درختوں کے درمیان معلق اپنے قیلولہ کے جھولنے میں لیٹے لیٹے یہ گانا بجانا سنا۔ وہ ایک فسردہ، زنانہ سا مرد تھا جو سوسن کے پھول کی طرح زرد تھا کیونکہ سوتے میں چمگادڑیں اس کا خون چوس لیتی تھیں۔ وہ گھر میں بدوی چغہ اور ایسی طلیطلائی چوگوشی ٹوپی پہنتا تھا جو اس کی ظاہری یاسیت میں مزید اضافہ کر دیتا تھا۔ جب اس نے اپنی بیوی کو ویسی ہی برہنہ حالت میں اپنے سامنے پایا جس میں خدا اسے دنیا میں لایا تھا تو وہ اس کے متوقع سوال کو سمجھ گیا اور خود سے ہی استفسار کر ڈالا۔ "یہ کیسا گانا بجانا ہے؟"

"میں نہیں جانتی" اس نے کہا "آج تاریخ کیا ہے؟"

مارکوس کو بھی اس کا علم نہ تھا۔ وہ یقیناً کسی نہ کسی بارے میں پریشان ہو گا جو اس نے اپنی بیوی سے کچھ نہ کچھ پوچھا تھا اور وہ خود بھی اپنے چڑچڑے پن سے مکمل افاقہ محسوس کر رہی ہو گی جو اس نے کسی قسم کے طنز کے بغیر جواب دیا تھا۔ وہ اسی پریشانی کے عالم میں جھولنے میں بیٹھا تھا کہ جب پٹاخے دوبارہ پھٹے۔ "خدا خیر! کیا واقعی یہ وہی دن ہو سکتا ہے۔" اس نے حیرت سے کہا۔

وہ گھر پاگل عورتوں کے ڈیوائنا پیسٹورا نامی پاگل خانے سے ملحق تھا۔ گانے بجانے اور پٹاخوں کے زیر اثر مریضائیں مالٹوں کے اس جھنڈ کے سامنے والی بالکونی میں آ کھڑی ہوئی تھیں اور نعروں سے ہر پٹاخے کا ساتھ دے رہی تھیں۔ مارکوس نے آواز دے کر ان سے پوچھا کہ رنگ رلیاں کہاں منائی جا رہی ہیں۔ ان کے جواب نے اس کے شکوک رفع کر دیئے۔ یہ سات دسمبر کا دن تھا: بشپ سینٹ امیبروز کے جشن کا دن اور غلاموں کے احاطے میں روا گانا بجانا اور بجتے ہوئے پٹاخے سائیوا ماریہ کے اعزاز میں تھے۔ مارکوس نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

"یقیناً" اس نے کہا "وہ کتنے برس کی ہو گئی ہے؟"

"بارہ برس کی" برنارڈا نے جواب دیا۔

"صرف بارہ" اس نے دوبارہ سے جھولنے میں لیٹتے ہوئے کہا "زندگی کس قدر سست رو ہے۔"

وہ گھر اس صدی کے اوائل تک اس شہر کا بہترین گھر ہوا کرتا تھا۔ اب یہ ایک افسردہ سا کھنڈر تھا جہاں کی وسیع خالی جگہیں اور اپنی جگہ سے ہٹی ہوئی بہت سی چیزیں دیکھ کر یوں گمان ہوتا کہ جیسے اس گھر کے مکین گھر سے منتقل ہونے جا رہے ہوں۔ استقبالیہ کمروں کے بساط نما سنگ مرمر کے فرش اور مکڑی کے جالوں میں لپے آنسو نما فانوس ابھی تک باقی تھے۔ جو کمرے تب بھی زیر استعمال تھے وہ اپنی موٹی چنائی والی دیواروں اور برس ہا برس تک بند پڑے رہنے کی وجہ سے اور اس سے بھی زیادہ دسمبر کی ان یخ بستہ ہواؤں کی وجہ سے ہر موسم میں ٹھنڈے رہتے تھے جو دراڑوں میں سے انتہائی تیزی سے آتی تھیں۔ ہر شئے عدم توجہی اور افسردگی کے حاوی سرد پن میں بسی ہوئی تھی۔ مارکوس اول کے اشرافی وقار میں سے جو کچھ باقی بچا تھا وہ وہی پانچ شکاری

ماسٹیف تھے جو رات میں نگہبانی کرتے تھے۔ غلاموں کا وہ پرشور صحن کہ جہاں سائیوا ماریہ کی سالگرہ منائی جا رہی تھی' مارکوس اول کے وقتوں میں شہر کے اندر ایک اور شہر ہوا کرتا تھا۔ اس کے جانشین کے تحت بھی یہ تب تک تو ایسا ہی رہا جب تک کہ ماہیٹس کے گنے کے وسیع کھیتوں کے علاقے سے برنارڈا کے زیر نگرانی غلاموں اور آٹے کی خفیہ غیر قانونی نقل و حمل جاری رہی۔ وہ تمام شان و شوکت اب ماضی کا قصہ تھی۔ برنارڈا کو اس کی ناقابل تسکین خواہشات نے چاٹ لیا تھا اور غلاموں کا احاطہ کھجور کے پتوں کی چھت والے لکڑی کے دو ایسے جھونپڑوں تک محدود ہو چکا تھا کہ جہاں پر عظمت رفتہ کے آخری نشان پہلے ہی معدوم ہو چکے تھے۔

ایک توانا حبشی خاتون ڈومینگا ڈی ایڈویئنٹو جو اپنی موت سے ایک رات قبل تک اس گھر کا انتظام بڑی سختی سے سنبھالے ہوئے تھی ان دونوں دنیاؤں کے درمیان واحد رابطہ تھی۔ قد آور' ابھری ہڈیوں والی اور غیب دانی کی حد تک ذہانت کی حامل۔ اسی نے سائیوا ماریہ کی پرورش بھی کی تھی۔ ڈومینگا ڈی ایڈویئنٹو اپنے یوروپی عقائد کو ترک کئے بغیر ہی کیتھولک ہو گئی تھی اور وہ ان دونوں مذاہب پر بیک وقت اور بدل بدل کر عمل کرتی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ اس کی روح بھرپور اور مطمئن ہے کیونکہ جو بات اسے ایک عقیدے میں نہیں ملتی وہ دوسرے میں مل جاتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ مارکوس اور اس کی بیوی کے درمیان بیچ بچاؤ کروانے کے اختیارات کی حامل واحد انسان تھی اور دونوں ہی اس کا لحاظ بھی کرتے تھے۔ جب وہ غلاموں کو خالی کمروں میں لواطت کا خوفناک عمل انجام دیتے یا مبادلہ جاتی عورتوں کے ساتھ مشغول دیکھ لیتی تو وہی انہیں دھکیل باہر کرنے کی ہمت رکھتی تھی۔ لیکن جب وہ مر گئی تو وہ دوپہر کی گرمی سے بچاؤ کے لئے جھونپڑوں سے نکل بھاگتے اور کونے کھدروں میں زمین پر دراز ہو جاتے یا چاول کے برتنوں کی اوپری پرت کھرچ ڈالتے اور کھا جاتے یا پھر ٹھنڈے برآمدوں میں میکیوکو اور تارابیلا کے ساتھ کھیلنے لگتے۔ اس گھٹن زدہ ماحول میں کہ جہاں کوئی دوسرا آزاد انسان نہ تھا سائیوا ماریہ آزاد تھی : صرف وہی اور محض وہیں۔ پس یہی وہ جگہ تھی کہ جہاں سائیوا ماریہ کی سالگرہ اس کے اصل گھر اور اصل خاندان کے ساتھ منائی جا رہی تھی۔

اس قدر گانے بجانے کے دوران مارکوس کے غلاموں اور دوسرے معزز گھرانوں

کے چند حبشیوں کے مقابلے میں نسبتاً" پرسکون رقص کا تصور کرنا مشکل تھا۔ لڑکی نے ثابت کر دیا کہ وہ کیا چیز ہے : وہ افریقیوں کے مقابلے میں زیادہ وقار اور جوش سے رقص کر سکتی تھی، افریقی زبانوں میں اپنی آواز سے مختلف آوازوں میں گا سکتی تھی، اور پرندوں اور جانوروں کی آوازوں کی نقل کر کے انہیں خلجان میں مبتلا کر سکتی تھی۔ ڈومینگا ڈی **ایڈوئینٹو** کے حکم کے مطابق نوجوان غلام لڑکیاں کالک سے اس کا چہرہ سیاہ کر دیا کرتیں، اس کے بپتسمہ والے پہناوے کے اوپر سانتریا ہار پہنا دیا کرتیں اور اس کے بالوں کی کہ جنہیں کبھی نہ کاٹا گیا تھا دیکھ بھال کرتیں جو عموماً" اس کے چلنے میں رکاوٹ ڈالتے تھے اگر وہ انہیں روزانہ گچھوں کی صورت میں نہ گوندھتیں۔

اس نے متضاد قسم کے اثرات کے زیر اثر پرورش پائی تھی۔ اپنی والدہ سے اس نے بہت کم میراث پائی تھی۔ تاہم اس نے اپنے والد ہی کی طرح کا دبلا پتلا جسم پایا تھا اور اسی کی جیسی ناقابل علاج جھجک، زرد رنگت، خاموش نیلگوں آنکھیں اور اپنے چمکدار بالوں کی تانبے جیسی رنگت بھی۔ اس کی ایسی دبی دبی سی چال تھی کہ وہ ایک غیر مرئی مخلوق دکھائی دیتی تھی۔ اس کی اسی عجیب فطرت کی وجہ سے اس کی والدہ نے اس کی کلائی کے ساتھ گائے کی ایک گھنٹی باندھ دی تھی تاکہ گھر کے تاریک حصوں میں وہ اس سے اوجھل نہ ہو۔

جشن کے دو روز بعد ملازمہ نے سرسری سے انداز میں برنارڈا کو بتایا کہ ایک کتے نے سائیوا ماریہ کو کاٹا تھا۔ سونے سے قبل معطر صابن اور گرم پانی والے اس دن کے اپنے چھٹے غسل کے دوران برنارڈا نے اس بارے میں سوچا مگر جب تک کہ وہ اپنے کمرے میں پلٹی وہ اس بات کو بھول چکی تھی۔ یہ سب اسے اگلی رات تک ذہن میں دوبارہ نہیں آیا کہ جب ماسٹیف بغیر کسی وجہ کے پو پھٹنے تک بھونکتے رہے اور اسے یہ خوف لاحق ہو گیا کہ انہیں باؤلا پن ہو گیا ہے۔ تبھی وہ ایک موم بتی لے کر صحن میں واقع جھونپڑوں کی طرف چلی گئی۔ اس نے سائیوا ماریہ کو انڈین رائل پام کے اسی جھولنے میں سوئے ہوئے پایا جو اس نے ڈومینگا ڈی **ایڈوئینٹو** سے ترکے میں پایا تھا۔ چونکہ ملازمہ نے اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ کتے نے کس جگہ کاٹا تھا۔ برنارڈا نے اس کی بنیان کو ہٹایا اور روشنی کو اس کے منت والے گندھے ہوئے بالوں کے ساتھ ساتھ لے جا کر کہ جو شیر کی دم کی طرح سے اس کے جسم کے گرد بل کھائے ہوئے تھے

تفصیل سے اس کا معائنہ کیا۔ بالاخر اسے زخم مل ہی گیا: اس کے باہنے گھٹنے کی جلد میں خشک خون کے کھرنڈ والا چھوٹا سا زخم اور ایڑی پر کچھ غیر واضح سی خراشیں۔

شہر کی تاریخ میں باؤلے پن کے واقعات نہ تو کم تھے اور نہ ہی معمولی۔ سب سے مشہور واقعہ ایک پھیری والے کا تھا جو اپنا کام ایک ایسے سدھائے ہوئے بندر کے ذریعے سے کرتا تھا جس کی حرکات و سکنات کو انسانوں سے بمشکل ہی ممیّز کیا جا سکتا تھا۔ اس جانور کو برطانیہ کے بحری بیڑے کے محاصرے کے دوران باؤلا پن لاحق ہو گیا اور اس نے اپنے مالک کو چہرے پر کاٹا اور نزدیکی پہاڑوں کی طرف فرار ہو گیا۔ اس بدقسمت شخص کو ایسی خوفناک فریب نظر کی ابتلاء میں موت کے گھاٹ اتارنا پڑا جس کے بارے میں مائیں کئی برس بعد تک ابھی بھی ایسے لوک گیتوں میں گاتی تھیں جن کا مقصد بچوں کو ڈرانا ہوتا تھا۔ دو ہفتے گزرنے سے پہلے باؤلے بندروں کا ایک گروہ دن کی روشنی میں پہاڑوں سے نیچے اتر آیا۔ انہوں نے خنزیر خانے اور مرغی خانے تباہ و برباد کر ڈالے اور پھر غراتے ہوئے اور اپنے حلق میں جھاگ اڑاتے خون کے پھندے سے بے حال گرجا گھر میں عین اس وقت جا دھمکے کہ جب ٹے ڈیئم کی حمد گا کر برطانیہ کے بحری بیڑے کی شکست کا جشن منایا جا رہا تھا۔ اس سب کے باوجود' انتہائی خوفناک واقعات تاریخ کے صفحات میں شامل نہیں ہو پاتے تھے کیونکہ وہ سب کے سب سیاہ فام لوگوں میں ظہور پذیر ہوئے تھے اور جو افریقی جادو کے ذریعے ان کے علاج کے لئے مفرور غلاموں کی آبادیوں میں ان مریضوں کی روحوں کو جسمانی قید سے آزاد کر دیتے تھے۔

اس قدر خوفناک واقعات کے باوجود سیاہ فاموں' سفید فاموں یا انڈ-لنز میں سے کوئی بھی باؤلے پن یا کسی ایسی دوسری بیماری پر جو اپنی علامات کے اظہار میں وقت لگاتی ہو' اس وقت تک کوئی توجہ نہ دیتا تھا جب تک کہ اس کی اولین ناقابل علاج علامات ظاہر نہ ہو جاتیں۔ برنارڈا کیبریرا نے بھی اسی پیمانے پر عمل کیا۔ اس کا یہ خیال تھا کہ غلاموں کی پھیلائی ہوئی فضولیات عیسائیوں کی ایجادات سے بھی تیز تر اور دور تک پھیلنے والی ہوتی ہیں اور یہ کہ ایک عام کتے کی کاٹ کی خبر بھی خاندانی وقار کو ٹھیس پہنچا سکتی ہے۔ اپنی اس توجیہ کے بارے میں وہ اس قدر پر یقین تھی کہ اس نے اس معاملے کی نشاندہی نہ تو اپنے شوہر کے سامنے کی اور نہ ہی آئندہ اتوار تک اس

بارے میں سوچا کہ جب ملازمہ اکیلی ہی بازار گئی اور ایک کتے کے مردہ جسم کو دیکھا جسے بادام کے ایک درخت کے ساتھ لٹکایا گیا تھا تاکہ ہر کوئی جان جائے کہ وہ باؤلے پن سے مرا تھا۔ اس کتے کے نشان زدہ ماتھے اور خاکستری سرمئی رنگ کی کھال کو پہچاننے کے لئے کہ جس نے سائیوا ماریہ کو کاٹا تھا۔ اسے صرف ایک نگاہ ڈالنے ہی کی ضرورت پڑی۔ تاہم برنارڈا نے جب یہ خبر سنی تو بھی اسے کوئی تشویش لاحق نہ ہوئی۔ اس کی کوئی وجہ بھی نہ بنتی تھی: زخم خشک تھا اور خراشوں کا نشان بھی نہ بچا تھا۔

اوائل دسمبر میں موسم خراب رہا لیکن جلد ہی اس کی نیلمی سہ پہریں اور ہوادار راتیں لوٹ آئیں۔ سپین سے موصولہ خوش کن خبروں کی وجہ سے کرسمس بھی دوسرے برسوں کی نسبت پرلطف رہی۔ لیکن شہر قدیم وقتوں کا سا نہیں رہا تھا: غلاموں کی بڑی منڈی ہوانا منتقل کر دی گئی تھی اور ٹھوس خشک زمین والے ان علاقوں کے کان کن اور مویشی پال برطانوی اسٹیلز سے غیر قانونی غلام خریدنے کو ترجیح دیتے تھے۔ اسی لئے وہاں دو شہر بستے تھے: ایک تو ان چھ ماہ کے دوران مصروف اور پر ہجوم شہر کہ جب ہسپانوی جہاز ساحل پر لنگر انداز ہوتے اور دوسرا وہ جو بقیہ سال کے دوران ان کی واپسی کے انتظار میں نیم خوابیدہ سا رہتا۔

کتے کے ہاتھوں کاٹے گئے لوگوں کے بارے میں اوائل جنوری میں اس وقت تک مزید کوئی خبر نہ ملی جب تک کہ ساگنتا نامی آزاد رو انڈین عورت نے قیلولے کے محترم وقت مارکوس کے دروازے پر دستک دی۔ وہ بہت بوڑھی تھی اور کیریٹو کی لکڑی کی ایک چھڑی کے سہارے اور سرتاپا سفید چادر میں لپٹی ہوئی حالت میں سخت دھوپ میں ننگے پاؤں چلتی تھی۔ وہ کنوار پن کی بحالی اور اسقاط کی ماہر کے طور پر بدنام تھی مگر یہ سب کچھ ان قدیم رازوں سے اس کی واقفیت کی بناء پر نظرانداز کر دیا جاتا تھا جن سے لاعلاج امراض کا علاج ممکن تھا۔

مارکوس داخلی راستے میں کھڑا ہو گیا اور نہایت ہچکچاہٹ کے عالم میں اس سے ملا۔ اسے یہ سمجھنے میں کہ وہ درحقیقت چاہتی کیا ہے کچھ وقت لگا کیونکہ وہ ایک ایسی عورت تھی جو سست اور رازدارانہ حد تک پیچیدہ گفتگو کرتی تھی۔ اس نے ہربات کچھ اس قدر گھما پھرا کر کی کہ مارکوس صبر کا دامن چھوڑ بیٹھا۔

"جو بھی بات ہے بغیر کسی مزید پیچیدگی کے مجھے بتاؤ۔" اس نے کہا۔

"ہم سب کو باؤلے پن کی وباء کا خطرہ لاحق ہے۔" ساگنتا نے کہا۔ "اور تنہا میں ہی ہوں جس کے پاس شکاریوں کے محافظ اور باؤلے لوگوں کے معالج سینٹ ہوبرٹ کا نسخہ ہے۔"

"مجھے تو کسی قسم کی وباء کی کوئی وجہ دکھائی نہیں دیتی" مارکوس نے کہا۔ "جہاں تک میں جانتا ہوں کسی قسم کے شہابئے یا گرہن کی پیشین گوئی نہیں ہوئی اور ہمارے گناہ بھی اس قدر زیادہ نہیں ہوئے کہ خدا اس بارے میں متفکر ہو۔"

ساگنتا نے اسے بتایا کہ مارچ میں مکمل سورج گرہن ہو گا اور اسے ان سب لوگوں کے بارے میں بھی مکمل تفصیلات بتلائیں جو دسمبر کے اولین اتوار کو کتے کے ہاتھوں کاٹے گئے تھے۔ ان میں سے دو تو غائب ہو چکے تھے اور یقیناً ان کے ساتھیوں نے جادو کے ذریعے ان کا علاج کرتے ہوئے ان کی روحوں کو جسمانی قید سے آزاد کر دیا ہو گا جبکہ ان میں سے تیسرا دوسرے ہی ہفتے کے دوران باؤلے پن کے ہاتھوں مر گیا تھا۔ ایک چوتھا شخص کہ جسے کاٹا تو نہیں گیا تھا مگر کتے کے لعاب کے چھینٹے اس پر پڑے تھے ایمور ڈی ڈائیوس ہسپتال میں مرض الموت میں مبتلا پڑا تھا۔ داروغہ اس مہینے اب تک ایک سو آوارہ کتوں کو زہر دینے کا حکم دے چکا ہے اور توقع تھی کہ ایک ہفتے کے اندر اندر گلیوں میں ایک بھی کتا زندہ باقی نہ بچے گا۔

"چاہے جو بھی ہو مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اس میں سے کسی بھی بات کا مجھ سے کیا تعلق ہے۔" مارکوس نے کہا "اور وہ بھی دن کے اس قدر نامناسب وقت پر۔"

"کاٹے جانے والوں میں سب سے پہلی تمہاری بیٹی تھی۔" ساگنتا نے کہا۔

"اگر یہ سچ ہوتا تو مجھے اس بارے میں سب سے پہلے بتایا جاتا۔" مارکوس نے انتہائی پر یقین انداز میں جواب دیا۔

اسے یقین تھا کہ لڑکی تندرست و توانا ہو گی اور یہ ممکن بھی دکھائی نہ دیتا تھا کہ اسے علم ہوئے بغیر اس کے ساتھ اس قدر اہم واقعہ ہو چکا ہو گا۔ اسی لئے اس کی دانست میں اس ملاقات کا مقصد ختم ہو چکا تھا اور وہ اپنا قیلولہ مکمل کرنے کے لئے واپس آ گیا۔

تاہم اسی سہ پہر اس نے غلاموں کے احاطے میں سائیوا ماریہ کو ڈھونڈ نکالا۔ وہ خرگوشوں کی کھال اتارنے میں مدد دے رہی تھی اور اس کے چہرے پر سیاہی ملی ہوئی

تھی، اس کے پاؤں برہنہ تھے اور اس کا سر کچھ اسی طرح کی سرخ پگڑی میں لپٹا ہوا تھا جیسی کہ لونڈیاں استعمال کرتی تھیں۔ اس نے اس سے پوچھا کہ آیا اسے کسی کتے نے کاٹا تھا: جواب دو ٹوک نفی میں تھا۔ لیکن اسی رات برنارڈا نے تصدیق کر دی کہ یہ درست تھا۔ مارکوس الجھ سا گیا۔ اور پوچھنے لگا "تو پھر سائیوا اس سے منکر کیوں ہے؟"

"کیونکہ وہ کبھی غلطی سے بھی سچ نہیں بولتی۔" برنارڈا نے کہا۔

"تب تو لازم ہے کہ کچھ نہ کچھ کیا جائے۔" مارکوس نے کہا "کیونکہ کتا باؤلا تھا۔"

"نہیں۔" برنارڈا نے کہا۔ "کتا اس لئے مر گیا ہو گا کہ اس نے اسے کاٹا تھا۔ یہ سب دسمبر میں ہوا تھا اور یہ چھوٹی سی زبان دراز لڑکی بالکل صحت مند ہے۔"

ان دونوں نے مہلک وباء کے پھیلاؤ کے شدید خطرے کے بارے میں بڑھتی ہوئی چہ میگوئیوں پر کان لگائے ہوئے تھے اور اپنی مرضی کے برخلاف دوبارہ سے اسی طرح سے باہمی دلچسپی کے امور کے بارے میں بات کرنے پر مجبور ہو گئے تھے جس طرح سے وہ ان دنوں کیا کرتے تھے جب ایک دوسرے کے لئے ان کی نفرت نسبتاً کم تھی۔ مارکوس کے لئے معاملہ بڑا واضح تھا۔ اس کو ہمیشہ یقین تھا کہ اسے اپنی بیٹی سے محبت ہے تاہم باؤلے پن کے خوف نے مارکوس کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنے دل میں یہ تسلیم کرے کہ یہ یقین محض اپنی تسلی کے لئے تھا۔ دوسری طرف برنارڈا اپنے آپ سے یہ سوال کرتی ہی نہ تھی کیونکہ وہ بہت اچھی طرح سے جانتی تھی کہ وہ بچی سے محبت نہیں کرتی اور نہ ہی بچی اس سے محبت کرتی ہے اور دونوں باتیں بہت مناسب بھی معلوم ہوتی تھیں۔ اس نفرت کا بڑا حصہ جو ان میں سے ہر ایک سائیوا ماریہ کے لئے محسوس کرتا تھا۔ اس میں پائی جانے والی دوسرے کی خصوصیات کی وجہ سے تھا۔ پھر بھی اپنی عزت کے خیال سے برنارڈا اس شرط پر ایک غمزدہ ماں کی طرح سے آنسو بہانے اور ماتم کرنے کا ڈھونگ رچانے پر تیار تھی کہ لڑکی کی موت کی ایک مناسب وجہ ہو۔

"اس سے فرق نہیں پڑتا کہ وجہ کیا ہو۔" اس نے وضاحت کی۔ "جب تک کہ یہ کتوں سے لاحق ہونے والی کوئی بیماری نہ ہو۔"

قدرت کے کسی خیرہ کن خیال کی صورت میں، اسی لمحے مارکوس نے اپنی زندگی کا

مطلب جان لیا۔

"لڑکی نہیں مرے گی۔" اس نے پر عزم لہجے میں کہا۔ "لیکن اگر اسے مرنا ہی ہے تو یہ صرف اسی وجہ سے ہو گا جو خدا چاہے گا۔"

منگل کے روز وہ باؤلے پن کے اس مریض سے ملنے جس کی نشاندہی ساگنتا نے اس کے سامنے کی تھی سان لازارو کی پہاڑی پر واقع ایمور ڈی ڈائیوس ہسپتال گیا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ ماتمی رنگ والی کریپ سے مرصع اس کی گاڑی متوقع بربادی کی ایک اور علامت کے طور پر دیکھی جائے گی کیونکہ کئی برسوں سے اہم مواقع کے علاوہ اس نے کبھی گھر سے قدم نہیں نکالا تھا اور اس سے بھی زائد برسوں سے شہر کی تاریخ میں آفت رساں موقعوں کے علاوہ اہم مواقع نہیں آئے تھے۔

شہر اپنے صدیوں لمبے سناٹے میں ڈوبا ہوا تھا لیکن جب اس کی گاڑی اندرون شہر سے نکلی اور دیہی علاقے میں سے ہوتی سان لازارو کی پہاڑی کی طرف گئی تو ماتمی تافتہ پہنے اس محتاط رو نواب کے نحیف چہرے اور طرح دار نظروں کی جھلک دیکھنے والوں کی کوئی کمی نہ تھی۔ ہسپتال میں اینٹوں کے فرش پر پڑے جذامیوں نے اسے اپنی مردہ شخص کی سی چال چلتے اندر آتے ہوئے دیکھا اور خیرات مانگنے کے لئے اس کا راستہ روک لیا۔ ہذیان بکتے پاگلوں کے حصے میں اس نے باؤلے پن کے ایک مریض کو ستون سے بندھا ہوا پایا۔

وہ کپاس کی سی الجھی سفید ڈاڑھی اور بالوں والا ایک یوریشی النسل بوڑھا تھا۔ تب تک اس کا نصف دھڑ بے حس ہو چکا تھا مگر بیماری نے اس کے بقیہ نصف جسم کو اس قدر طاقت بخش دی تھی کہ اسے اپنے آپ کو دیواروں سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے کرنے سے روکنے کے لئے باندھنا پڑا تھا۔ اس کی کہانی نے تمام تر شک رفع کر دیا: اس پر بھی اسی خاکستری سرمئی رنگ اور سفید داغ والے کتے نے حملہ کیا تھا جس نے کہ سائیوا ماریہ کو کاٹا تھا۔ درحقیقت اس پر کتے کے لعاب کے محض چھینٹے پڑے تھے مگر اس کی پنڈلی پر موجود مزمن زخم پر نہ کہ اس کی صحت مند جلد پر۔ یہ تفصیل بھی مارکوس کی تسلی کے لئے کافی نہ تھی۔ وہ ہسپتال سے موت کا شکار ہوئے اس شخص کو دیکھنے پر خوفزدہ حالت میں اور سائیوا ماریہ کے معاملے میں امید کی کسی کرن کے بغیر واپسی کے لئے روانہ ہوا۔

جب وہ پہاڑی کی گگر کے ساتھ ساتھ شہر واپس آ رہا تھا اس نے ایک کثیرالجثہ شخص کو ایک مردہ گھوڑے کے پاس سڑک کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھے پایا۔ مارکوس نے سائیس کو گاڑی ٹھہرانے کے لئے کہا۔ جب وہ شخص کھڑا ہو گیا تو تبھی وہ شہر کے سب سے مشہور اور متنازعہ طبیب' سند یافتہ **ابریتسیو** ڈی سا پیرانرا کاؤ کو پہچان پایا۔ تاش کی چڑیا کے بادشاہ کی طرح سے اس نے دھوپ سے بچاؤ کے لئے چوڑے سرے والا ہیٹ' گھڑ سواری والے جوتے اور پڑھے لکھے آزاد رووں کا پسندیدہ کالا چغہ پہنا ہوا تھا۔ مارکوس کو اس کا سلام قطعا" معمول جیسا نہ تھا۔ "بینڈ کٹس کیوئی وینٹ ان نو مین **ویرانیٹاٹس**۔" اس نے کہا۔

اس کا گھوڑا اسی پہاڑی ڈھلوان کی اترائی نہیں سہار سکا تھا جس پر کہ وہ بگٹٹ چڑھا تھا اور اس کا دل پھٹ سا گیا تھا۔ مارکوس کی بگھی کے سائیس نیپچو نو نے جب گھوڑے پر سے زین اتارنے کی کوشش کی تو اس نے اسے روک دیا۔ "زین کسنے کے لئے جب میرے پاس کوئی جانور ہی نہیں تو زین میرے کس کام کی۔" اس نے کہا " اسے بھی اسی کے ساتھ گلنے سڑنے کے لئے رہنے دو۔"

اس کی احمقانہ فربہی کی وجہ سے سائیس کو گاڑی پر سوار ہونے میں ڈاکٹر کی مدد کرنا پڑی جبکہ مارکوس نے اسے اپنے داہنے ہاتھ بٹھا کر اعزاز بخشا۔ **ابریتسیو** اپنے گھوڑے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس نے آہ بھری۔ "یہ کچھ ایسے ہی ہے کہ جیسے میں نے اپنا نصف جسم کھو دیا ہو۔"

گھوڑے کی موت کی نسبت کوئی دوسری بات، ثابت کرنا آسان نہیں۔ مارکوس نے کہا۔ **ابریتسیو** پہلے سے بھی زیادہ جوش میں آ گیا۔ اس نے کہا۔ "یہ نسبتا" مختلف گھوڑا تھا۔ اگر میرے وسائل اجازت دیتے تو میں اسے کسی مقدس جگہ دفن کرواتا۔" اس نے مارکوس کا رد عمل دیکھنے کے لئے اس کی طرف دیکھا اور بات ختم کرتے ہوئے کہا۔ "وہ اس اکتوبر سو برس کا ہو گیا تھا۔"

مارکوس نے کہا۔ "کوئی گھوڑا اس قدر لمبا عرصہ زندہ نہیں رہتا۔"

"میں اسے ثابت کر سکتا ہوں۔" ڈاکٹر نے کہا۔

ہر منگل کے دن ان جذامیوں کے علاج کے لئے جو دوسری بیماریوں میں بھی مبتلا ہو جاتے وہ ایمور ڈی ڈائیوس ہسپتال میں اپنی خدمات پیش کرتا تھا۔ وہ ایک دوسرے

پرتگالی یہودی ڈاکٹر جو آن مینڈیز لیئیٹو کا کہ جو سپین میں روا مظالم کی وجہ سے کیر یبئین کی طرف نقل مکانی کر آیا تھا' ہونہار شاگرد تھا اور بدزبانی اور جادوگری کے لئے اپنی بدنامی اس نے اسی سے وراثت میں پائی تھی۔ تاہم کسی کو بھی اس کے علم کے بارے میں شک نہیں تھا۔ ان دوسرے ڈاکٹروں کے ساتھ کہ جو اس کی ناقابل یقین کامیابیوں اور غیر معمولی طریقوں کو معاف کرنے کے لئے تیار نہ تھے اس کے جھگڑے دائمی اور خونی تھے۔ اس نے ایک ایسی گولی ایجاد کی تھی جو انسانی صحت کو بہتر بناتی اور عمر لمبی کرتی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ پہلے تین روز کچھ ایسے ذہنی خلجان کا باعث بنتی تھی کہ ڈاکٹر کے سوا کسی نے بھی اسے نگلنے کی ہمت نہ کی تھی۔ ایک وقت میں وہ اپنے مریضوں کے سرہانے بربط بجانے کی عادت میں مبتلا تھا تاکہ انہیں ایسی موسیقی سے سکون پہنچایا جا سکے۔ جو اسی مقصد کے لئے ترتیب دی گئی ہو۔ وہ جراحی نہیں کرتا تھا کیونکہ وہ اسے ایسا کم تر فن سمجھتا تھا کہ جو صرف عطائیوں اور حجاموں کے لئے ہی موزوں تھا۔ اس کی سب سے خوفناک خاصیت اس دن اور وقت کی پیشین گوئی کرنا تھا کہ جب اس کا مریض مر جائے گا۔ تاہم اس کی اچھی اور بری شہرت' دونوں ہی کی تہہ میں ایک ہی واقعہ تھا۔ یہ کہا جاتا تھا اور کسی نے بھی کبھی اسے غلط ثابت نہ کیا تھا کہ اس نے ایک مردہ آدمی کو جلایا تھا۔

اپنے طویل تجربے کے باوجود ابرینتسیو باؤ۔لے پن کا شکار مریض کے لئے ترحم میں مبتلا تھا۔ اس نے کہا۔ "انسانی جسم اپنی زندگی کے ان تمام سالوں کو برداشت کرنے کے لئے نہیں بنایا گیا جتنے سال کوئی شخص زندہ رہ سکتا ہے۔" مارکوس نے اس کے بھرپور اور دلچسپ مقالے کا ایک لفظ بھی ان سنا نہیں کیا اور صرف اس وقت بولا کہ جب ڈاکٹر کے پاس کہنے کو مزید کچھ نہیں تھا۔

اس نے پوچھا "اس بیچارے کے لئے کیا کیا جا سکتا ہے؟"

"اسے مار دیں۔" ابرینتسیو نے کہا۔

مارکوس نے خوفزدہ سا ہو کر اس کی طرف دیکھا۔

"اگر ہم اچھے عیسائی ہوتے تو کم از کم یونہی کرتے۔" جذبات سے عاری ڈاکٹر نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اور جناب فکر مند نہ ہوں۔ جتنے ہم سمجھتے ہیں اس سے کہیں زیادہ اچھے عیسائی موجود ہیں۔"

درحقیقت وہ کچی آبادیوں اور دیہی علاقوں میں موجود ہر رنگ و نسل کے ان غریب عیسائیوں کی طرف اشارہ کر رہا تھا جو اپنے باؤلے پن کے مریض رشتہ دار کی خوراک زہر آلود کرنے کا حوصلہ رکھتے تھے تاکہ اسے اذیت ناک موت سے بچا سکیں۔ پچھلی صدی کے آخیر میں ایک پورے کے پورے خاندان نے زہر آلود یخنی پی لی تھی کیونکہ ان میں سے کسی میں بھی صرف پانچ سالہ مریض لڑکے کو زہر دینے کی ہمت نہ تھی۔

"لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم ڈاکٹر نہیں جانتے کہ ایسے واقعات بھی ہوتے ہیں۔" ابیریتسیو نے بات ختم کرتے ہوئے کہا۔ "یہ درست نہیں ہے لیکن ہمارے پاس ان طریقوں کو تجویز کرنے کا اخلاقی اختیار نہیں ہے۔ اس سب کے بجائے جو کچھ ہم کرتے ہیں وہ وہی کچھ ہے کہ جو آپ نے ابھی دیکھا ہے۔ ہم مرتے ہوؤں کو سینٹ ہوبرٹ کو سونپ دیتے ہیں اور ان کی تکلیف کو طول دینے اور شدید صورت دینے کے لئے انہیں ستون سے باندھ دیتے ہیں۔"

"کیا دوسری کوئی صورت نہیں ہے؟" مارکوس نے پوچھا۔

"باؤلے پن کا مرض لاحق ہو جانے کے بعد کوئی صورت نہیں۔" ڈاکٹر نے کہا۔ اس نے ان بیہودہ مقالوں کی نشاندہی کی جو اسے مختلف نسخوں کے ذریعے سے قابل علاج بیماری سمجھتے تھے۔ مزار، شنگرف، کستوری، اینا گالس فلور پورپوریو۔ "سب فضول ہے۔" اس نے کہا "حقیقت یہ ہے کہ بعض لوگ باؤلے پن کا شکار ہو جاتے ہیں اور بعض نہیں ہوتے۔ تبھی یہ کہنا نہایت آسان ہے کہ اگر وہ اس کا شکار نہیں ہوئے تو یہ دواؤں کی وجہ سے ہے۔" اس نے یہ یقین کرنے کے لئے کہ وہ ابھی تک جاگ رہا ہے مارکوس کی آنکھوں میں جھانکا اور آخر میں کہنے لگا۔ "آپ اس قدر دلچسپی کیوں لے رہے ہیں؟"

"محض جذبہ ترحم کے تحت۔" مارکوس نے جھوٹ بولا۔

اس نے کھڑکی میں سے چار بجے کی پیلاہٹ کا شکار نیم خوابیدہ سے سمندر پر نگاہ ڈالی اور بھاری دل کے ساتھ محسوس کیا کہ ابابیلیں واپس آ چکی ہیں۔ ہوا ابھی بھی نہیں چلی تھی۔ بچوں کے ایک گروہ نے ساحل کے کیچڑ میں پھنسے پیلیکن کو پتھر مارے اور مارکوس نے اس وقت تک بچ کر اڑ جانے والے اس پرندے کی پرواز پر نظریں

جمائے رکھیں جب تک کہ وہ قلعہ بند شہر کے چمکدار گنبدوں میں گم نہیں ہو گیا۔

گاڑی ساحل سے پرے واقع میڈیا لونا دروازے سے فصیل کے احاطے میں داخل ہوئی اور **ایبریتسیو** نے کاریگروں کے معروف علاقے میں سے اپنے گھر کی طرف جانے میں سائیس کی راہنمائی کی۔ یہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ نیپچونو ستر برس سے زائد کا ہونے کے ساتھ ساتھ غیر فیصلہ کن اور نزدیک بین بھی تھا اور وہ گھوڑے کو ان گلیوں میں کہ جنہیں وہ اس سے بہتر جانتا تھا' آپ ہی آپ چلنے دینے کا عادی تھا۔ جب وہ بالآخر اس کے گھر پہنچ گئے تو **ایبریتسیو** نے دروازے پر انہیں ہوریس کا ایک جملہ ادا کرتے ہوئے خدا حافظ کہا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں لاطینی زبان نہیں جانتا۔" مارکوس نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔ "کوئی وجہ بھی نہیں بنتی کہ آپ کو جاننی چاہئے۔" **ایبریتسیو** نے کہا۔ تاہم اس نے یہ کچھ بھی لاطینی زبان میں ہی کہا۔

مارکوس اس سب سے اس قدر متاثر ہوا کہ گھر پہنچنے پر اس کا پہلا قدم اس کی زندگی کا سب سے غیر معمولی کام تھا۔ اس نے نیپچونو کو حکم دیا کہ وہ سان لازارو کی پہاڑی پر سے مردہ گھوڑا اٹھوا لے اور اسے مقدس جگہ دفن کر دے اور اگلے دن علی الصبح اصطبل میں موجود بہترین گھوڑا ایبر-تسیو کو بھجوا دے۔

ایلٹیمنی کے مسہل سے حاصل شدہ عارضی سکون کے بعد برنارڈا اپنے شکم میں لگی آگ بجھانے کے لئے دن بھر میں کم از کم تین پر تشفی حقنے لیتی یا اپنے اعصاب کو سکون بخشنے کے لئے خوشبودار صابن والے گرم پانی کے کم از کم چھ غسل کرتی۔ اس وقت تو اس شخصیت میں سے کچھ بھی باقی نہ بچا تھا جو وہ تب تھی کہ جب اس نے شادی کی تھی: ایک ایسی خاتون جو کاروباری منصوبے مرتب کرتی تھی اور ایک کاہن کے سے تیقن سے انہیں روبہ عمل لاتی تھی۔ اس بدقسمت سہ پہر تک کہ جب وہ جوڈاس اسکاریوٹے سے ملی اور بدقسمتی کی رو میں بہتی ہی چلی گئی اس کی کامیابی اتنی ہی عظیم تھی۔

اس نے سب سے پہلے اسے ایک میلے میں سانڈ سے مقابلے کے لئے بنائے گئے ایک باڑے میں خالی ہاتھ' نیم برہنہ اور کسی قسم کی حفاظتی تدابیر کے بغیر ایک خوفناک سانڈ سے بھڑتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ اس قدر خوبرو اور دلیر تھا کہ وہ اسے بھلا نہ سکی۔

دنوں بعد اس نے اسے ایک میلے میں **کمبیے** رقص کرتے ہوئے دوبارہ سے دیکھا کہ جہاں وہ فقیرنی کے بھیس میں چہرے پر ایک خول چڑھائے ہوئے **شریک** تھی جبکہ **گلے** کے ہار' بازو بند اور سونے اور قیمتی پتھروں کے آویزے پہنے **مارکوئسز** کے بھیس میں اس کی لونڈیوں نے اسے گھیر رکھا تھا۔ جوڑاس تماشائیوں کے ایک دائرے کے بیچ ہر اس خاتون کے ساتھ رقص کر رہا تھا کہ جو اسے پیسے ادا کرنے پر تیار ہو۔ منتظمین کو اس کی دعویداروں کی پرہیجان خواہشات پر قابو پانے کے لئے سختی کرنا پڑی۔ برنارڈا نے اس سے پوچھا کہ اس کی کیا قیمت ہے۔ جوڑاس نے رقص کرتے کرتے کہا "آدھا جام شراب۔" برنارڈا نے اپنا چہرے کا خول اتار دیا۔

"میں پوچھ رہی ہوں کہ اپنی بقیہ زندگی کے لئے تمہاری کیا قیمت ہے۔" اس نے کہا جوڑاس نے دیکھا کہ خول کے بغیر وہ بظاہر نظر آنے والی فقیرنی نہیں تھی۔ اس نے رقص کی اپنی ساتھی کو چھوڑ دیا اور ایک خدمت گزار لڑکے کی طرح سے اپنی قیمت بتانے برنارڈا کی طرف بڑھا۔

"پانچ سو سونے کے پیسو" اس نے کہا۔

اس نے ایک محتاط تجزیہ کار کی طرح سے اسے جانچا۔ وہ سیل کی ہم رنگ جلد مرتعش دھڑ' تنگ کولہوں' باوقار ٹانگوں اور زندگی میں اس کی حیثیت کی چغلی کھاتے خوبصورت ہاتھوں والا بھرپور مرد تھا۔ برنارڈا نے اندازہ لگایا "تم دو میٹر لمبے ہو!"

"اور تین سینٹی میٹر مزید۔" اس نے کہا۔

برنارڈا نے اسے اپنا سر نیچے لانے کو کہا تاکہ اس کے دانتوں کا معائنہ کر سکے۔ اس نے اس کی بغلوں کی تیز بو کو پریشان کن پایا۔ اس کے تمام دانت سلامت' توانا اور سیدھے تھے۔

"تمہارا مالک یقیناً پاگل ہو گا اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ کوئی شخص تمہارے لئے ایک گھوڑے کے برابر قیمت ادا کرے گا۔" برنارڈا نے کہا۔

"میں ایک آزاد شخص ہوں اور میں اپنے آپ کو بیچ رہا ہوں۔" اس نے جواب دیا اور پھر مخصوص لہجے میں کہا۔ "سینورا!"

"مارکوئس" اس نے کہا۔

وہ درباریوں کی طرح سے تعظیماً" کچھ اس انداز سے جھکا کہ جس نے اسے بہت

متاثر کیا اور اس نے اسے اس سے آدھی قیمت پر کہ جتنی وہ توقع کر رہا تھا خرید لیا۔ "محض اس کو دیکھنے کی خوشی کے لئے" جیسا کہ بعد میں اس نے کہا۔ اس کے بدلے وہ آزاد شخص کی سی اس کی حیثیت اور اس وقت، کا کہ جو وہ سرکس کے سانڈ کے ساتھ بھڑنے میں گزارتا تھا احترام کرتی تھی۔ اس نے اسے اپنے کمرے کے نزدیک ہی اس کمرے میں ٹھہرایا کہ جو کبھی سائیس کے قبضے میں ہوا کرتا تھا۔ پہلی ہی رات سے اس یقین کے ساتھ کہ بغیر بلوائے ہی وہ آئے گا' اس نے برہنہ حالت میں اور دروازے کی چٹخنی لگائے بغیر اس کا انتظار کیا۔ لیکن اسے دو ہفتے تک انتظار کرنا پڑا اور اپنے تن میں لگی آگ کی وجہ سے وہ پرسکون طور پر سو بھی نہ سکی۔

حقیقت یہ تھی کہ جیسے ہی جوڑا اس کو معلوم ہوا کہ وہ کون ہے اور اس نے اس گھر کا اندرونی حصہ دیکھا تو اس نے دوبارہ سے غلامانہ احتیاط طاری کر لی۔ لیکن جب برنارڈا نے اس کا انتظار کرنا چھوڑ دیا اور شب جامہ پہن کر اور دروازے کو چٹخنی لگا کر سونے لگی تو وہ کھڑکی میں سے اندر آ گیا۔ اس کے پسینے کی تیز مخصوص بو کی حامل کمرے کی فضا نے اسے جگا دیا۔ اس نے تاریکی میں اپنے آپ کو ڈھونڈتے ہوئے منوٹار کی بھاری سانسوں کی آواز سنی اور پھر اپنے اوپر اس کے جسم کی ہمس آمیز گرمی محسوس کی۔ اس کے شکاری ہاتھوں نے اس کے شب جامے کے گریبان کو پکڑا اور اسے درمیان سے چیر دیا جب کہ اس کی بھاری آواز اس کے کان میں گونج رہی تھی۔ "رنڈی۔ رنڈی۔" اسی رات کے بعد سے ہی برنارڈا جان گئی تھی کہ اپنی بقیہ زندگی وہ کچھ اور نہ چاہتی تھی۔

وہ اس کے لئے دیوانی سی ہو گئی۔ رات میں، وہ کچی آبادیوں میں ہونے والے رقصوں میں جاتے جن میں وہ ایک معزز فرد کی طرح سے کوٹ اور گول ہیٹ پہنے ہوتا جو برنارڈا نے اسے خوش کرنے کے لئے خرید کر دیا تھا جبکہ وہ خود پہلے پہل تو مختلف قسم کے بھیسوں میں ہوا کرتی تھی مگر بعد میں چہرے پر کسی قسم کا خول چڑھائے بغیر ہی اس نے اسے زنجیروں' انگوٹھیوں اور بازو بند کے سونے میں نہلا دیا تھا اور اس کے دانتوں کو ہیروں سے جڑ دیا تھا۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ وہ ہر اس عورت کو جو اس کے راستے میں آ پڑتی بستر تک لے جاتا تو اسے یوں لگا جیسے وہ مرجائے گی مگر وہ بالآخر بچے کھچے پر ہی قانع ہو گئی۔ یہ اسی دوران ہوا تھا کہ ڈومینگا ڈی ایڈوینٹو یہ سوچتے

ہوئے کہ وہ گنے کے کھیتوں پر گئی ہوئی ہے برنارڈا کے کمرے میں عین قیلولے کے وقت چلی گئی اور دونوں کو برہنہ حالت میں فرش پر پایا۔ حیرانی سے بھی زیادہ پریشانی کے عالم میں لونڈی دروازے کی چٹخنی پر ہاتھ رکھے کھڑی رہ گئی۔

"لاش کی طرح سے یہاں کھڑی نہ رہو۔" برنارڈا چلائی۔ "یا باہر دفع ہو جاؤ یا پھر یہاں نیچے ہمارے پاس آ جاؤ۔"

ڈومینگا ڈی ایڈوینٹو دروازے کو اس قدر سختی سے بند کر کے چل دی جو برنارڈا کو تھپڑ کی طرح سے محسوس ہوا۔ اسی رات اس نے اسے بلایا اور انتہائی خوفناک سزاؤں کی دھمکی دی اگر اس نے اس کے بارے کوئی بھی بات کی کہ جو کچھ اس نے دیکھا تھا۔ "خاتون فکر نہ کریں" لونڈی نے کہا۔ "آپ جس چیز سے چاہیں منع کر سکتی ہیں اور میں تعمیل کروں گی۔" اور آخر میں کہا "مسئلہ یہ ہے کہ میں جو بھی سوچوں آپ اسے منع نہیں کر سکتیں۔"

اگر مارکوس کچھ نہ کچھ جانتا بھی تھا تو وہ لاعلمی کے اظہار میں بہت ماہر تھا۔ بہرحال سائیوا ماریہ وہ واحد چیز تھی جو وہ ابھی تک مشترکہ طور پر اپنی بیوی کے ساتھ رکھتا تھا اور وہ سائیوا ماریہ کو اپنے بجائے صرف اسی کی بیٹی سمجھتا تھا۔ برنارڈا بچی کے بارے بالکل ہی نہ سوچتی تھی۔ اس نے اسے اپنے ذہن سے اس قدر پرے نکال دیا تھا کہ جب وہ گنے کے کھیتوں سے اپنے نسبتاً طویل قیام سے واپس پلٹی تو برنارڈا اسے غلطی سے کوئی اور سمجھ بیٹھی کیونکہ وہ بہت زیادہ بڑی اور بدلی ہوئی تھی۔ اس نے اسے بلوایا اس کا جائزہ لیا اور اس کی زندگی کے بارے سوالات کئے لیکن اسے ایک بھی لفظ ادا کرنے پر مجبور نہ کر سکی۔

"تم عین اپنے باپ کی طرح ہو۔" اس نے کہا۔ "ایک عجوبہ!"

ان کے رویے اس دن بھی نہیں بدلے جس دن مارکوس ایمور ڈی ڈائیوس ہسپتال سے پلٹا اور برنارڈا کے سامنے گھر کے انتظام کو جنگی بنیادوں پر اپنے ہاتھ میں لینے کے عزم کا اظہار کیا۔ اس کے مصرپن میں کچھ ایسا اضطراب تھا جس نے برنارڈا کو گنگ کر دیا۔

اس کا پہلا عمل لڑکی کو سونے کا وہ کمرہ واپس دینا تھا کہ جو اس کی دادی مارکوئس کا تھا اور جو تب تک اسی کا تھا کہ جب برنارڈا نے اسے غلاموں کے ساتھ سونے بھیج

دیا تھا۔ گرد کے نیچے اس کی پرانی شوکت موجود تھی: شاندار بستر کہ جسے غلام اس کے تانبے کی چمک کی وجہ سے سونا سمجھتے تھے: عروسی نقاب کی جالی کی مچھر دانی: مزین جھالریں' سنگ جراحت کا آفتابہ' اور سنگھار میز پر ترتیب سے پڑی عطر اور سنگار کے سامان کی بہت سی بوتلیں' پیشاب دان' چینی کا گالران اور قے دان' الغرض جوڑوں کے درد کے ہاتھوں معذور بوڑھی خاتون کی وہ تمام تر تصوراتی دنیا جس کا خواب اس نے اس بیٹی کے لئے جو کبھی نہ آئی اور اس پوتی کے لئے دیکھا تھا جسے اس نے کبھی نہ دیکھا تھا۔

جب کہ خادمائیں سائیوا کے کمرے کی صفائی کر رہی تھیں مارکوس گھر کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال رہا تھا۔ اس نے محرابوں کے سائے میں اونگھتے غلاموں کو نکال باہر کیا اور ہر اس غلام کو جسمانی سزا اور جیل بھیجنے کی دھمکی دی جو آئندہ کبھی کونوں کھدروں میں آرام کرتا پایا گیا یا ان کمروں میں جوا کھیلتا پایا گیا جو کہ بند کر دیئے گئے تھے۔ یہ کوئی نئے احکام نہ تھے۔ ان کو کہیں زیادہ سختی سے لاگو کیا جاتا تھا کہ جب برنارڈا حکم دیتی تھی اور ڈومینگا ڈی ایڈوینٹو ان کی تعمیل کراتی تھی اور مارکوس نے اپنے اس تاریخی جملے سے حظ اٹھایا تھا: "اپنے ہی گھر میں میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں حکم بجا لاتا ہوں۔" لیکن جب برنارڈا کوکو کا شکار ہو گئی اور ڈومینگا ڈی ایڈوینٹو مر گئی تو غلام چپکے سے واپس گھر میں کھسک آئے: پہلے عورتیں اپنے بچوں کے ہمراہ چھوٹے چھوٹے کاموں میں مدد دینے کے لئے اور پھر بے کار مرد برآمدوں کی ٹھنڈک کی تلاش میں۔ بربادی کے انجام سے خوفزدہ ہو کر برنارڈا نے انہیں گلیوں میں بھیک مانگ کر اپنا گزارہ کرنے کا حکم دے دیا۔ پریشان وقتوں میں ایک مرتبہ اس نے دو یا تین گھریلو ملازموں کے علاوہ سب کو آزاد کر دینے کا فیصلہ کر لیا لیکن مارکوس نے ایک غیر منطقی استدلال کے ذریعے اس خیال کی مخالفت کی۔ "اگر انہوں نے بھوک سے ہی مرنا ہے تو ان کے لئے بہتر ہے کہ یہاں مریں نہ کہ اجنبیوں میں۔"

جب سائیوا ماریہ کو کتے نے کاٹا تو وہ ان آسان تراکیب پر قائم نہ رہا۔ اس نے اس غلام کو جو بظاہر سب سے بااثر اور سب سے قابل بھروسہ تھا بعض اختیارات دے دیئے اور اسے اس قدر سخت ہدایات جاری کیں جن پر برنارڈا بھی چونک اٹھی۔ تاریکی پھیلنے کے تھوڑی ہی دیر بعد کہ جب وہ گھر ڈومینگا ڈی ایڈوینٹو کی موت کے بعد

پہلی مرتبہ منظّم حالت میں تھا۔ اس نے سائیوا ماریہ کو غلاموں کے جھونپڑے میں مختلف سطحوں پر آڑے ترچھے جھولنوں میں سوئی ہوئی نصف درجن جوان حبشی لونڈیوں کے ہمراہ پایا۔ اس نے نئے انتظام کے قوانین سنانے کے لئے ان سب کو جگا دیا۔

"آج کے بعد لڑکی گھر میں رہے گی۔" اس نے کہا۔ "اور یہ بات یہاں بھی اور باقی ہر جگہ بھی معلوم ہو جانی چاہئے کہ اس کا صرف ایک خاندان ہے اور وہ خاندان سفید فام ہے۔"

جب اس نے اسے بازوؤں میں بھر کر خواب گاہ کی طرف لے جانے کی کوشش کی تو لڑکی نے مزاحمت کی لیکن جلد ہی اس کو یہ سمجھنے پر مجبور ہونا پڑا کہ اب گھر پر ایک مرد کا حکم چلتا ہے۔ ایک مرتبہ جب وہ اس کی دادی کے کمرے میں پہنچ گئے تو اس نے اس کی غلاموں جیسی ٹاٹ کی شمیز بدل کر شب جامہ پہنا دیا لیکن اسے ایک بھی لفظ ادا کرنے پر مجبور نہ کر سکا۔ برنارڈا انہیں دروازے میں کھڑی دیکھتی رہی : مارکوس بستر پر بیٹھا تھا اور شب جامے کے بٹنوں سے الجھ رہا تھا جو نئے کاجوں میں سے نہیں گزر رہے تھے جبکہ لڑکی اس کے سامنے کھڑی تھی اور جذبات سے عاری انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔ برنارڈا اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکی۔

"تم دونوں شادی کیوں نہیں کر لیتے" اس نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ اور چونکہ مارکوس نے اسے نظر انداز کر دیا تھا اس نے مزید کہا۔ "کچھ برا کام بھی نہیں : تم چوزوں کے پاؤں والی امریکی نژاد مارکوئنسز پال سکتے ہو اور انہیں سرکس والوں کو بیچ سکتے ہو۔"

اس کے اندر بھی کچھ نہ کچھ بدل گیا تھا۔ اس کے قہقہے کی خوفناکی کے باوجود اس کا چہرہ نسبتاً کم استہزائیہ لگتا تھا اور اس کی بے وفائی کی تہہ میں ترحم کا ایسا احساس تھا جسے مارکوس نے نہیں جانا۔ جیسے ہی اس نے اس کے جانے کی آواز سنی اس نے لڑکی سے کہا "وہ ایک سورنی ہے۔"

اس نے سمجھا کہ جیسے اس نے دلچسپی کی کچھ رمق دیکھی ہو۔ "کیا تمہیں پتا ہے سورنی کیا ہوتی ہے؟" اس نے جواب کی شدید خواہش میں پوچھا۔ سائیوا ماریہ نے اسے جواب نہیں دیا۔ اس نے اپنے آپ کو بستر پر لٹائے جانے دیا : اس نے اپنا سر پروں والے تکیوں پر ٹیکنے دیا : اس نے گھٹنوں تک اپنے آپ کو اس عمدہ لینن کی

چادر میں ڈھانپے جانے دیا جس میں سے صنوبر کے صندوق کی خوشبو آ رہی تھی، پھر بھی اس نے اس پر ایک نظر ڈالنا بھی گوارا نہیں کیا۔ اس نے ضمیر پر بوجھ سا محسوس کیا۔ "کیا تم سونے سے پہلے دعا کرتی ہو۔"

لڑکی نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں۔ جھولنے کی عادی ہونے کی وجہ سے اس نے رحم کی حالت کی طرح بل کھایا اور شب بخیر کہے بغیر سو گئی۔ مارکوس نے انتہائی احتیاط سے مچھردانی بند کی تاکہ سوتے میں چمگادڑیں اس کا خون نہ چوسیں۔ تقریباً دس بج چکے تھے اور غلاموں کے نکالے جانے سے خالی ہونے والے گھر میں پاگل عورتوں کی آوازیں ناقابل برداشت تھیں۔

مارکوس نے ماسٹیف کو کھول دیا اور وہ دادی اماں کے کمرے کی طرف دوڑ پڑے اور ہانپتے اور بھونکتے ہوئے دروازوں کے رخنوں میں سے بو سونگھنے لگے۔ مارکوس نے اپنی انگلیوں کی پوروں کے سروں سے ان کے سروں میں کھجایا اور انہیں خوشخبری کے ذریعے پرسکون کر دیا: "اندر سائیوا ہے، آج سے وہ ہمارے ساتھ ہی رہے گی۔"

اس کی نیند مختصر اور بے چینی والی تھی کیونکہ پاگل عورتیں دو بجے تک گاتی رہیں۔ مرغوں کے ساتھ اٹھتے ہی اس نے جو پہلا کام کیا وہ لڑکی کے کمرے میں جانے کا تھا لیکن وہ وہاں نہ تھی۔ اس نے اسے لونڈیوں کے ہمراہ جھونپڑے میں پایا۔ اس کے نزدیک ترین سوئی ہوئی جلدی سے اٹھ گئی۔

"جناب یہ خود ہی آئی تھی۔" اس نے کہا اس سے پہلے کہ وہ سوال کرتا، "مجھے تو پتہ بھی نہیں چلا۔"

مارکوس جانتا تھا کہ یہ درست ہے۔ اس نے پوچھا کہ ان میں سے کون سائیوا ماریہ کے ساتھ تھی کہ جب کتے نے اسے کاٹا تھا۔ واحد یوریشی النسل نے جس کا نام کاریداد ڈیل کوبرنے تھا خوف سے کانپتے ہوئے اپنی نشاندہی کی۔ مارکوس نے اسے تسلی دی۔

"اس کا خیال رکھو کہ جیسے تم ڈومینگا ڈی ایڈوینٹو ہو" اس نے کہا۔

اس نے اس کے فرائض کی وضاحت کر دی۔ اس نے اس کو تنبیہہ کی کہ ایک لمحے کے لئے بھی لڑکی کو اپنی آنکھ سے اوجھل نہ ہونے دے اور اسے لاڈ پیار سے بگاڑے بغیر محبت اور لگاؤ سے اس کا خیال رکھے۔ سب سے اہم یہ کہ اسے اس

کانٹوں بھری جھاڑی کی باڑھ کو پار نہیں کرنا چاہئے، جو وہ غلاموں کے احاطے اور بقیہ گھر کے درمیان رکھے گا۔ صبح جب وہ جاگے اور رات میں سونے سے پہلے اس سے پوچھے گئے بغیر ہی سے اس کو مکمل رپورٹ دینا ہو گی۔

"جو کچھ بھی تم کرو اور جیسے بھی کرو اس میں احتیاط برتنا۔" اس نے آخر میں کہا۔ "صرف تم ہی اس بات کو یقینی بنانے کی ذمہ دار ہو گی کہ میرے یہ احکام بجا لائے جائیں۔"

کتوں کو ان کے پنجروں میں واپس بند کرنے کے بعد صبح سات بجے مارکوس ایبریتسیو کے گھر چلا گیا۔ ڈاکٹر خود ہی دروازے پر آیا کیونکہ اس کے ہاں کوئی غلام یا ملازم نہ تھے۔ مارکوس نے خود ہی اپنے آپ کی سرزنش کر دی، جس کا اس کے خیال میں وہ مستحق تھا۔

"یہ ملاقات کا کوئی وقت نہیں۔" مارکوس نے کہا۔

"ڈاکٹر نے جو اس گھوڑے کے لئے مشکور تھا جو اس نے ابھی وصول کیا تھا اپنا دل بچھا سا دیا۔ وہ صحن میں سے اس کی رہنمائی کرتا ہوا ایک ایسے چھپر تک لے آیا کہ جو ایک تباہ شدہ بھٹی کے علاوہ ایک پرانے لوہار خانے کی واحد باقیات تھا۔ جانے پہچانے ماحول سے باہر ہونے کی وجہ سے دو سالہ خوبرو سرخی مائل بھورا گھوڑا بے چین دکھائی دیتا تھا۔ ایبریتسیو نے اس کے کان میں لاطینی زبان میں خالی خولی سرگوشیاں کرتے اور گالوں کو تھپتھپاتے ہوئے جانور کو پرسکون کر دیا۔

مارکوس نے اسے بتایا کہ مردہ گھوڑے کو ایمور ڈی ڈائیوس ہسپتال کے اس پرانے باغ میں دفن کر دیا گیا تھا جسے ہیضے کی وباء کے دوران امراء کے لئے تحریمی وقف قرار دیا گیا تھا۔ ایبریتسیو نے اس کی انتہائی مہربانی پر اس کا شکریہ ادا کیا۔ جب وہ بات کر رہے تھے تو اس نے محسوس کیا کہ اس کا ملاقاتی کچھ فاصلے پر کھڑا ہے۔ مارکوس نے تسلیم کیا کہ اس میں کبھی بھی گھڑ سواری کا حوصلہ نہ تھا۔

"گھوڑے بھی مجھے اتنا ہی خوفزدہ کر دیتے ہیں جتنا کہ چوزے" اس نے کہا۔ "یہ بہت بری بات ہے کیونکہ گھوڑوں کے ساتھ عدم مطابقت نے انسانی ترقی کو متاثر کیا ہے۔" ایبریتسیو نے کہا۔ "اگر ہم کبھی ان رکاوٹوں کو گرا سکتے تو قنطورس پیدا کر سکتے تھے۔"

وسیع سمندر کی طرف کھلتی دو کھڑکیوں سے روشن گھر کا اندرونی حصہ ایک دائمی مجرد کی سی انتہائی خوش ذوقی سے ترتیب دیا گیا تھا۔ ماحول میں مرہموں کی ایسی خوشبو بسی ہوئی تھی جو دوا کی تاثیر میں یقین کو بڑھاتی تھی۔ ایک صاف اور مرتب میز اور لاطینی زبان میں نشان زدہ چینی کی بوتلوں کا حامل شیشے کا ڈبہ بھی پڑا تھا۔ دھول سے ڈھکا ہوا معالجانہ بربط ایک کونے میں دھکیلا جا چکا تھا۔ سب سے نمایاں مزین جلدوں والی کتابیں تھیں جن میں بیشتر لاطینی زبان میں تھیں۔ وہ شیشے کے دروازوں کے پیچھے کھلے خانوں میں یا پھر انتہائی احتیاط سے فرش پر ترتیب سے پڑی تھیں اور ڈاکٹر کاغذ کی ان تنگ نہروں میں سے گلابوں میں سے گزرتے گینڈے کی سی آسانی سے چل لیتا تھا۔ مارکوس کتابوں کی تعداد پر حیران رہ گیا۔

"یقیناً تمام تر علم اس کمرے میں ہو گا۔" اس نے کہا۔

"کتابیں بے وقعت ہیں۔" **ایبریتسیو** نے پرمزاح انداز میں کہا۔ "زندگی نے مجھے ان بیماریوں کے علاج میں مدد دی ہے کہ جو دوسرے ڈاکٹر اپنی دواؤں کے ذریعے لاحق کرتے ہیں۔"

اس نے اپنی آرام کرسی سے سوتی ہوئی ایک بلی کو ہٹایا تاکہ مارکوس بیٹھ سکے۔ اس نے اسے جڑی بوٹیوں کی چائے پیش کی جسے اس نے اپنے کیمیا گری والے چولہے پر پکایا تھا اور اپنے طبی تجربات کے بارے میں بولتا رہا حتیٰ کہ اس نے محسوس کیا کہ مارکوس اس میں دلچسپی کھو بیٹھا ہے۔ یہ درست بھی تھا: اچانک حرکت کرتے ہوئے وہ کھڑا ہو گیا اور کھڑکی میں سے خراب حال سمندر کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی طرف پیٹھ پھیر لی۔ بالآخر پیٹھ موڑتے ہی اس نے ابتدا کرنے کا حوصلہ مجتمع کیا۔

"ڈاکٹر۔" وہ بڑبڑایا۔

ایبریتسیو کو اس کے بولنے کی توقع نہ تھی۔

"ہوں؟"

"طبی اخفاء کے یقین کے تحت اور صرف تمہاری اطلاع کے لئے میں تسلیم کرتا ہوں کہ لوگ درست کہتے ہیں۔" مارکوس نے پر رعب آواز میں کہا۔ "باؤلے کتے نے میری بیٹی کو بھی کاٹا تھا۔"

اس نے ڈاکٹر کی طرف دیکھا اور اسے ایک پرسکون شخص کو پایا۔

"میں جانتا ہوں۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "اور میرا خیال ہے کہ یہی وجہ ہے کہ آپ یہاں اس قدر صبح آئے ہیں۔"

"ہاں یوں ہی ہے۔" مارکوس نے کہا۔ اور اس نے وہی سوال دہرایا جو اس نے پہلے ہی ہسپتال میں موجود باؤلے پن کے مریض کے بارے میں پوچھا تھا: "ہم کیا کر سکتے ہیں؟"

پچھلے روز کے اپنے بے رحمانہ جواب کی بجائے **ابریتسیو** نے سائیوا ماریہ کے **معائنے** کے لئے کہا۔ اسی کے لئے مارکوس درخواست گزارنے آیا تھا۔ پس وہ دونوں متفق تھے اور دروازے پر گاڑی ان کے لئے منتظر تھی۔

جب وہ گھر پہنچے تو مارکوس نے برنارڈا کو اپنے سنگھار میز کے سامنے بیٹھ کر اپنے بالوں کو ان گزرے سالوں کی سی عشوہ گری سے سنوارتے ہوئے دیکھا کہ جب انہوں نے آخری مرتبہ آپس میں پیار کیا تھا اور جسے اس نے اپنی یادداشت سے کھرچ ڈالا تھا۔ کمرہ اس کے صابن کی خوشگوار خوشبو سے رچا ہوا تھا۔ اس نے اپنے شوہر کو آئینے میں دیکھا اور کسی تلخی کے بغیر کہا "ہم ایسے کون ہیں کہ گھوڑے "تحفتاً" بانٹتے پھریں۔"

مارکوس نے سوال کو نظر انداز کر دیا۔ اس نے شکن آلود بستر سے اس کا عام استعمال والا چغہ اٹھایا۔ برنارڈا پر پھینکا اور بغیر کسی نرمی کے حکم دیا۔ "کپڑے پہنو۔ ڈاکٹر یہاں آ رہا ہے۔"

"خدایا میری مدد فرما۔" اس نے کہا۔

"تمہارے لئے نہیں: اگرچہ تمہیں اس کی سخت ضرورت ہے۔" اس نے کہا۔ "وہ لڑکی کو دیکھنے آیا ہے۔"

"اس سے اسے کچھ فائدہ نہ ہو گا۔" برنارڈا نے کہا۔ "یا تو وہ مر جائے گی یا پھر نہیں مرے گی: دوسری کوئی صورت نہیں۔" لیکن پھر تجسس کے مارے اس نے پوچھا۔ "وہ ہے کون؟"

"**ابریتسیو**۔" مارکوس نے کہا۔

برنارڈا خوفزدہ سی ہو گئی۔ وہ اپنی عزت ایک لالچی یہودی کے ہاتھ میں دینے پر اسے تنہا اور برہنہ حالت میں مرنے کو ترجیح دیتی۔ وہ اس کے والدین کا معالج رہا تھا

اور انہوں نے اسے چھوڑ دیا تھا کیونکہ وہ اپنی تشخیص کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنے کے لئے اپنے مریضوں کی حالت کا اعلان کر دیا کرتا تھا۔ مارکوس نے اسے مجبور سا کر دیا۔

"اگرچہ تم ایسا نہیں چاہتیں اور میں تو اس سے بھی کم ایسا چاہتا ہوں، تم بہرحال اس کی ماں ہو۔" اس نے کہا۔ "اسی مقدس حق کی بنیاد پر میں چاہتا ہوں کہ تم اس معائنے کی اجازت دے دو۔"

"جہاں تک میرا تعلق ہے تم سب جو چاہو کرو۔" برنارڈا نے کہا۔ "میں تو پہلے ہی مر چکی ہوں۔"

توقع کے برعکس لڑکی کسی مزاحمت کے بغیر اسی قسم کے تجسّس کے ساتھ کہ جو وہ کسی چابی بھرے کھلونے کے ساتھ روا رکھتی اپنے جسم کے بھرپور معائنے پر رضامند ہو گئی۔

"ڈاکٹر اپنے ہاتھوں سے دیکھتے ہیں۔" ابرینتسیو نے اس سے کہا۔

محظوظ ہوتے ہوئے لڑکی پہلی مرتبہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

اس کی عمدہ صحت کی علامات صاف ظاہر تھیں۔ کیونکہ اپنی کمزور شباہت کے باوجود وہ تقریباً غیر مرئی سنہری بالوں سے ڈھکے ہوئے اور شاندار شباب کے اوائل کے مظہر متوازن جسم کی حامل تھی۔ اس کے دانت بالکل درست تھے، اس کی نظر بھی درست تھی۔ اس کے پاؤں پرسکون، ہاتھ مستعد اور بالوں کا ہر سرا ایک لمبی زندگی کا آغاز نظر آتا تھا۔ اس نے اس کے ہلکے پھلکے سوالات کے جواب خوش مزاجی سے اور انتہائی حتمی انداز میں کچھ اس طرح سے دیئے کہ یہ جاننے کے لئے کہ اس کا کوئی جواب بھی سچ نہیں تھا کسی بھی شخص کے لئے اسے اچھی طرح جاننا بہت ضروری ہوتا۔ وہ صرف اس وقت کچھ کچھی جب ڈاکٹر کی نظر اس کے ٹخنے کے چھوٹے سے دھبے پر پڑی۔ ابرینتسیو نے اپنی زیرکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوچھا "کیا تم گری تھیں؟"

لڑکی نے پلکیں جھپکائے بغیر اثبات میں سر ہلا دیا: "جھولے سے۔"

ڈاکٹر نے لاطینی زبان میں اپنے آپ سے باتیں کرنا شروع کر دیں۔ مارکوس نے ٹوکتے ہوئے کہا "ہسپانوی زبان میں بات کرو۔"

"میں آپ سے بات نہیں کر رہا" ابرینتسیو نے کہا۔ "میں لاطینی زبان میں سوچتا

ہوں۔"

سائیوا ماریہ اس وقت تک **ابریتسیو** کے مکر و فریب سے محظوظ ہوتی رہی جب تک کہ اس نے اپنا کان اس کے سینے سے نہ لگا دیا۔ خوف سے اس کے دل نے تیزی سے دھڑکنا شروع کر دیا اور اس کی جلد نے ایسی نیلاہٹ آمیز سرد تراوٹ خارج کی جس کی ہلکی پیری بو تھی۔ جب معائنہ ختم ہو چکا تو ڈاکٹر نے اس کی گال کو شفقت سے سہلایا۔

"تم بہت بہادر ہو۔" اس نے کہا۔

جب وہ مارکوس کے ساتھ تنہائی میں ملا تو اس نے اسے بتایا کہ لڑکی جانتی ہے کہ کتا باؤلا تھا۔ مارکوس کچھ نہ سمجھ پایا۔

"اس نے تمہیں بہت سی باتیں غلط بتائیں۔" اس نے کہا۔ "لیکن یہ تو ان میں شامل نہیں تھی۔"

"جناب اس نے مجھے نہیں بتایا۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "اس کے دل نے بتا دیا۔ وہ بالکل کسی پھنسے ہوئے چھوٹے سے مینڈک کی طرح تھا۔"

"مارکوس نے اپنی بیٹی کی دوسری حیرت انگیز دروغ گوئیوں کا کسی ناراضگی کے بجائے ایک مخصوص پدرانہ فخر کے ساتھ تفصیلی تزکرہ کیا۔ "شاید وہ ایک شاعرہ بنے گی۔" اس نے کہا۔ **ابریتسیو** نے اس سے اتفاق نہیں کیا کہ دروغ گوئی فنون کی کوئی خاصیت ہے۔

"تصنیف جتنی حقیقی ہو شاعری اتنی ہی نمایاں ہوتی ہے۔" اس نے کہا۔

وہ واحد چیز جس کی وہ کوئی توجیہہ پیش نہیں کر سکا تھا لڑکی کے پسینے میں پیاز کی بو تھی۔ چونکہ وہ کسی بو اور باؤلے پن کے مرض کے باہمی تعلق کے بارے نہیں جانتا تھا اس نے کسی شئے کی علامت کے طور پر اسے مسترد کر دیا۔ کاریدد ڈیل کو برلے نے بعد میں مارکوس کے سامنے انکشاف کیا کہ سائیوا ماریہ نے خفیہ طور پر ہی اپنا آپ غلاموں کے طور طریقوں میں ڈھال لیا تھا۔ جنہوں نے اسے مناجو کا آمیزہ چبانے پر مجبور کیا تھا اور کتے کے برے اثرات زائل کرنے کے لئے اسے برہنہ حالت میں پیازوں والے تہہ خانے میں رکھا تھا۔

ابریتسیو نے باؤلے پن کی چھوٹی سے چھوٹی تفصیل بتانے میں بھی رعایت نہیں

برتی۔ ''زخم جتنا گہرا اور دماغ کے جتنا نزدیک ہو پہلا حملہ اتنا ہی زیادہ خطرناک اور جلد ہوتا ہے۔'' اس نے کہا۔ اس نے اپنے ایک مریض کے بارے میں بتایا جو کہ پانچ برس بعد مرا اگرچہ یہ امکان بھی تھا کہ اسے بعد میں وہی متعدی مرض لاحق ہو گیا ہو اور جس کی طرف دھیان نہ دیا گیا ہو۔ تیزی سے دھبہ پڑ جانے کا کوئی خاص معنی نہیں۔ غیر معینہ وقت کے بعد داغ سوج سکتا ہے' پھٹ سکتا ہے اور پک سکتا ہے۔ تکلیف اس قدر خوفناک ہوتی ہے کہ موت بھی قابل ترجیح ہے۔ اس صورت میں واحد قانونی کام جو کوئی کر سکتا ہے وہ یہی ہے کہ ایمور ڈی ڈائیوس ہسپتال کا رخ کرے جہاں پر بد عتیوں اور خوفناک پاگلوں پر قابو پانے کے لئے تربیت یافتہ سینیگالی موجود ہیں۔ دوسری صورت میں مارکوس کو خود لڑکی کو اس کی موت تک بستر سے باندھے رکھنے کی ذمہ داری لینا ہو گی۔ ''انسانیت کی طویل تاریخ میں'' اس نے آخر میں کہا۔ ''باؤلے پن کا کوئی مریض اپنی کہانی بیان کرنے کے لئے زندہ نہیں بچا۔''

مارکوس نے فیصلہ کیا کہ کوئی ذمہ داری چاہے وہ کتنی ہی بھاری کیوں نہ ہو۔ ایسی نہیں جو وہ اٹھانے پر تیار نہ ہو۔ لڑکی گھر پر ہی موت کو گلے لگائے گی۔ ڈاکٹر نے اسے ایسی نگاہ سے نوازا جو پر احترام ہونے سے زیادہ پر رحم تھی۔

''جناب کوئی بھی شخص آپ کی طرف سے اس سے کم عظمت کی توقع نہیں کر سکتا۔'' اس نے کہا۔ ''اور مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی روح میں اس کو برداشت کرنے کی سکت ہے۔''

اس نے پھر سے اصرار کیا کہ آثار کچھ ایسے خطرناک نہیں۔ زخم انتہائی خطرے کی حد سے بہت دور تھا اور کسی کو بھی خون کا بہنا یاد نہیں پڑتا۔ غالب امکان یہی تھا کہ سائیوا ماریہ کو باؤلا پن لاحق نہیں ہو گا۔

''فی الوقت کیا کیا جائے۔'' مارکوس نے پوچھا۔

''فی الوقت!'' **ابرینتسیو** نے کہا۔ ''اسے موسیقی سنوائیں' گھر پھولوں سے بھر دیں' پرندوں کی چہچہاہٹ سنوائیں' سورج غروب ہوتا دکھانے کے لئے اسے سمندر تک لے جائیں: اسے ہر وہ چیز دیں جو اسے خوشی دے۔'' اس نے اپنا ہیٹ لہراتے اور لاطینی زبان میں اپنا لازم فقرہ دہراتے ہوئے اجازت چاہی۔ لیکن اس مرتبہ اس نے مارکوس کے لئے اس کا ترجمہ بھی کر دیا۔ ''جس کا علاج خوشی نہیں کر سکتی ایسا مرض کوئی دوا بھی دور نہیں کر سکتی۔''

باب :2

کوئی کبھی بھی نہ جان سکا کہ مارکوس کس طرح سے عدم توجہی کی اس حالت کو پہنچا یا یہ کہ وہ کیونکر اس طرح کی غیر مطابقت آمیز قسم کی شادی برقرار رکھے ہوئے تھا جب کہ اس کی زندگی ایک پرسکون قسم کے رنڈوے پن کی طرف جا رہی تھی۔ اپنے باپ مارکوس اول کے غیر معمولی اختیارات کی موجودگی میں کہ جو آرڈر آف سینٹیا گو کا ایک نائٹ غلاموں کا ایک بے رحم تاجر اور پتھر دل آقا تھا اور جس کا شاہ اسے ہر قسم کے اعزاز اور اعزازی عہدے سے نوازنے کو تیار تھا اور اس کے کسی جرم پر اسے سزا نہ دیتا تھا' وہ بذات خود جو بننا چاہتا بن سکتا تھا۔

اس کے اکلوتے وارث یناشیو میں کسی بھی بارے میں کوئی رجحان نہ تھا۔ وہ ذہنی عدم بلوغت کی واضح نشانیاں لئے ہوئے بڑا ہوا' بلوغت پانے تک وہ ان پڑھ ہی تھا اور وہ کسی سے محبت بھی نہیں کرتا تھا۔ اس نے اپنے اندر زندگی کی پہلی علامت بیس برس کی عمر میں اس وقت محسوس کی جب اس نے ڈیوائنا پیسٹورا کی رہائشی ایک ایسی قیدی سے محبت کی اور اس سے شادی پر کمربستہ ہو گیا کہ جس کے گیت اور چیخیں اس کے بچپن میں اس کی لوری کا کام دیتی رہی تھیں۔ اس کا نام ڈلسے اولیویا تھا۔ بادشاہوں کے لئے زین بنانے والوں کے ایک خاندان کی اکیلی اولاد ہونے کی وجہ سے اسے زین بنانے کا فن اس وجہ سے سیکھنا پڑا تھا تاکہ دو صدی پرانی روایت اس کے ساتھ ہی ختم نہ ہو جائے۔ مردوں کے ایک فن میں اس طرح کی غیر معمولی مداخلت ہی کو اس کے عقل سے بیگانہ ہو جانے کی وجہ گردانا جاتا تھا اور بیگانگی بھی ایسی شدید کہ اسے اپنی گندگی نہ کھانے کے بارے میں سمجھانا ایک مشکل امر تھا۔ اس سب سے قطع نظر درمیانی سی قابلیت کے حامل ایک امریکی نژاد مارکوس کے لئے وہ بہترین رفیق ثابت ہوتی۔

ڈلسے اولیویا تیز فہم اور مضبوط کردار کی حامل تھی اور اس کے پاگل پن کا اندازہ لگانا آسان نہ تھا۔ پہلی ہی مرتبہ کہ جب اس نے اسے دیکھا' نوجوان یناشیو اسے بالکونی میں موجود پرشور مریضوں کے ہجوم میں ممیّز دیکھ سکتا تھا اور اسی دن انہوں نے اشاروں میں باتیں بھی کیں۔ کاغذ تہہ کرنے کے فن میں ماہر ہونے کی وجہ سے وہ اسے چھوٹے چھوٹے کاغذی پرندوں کے ذریعے پیغام بھیجتی۔ اس نے بھی اس سے خط و کتابت کے لئے لکھنا اور پڑھنا سیکھا اور یہی سب کچھ ایک ایسے جائز قسم کے احساس کا آغاز تھا کہ جسے کوئی بھی سمجھنے کو تیار نہ تھا۔ مارکوس اول بہت پریشان ہو گیا اور اس نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ وہ سب کے سامنے ان سب باتوں کو جھٹلا دے۔

"یہ سب نہ صرف درست ہے۔" یناشیو نے جواباً" کہا "بلکہ میں نے اس کا رشتہ مانگنے کے لئے اس کی اجازت بھی حاصل کر لی ہے۔" اس دلیل کے جواب میں کہ وہ پاگل ہے اس نے جواباً" اپنی دلیل دے ڈالی۔ "پاگل لوگ اس وقت پاگل نہیں رہتے جب ان کی دلیلیں مان لی جائیں۔"

اس کے باپ نے تمام تر حاکمانہ اختیارات دیتے ہوئے کہ جنہیں استعمال کرنے کا اس کا کوئی ارادہ نہ تھا' اسے اپنی دیہی جاگیر پہ بھیج دیا۔ جو کہ زندگی میں موت کے مترادف تھا۔ یناشیو چوزوں کے علاوہ ہر قسم کے جانوروں سے خوفزدہ تھا۔ لیکن اپنی جاگیر پر جب اس نے نزدیک سے ایک زندہ چوزے کا مشاہدہ کیا اور اس کے بارے میں گائے کے حجم کے برابر بڑھنے کا تصور کیا تو اسے یہ احساس ہوا کہ یہ خشکی یا تری پر پائی جانے والی کسی بھی چیز سے کہیں زیادہ خوفناک بلا ہے۔ تاریکی میں وہ ٹھنڈے پسینے میں نہا جاتا اور صبح کے وقت چراگاہوں کی توہماتی خامشی کی وجہ سے دم گھٹنے کے احساس سے جاگ اٹھتا۔ پلکیں نہ جھپکانے والا شکاری ماسٹیف جو اس کی خواب گاہ کے باہر پہرہ دیتا تھا دوسرے کسی بھی خطرے کے مقابلے میں اسے زیادہ بد حواس کر دیتا تھا۔ وہ خود کہتا تھا: "میں زندہ رہنے کے خوف کے ساتھ زندہ ہوں۔" جلا وطنی کے دوران ہی اس نے اپنی اداس ظاہری حالت' محتاط طرز عمل' غور و فکر کی عادت' پژمردہ سا طرز عمل' سست گوئی اور ایک ایسا صوفیانہ طرز عمل اپنا لیا --- جو یوں محسوس ہوتا تھا کہ اسے کسی عزلت گزیدہ حجرے میں محدود کر چھوڑے گا۔

اپنی جلا وطنی کے پہلے سال کے آخر میں وہ سیلابی دریاؤں جیسا شور سن کر جاگ اٹھا۔ جاگیر پر پائے جانے والے جانوروں نے اپنی آرام گاہیں چھوڑ دی تھیں اور چودہویں کے چاند کی روشنی میں انتہائی خامشی سے کھیتوں کو عبور کر رہے تھے۔ جب کہ وہ چراگاہوں اور گنے کے گھنے کھیتوں' طوفانی ندیوں اور سیلاب زدہ دلدلی زمینوں کے عین پار جا رہے تھے انہوں نے اپنے راستے میں پڑنے والی ہر چیز کو روند ڈالا۔ ان کے آگے آگے مویشیوں کے ریوڑ اور بار برداری اور سواری والے گھوڑے تھے جبکہ ان کے پیچھے پیچھے سئور' بھیڑیں اور مرغے' مرغیاں ایک ایسی منحوس قطار میں چلے جا رہے تھے جو تاریکی میں گم سی ہوئی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ بشمول کبوتر آزاد اڑنے والے پرندے بھی جا رہے تھے۔ صرف وہ شکاری ماسٹیف ہی اپنے مالک کی خواب گاہ کے باہر اپنی جگہ پر موجود رہ گیا۔ یہی اس تقریباً بشری دوستی کا نقطہ آغاز ثابت ہوا جو مارکوس نے اس کتے اور ان بہت سے دوسرے ماسٹیف کتوں کے ساتھ روا رکھی جو اس کے بعد اس گھر میں آئے۔

اس بیابان جاگیر پر شدید خوف کے ہاتھوں مجبور ہو کر "نوجوان یناشیو نے اپنی محبت کو تیاگ دیا اور اپنے باپ کی مرضی کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ لیکن اس کے باپ نے محبت کی قربانی سے مطمئن ہوئے بغیر اپنی وصیت کی ایک شق میں یہ شرط رکھ دی کہ اس کے بیٹے کو کسی ہسپانوی نواب کی وارث سے شادی کرنا ہو گی۔ اس طرح سے ایک پر تکلف شادی کے ذریعے وہ ڈونا اولالا ڈی مینڈوزا سے بندھن میں بندھ گیا جو بہت سے اور مختلف قسم کے جواہر کی حامل خوبصورت عورت تھی اور جس کے کنوار پن کو اس نے محض اس لئے قائم رہنے دیا کہ کہیں اسے ایک بچے کی حامل ہونے کا اعزاز نہ مل جائے۔ اس کے سوائے اس نے وہی زندگی روا رکھی جو کہ وہ اپنی پیدائش کے دن سے گزار رہا تھا: ایک بے کار کنوار پن کی زندگی۔

ڈونا اولالا ڈی مینڈوزا اسے دنیا میں لے آئی۔ وہ اپنے عقائد کی وجوہ سے زیادہ محض اکٹھے نظر آنے کے لئے عشائے ربانی کی اعلیٰ رسم میں شرکت کرتے۔ جس میں وہ ریشمی لباس پہنے اور سونے سے لدی لونڈیوں کی ہمراہی میں شاندار شال' چنٹ دار لہنگا اور کاسٹیل کی باسی سفید فام خاتون کی مخصوص کلف شدہ جھالر دار ٹوپی پہن کر

شریک ہوتی۔ ان گھریلو سلیپروں کے بجائے جو انتہائی خوش ذوق خواتین بھی گرجا گھر تک میں پہن کر چلی جاتی تھیں وہ موتیوں سے مزین چمڑے کے جوتے پہنتی۔

دوسرے ممتاز افراد کے برعکس کہ جو پرانی طرز کے مصنوعی بالوں کے کنٹوپ اور زمردی بٹنوں کو ترجیح دیتے تھے مارکوس سوتی لباس اور ٹولیڈو کی روایتی ٹوپی پہنتا۔ تاہم عوامی اہمیت کے مواقع پر اس کی شرکت ہمیشہ ایک فرض کی صورت ہی رہتی تھی کیونکہ وہ کبھی بھی سماجی زندگی کے بارے میں اپنے خوف پر قابو نہیں پا سکا تھا۔

ڈونا اولالا نے سیگوویا میں واقع سکار لائی ڈو مینیکو میں تعلیم حاصل کی تھی اور سکولوں اور خانقاہوں میں موسیقی اور گانے کی تعلیم دینے کا اپنا سرٹیفکیٹ اعزاز کے ساتھ حاصل کیا تھا۔ وہ سپین سے ایک پیانو کے علیحٰدہ کئے ہوئے ان حصوں کے ہمراہ جنہیں اس نے خود سے دوبارہ جوڑا اور تار والے بہت سے دوسرے سازوں کے ہمراہ آئی تھی جنہیں وہ بہت مہارت سے بجاتی اور سکھاتی تھی۔ اس نے نوآموزوں کا ایک ایسا گروہ بنا لیا تھا جو اٹلی' فرانس اور سپین سے موصولہ نئی دھنوں سے گھر کی سہ پہروں کو تقدیس عطا کر دیتا تھا۔ تاہم لوگوں کا کہنا تھا کہ انہیں روح القدس کی عنائت سے القا ہوتا ہے۔

مارکوس موسیقی کے لئے ناموزوں محسوس ہوتا تھا۔ فرانسیسی کہاوت کے مطابق کہا جاتا تھا کہ اس کے ہاتھ ایک فن کار کے اور کان توپچی کے ہیں۔ لیکن جس دن سے ساز --- اپنے ڈبوں سے نکالے گئے وہ دوہری گردن کے عجب پن' کلیدی تختے کے حجم' تاروں کی تعداد اور آواز کے صاف پن کی وجہ سے ایک اطالوی بربط تھیوربو میں کشش محسوس کر رہا تھا۔ ڈونا اولالا نے تہیہ کر لیا کہ وہ بھی اسے اتنے ہی بہتر انداز میں بجائے گا جتنا کہ وہ خود بجاتی تھی۔ وہ خود صبر اور محبت سے جبکہ وہ ایک پتھر کاٹنے والے کی ضد کے ساتھ اپنی صبحیں اس وقت تک باغ میں درختوں کے نیچے مشق کرنے میں گزارتے رہے کہ جب تک انہوں نے اس عشقیہ گیت میں پوری مہارت حاصل نہ کر لی۔

موسیقی نے ان کی خانگی مطابقت میں اس قدر بہتری پیدا کر دی کہ ڈونا اولالا نے وہ قدم اٹھانے کی ہمت کر لی جو ابھی تک معدوم تھا۔ ایک طوفانی رات میں ایک ایسے

خوف کا دکھاوا کر کے کہ جو شاید وہ محسوس بھی نہ کر رہی تھی وہ اپنے کنوارے شوہر کی خوابگاہ میں چلی گئی۔

"میں اس بستر کے آدھے حصے کی مالک ہوں۔" اس نے کہا۔ "اور میں اسے اپنانے آئی ہوں۔"

وہ بضد رہا۔ اس یقین کے ساتھ کہ وہ اسے دلیل سے یا بزور راضی کر سکے گی' اس نے یہی کچھ کیا۔ لیکن وقت نے انہیں مہلت نہ دی۔ نومبر کی نو تاریخ کو جب کہ وہ مالٹے کے درختوں کے نیچے دو گانا گا رہے تھے۔ ہوا صاف ستھری اور آسمان صاف اور بادلوں سے مبرا تھا' دھماکہ خیز دھمک نے انہیں سہما سا دیا اور ڈونا اولالا آسمانی بجلی کا شکار ہو گئی۔

خوف سے سہمے ہوئے شہر نے اس سانحے کی توجیہہ کسی ناقابل اعتراف گنا کے جواب میں خدائی قہر کے اظہار کے طور پر کی۔ مارکوس نے ملکاؤں جیسی تدفین کا حکم دیا اور اسی موقع پر اس نے پہلی مرتبہ وہ سیاہ تافتہ پہنا اور اس زرد رو رنگت میں سامنے آیا جو بعد میں اس نے ہمیشہ اپنائے رکھی۔ جب وہ قبرستان سے لوٹا تو وہ باغ میں مالٹے کے درختوں پر برف کی طرح سے گرتے کاغذی پرندوں کی ایک بڑی تعداد کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے ان میں سے ایک اٹھایا' اس کی تہیں کھولیں اور اسے پڑھا: مصیبت کا وہ کوندا میری طرف سے تھا۔

ماتم کے نو دن ختم ہونے سے بیشتر ہی اس نے وہ زمینیں جو اس کی وراثت کی اصل شان و شوکت کی حامل تھیں' مومپاکس اور تیاپل میں واقع مویشی پال کھیت اور وہاں سے محض دو کوس دور ماہیٹس میں دو ہزار ہیکٹر جن پر سواری اور کھیل میں استعمال ہونے والے گھوڑوں کے بہت سے ریوڑ' ایک فارم اور کیریبئن کے ساحل کے اردگرد کے بہترین گنے کے کھیت تھے سبھی کچھ چرچ کو عطیہ کر دیا۔ تاہم اس کی امارت کی روایت اس وسیع' غیر کاشتہ زرعی زمین پر منحصر تھی جس کی تصوراتی حدود لاگواریہ پہ کی دلدلوں اور لاپیوریزا کی سیم زدہ زمینوں سے بھی پرے تک چلی جاتی تھیں اور یوراپا کی مینگروو والی دلدلوں تک پھیلی ہوئی تھیں۔ واحد چیزیں جو اس نے اپنے پاس رکھیں وہ ایک انتہائی محدود غلاموں کے حصے کے ہمراہ وہی جاگیردارانہ حویلی

اور ماہیتس کے گنے کے کھیت تھے۔ اس نے گھر کا انتظام ڈومینگا ڈی ایڈوینٹو کے حوالے کر دیا۔ اس نے بوڑھے نیپچونو کا سائیس کا وہ عہدہ برقرار رہنے دیا جو مارکوس اول نے اسے عطا کیا تھا اور اسے گھر کے بچے کھچے تھان کا منتظم مقرر کر دیا۔

اپنے آباء کی اس فسردہ حویلی میں پہلی بار تنہا رہتے ہوئے وہ امریکی نژاد امراء کے اس پیدائش خوف کے زیر اثر بھرپور نیند نہ کر سکا کہ ان کے غلام سوتے میں انہیں قتل کر دیں گے۔ اچانک اس کی آنکھ کھل جاتی اور وہ فیصلہ نہ کر پاتا کہ آیا روشن دان سے اس پر مرکوز سرخ آنکھیں اسی جہان سے متعلقہ تھیں یا اگلے جہاں سے۔ وہ پنجوں کے بل دروازے تک جاتا' تیزی سے اسے کھول دیتا اور یوں اس غلام کو جو چابی کے سوراخ سے اس کی مخبری میں لگا ہوتا --- تحیر زدہ کر دیتا۔ اس نے کئی مرتبہ سیاہ فام غلاموں کو برہنہ اور پکڑے جانے سے بچنے کے لئے ناریل کے تل کی مالش کئے ہوئے چیتے کی سی پھرتی سے برآمدوں سے بھاگ نکلتے سنا۔ اس قدر ناقابل برداشت خوف سے مجبور ہو کر اس نے حکم دیا کہ شمعیں صبح تک جلتی رہنے دی جائیں' ان غلاموں کو نکال باہر کیا جو آہستہ آہستہ خالی جگہوں کو گھیر رہے تھے اور گھر میں وہ اولیں ماسٹیف بھی لے آیا جو فنون حرب میں ماہر تھے۔

گھر کا بڑا داخلی راستہ بند کر دیا گیا۔ فرانسیسی فرنیچر کو کہ جس کی مخمل سیلن زدگی کی وجہ سے بو دینے لگ گئی تھی' ہٹا دیا گیا' بھدے پردے' چینی کے برتن اور گھڑی ساز کے فن کے شاہکار بیچ دیئے گئے اور خالی کی گئی خواب گاہوں میں گرمی سے بچاؤ کے لئے رسی کے جھولنے لٹکا دیئے گئے۔ اگرچہ وہ چرچ کو عشر کی ادائیگی باقاعدگی سے کرتا رہا' مارکوس نے مزید ایک بھی عشائے ربانی نہیں سنا اور نہ ہی پھر کبھی گوشہ تنہائی میں گیا' اس نے جلوسوں میں خدائے یسوع کا مخصوص مذہبی لبادہ بھی کبھی نہ اٹھایا اور نہ تو چھٹیاں مناتا اور نہ ہی روزوں کی زیادہ پرواہ کرتا۔ اس نے اپنے جھولنے میں پناہ ڈھونڈ لی: اگست کی روایتی کاہلی کے دوران بعض اوقات اپنی خواب گاہ میں اور اپنے قیلولہ کے لئے تقریباً ہمیشہ ہی باغ میں مالٹے کے درختوں کے پیچھے۔ پاگل عورتیں اس پر باورچی خانے سے لائے ہوئے روٹی کے ٹکڑے پھینکتیں اور اس کے ساتھ فحش فقرے بازی کرتیں مگر جب حکومت نے اسے پاگل خانے کو وہاں سے

ہٹانے کی پیش کش کی تو اس نے اس کی رہائشی عورتوں کے ساتھ تعلق کے پیش نظر اسے مسترد کر دیا۔

اس شخص کے بے پرواہانہ انکار کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہوئے جس کو اس نے لبھانے کی کوشش کی تھی ڈلسے اولیویا نے اس سب کے تصور میں پناہ ڈھونڈ لی کہ جو کبھی نہ ہو سکا تھا۔ جب بھی ممکن ہوتا وہ باغ کی ٹوٹی ہوئی دیوار کے ذریعے سے ڈیوائنا پیسٹورا سے نکل آتی۔ اس نے شکاری ماسٹیف کو سدھا لیا اور اپنے پیار کے ذریعے سے انہیں اپنا بنا لیا۔ اور اس وقت کو کہ جب اسے سونا چاہئے تھا اس گھر کی دیکھ بھال کے لئے وقف کرتی جو اس کا نہ ہو سکا تھا۔ وہ خوش بختی کی علامت کے طور پر گھر میں تلسی کی شاخوں والے جھاڑو سے صفائی کرتی تھی یہ جانے بغیر ہی مر گئی کہ علی الصبح برآمدے کیونکر پچھلی رات کی نسبت ستھرے ہوتے تھے اور یہ کہ وہ چیزیں جنہیں وہ کسی اور طرح ترتیب دیتی تھی اگلی صبح کیونکر بدلی ہوئی ترتیب میں ہوتی تھیں۔ مارکوس کے رنڈوے پن کو ابھی سال بھی نہ گزرا تھا کہ جب اس نے ڈلسے اولیویا کو پہلی مرتبہ باورچی خانے میں ان برتنوں اور دیگچیوں کو صاف کرتے ہوئے پایا جن کے بارے میں اس کا خیال تھا کہ ملازمہ نے گندی رہنے دیا تھا۔

"میں نہیں سمجھتا تھا کہ تم اس قدر ہمت کر لو گی!" اس نے کہا۔

"یہ اس وجہ سے ہے کیونکہ تم ہمیشہ کی طرح آج بھی بدبخت ہو۔" اس نے جواب دیا۔

پس اسی طرح سے انہوں نے وہی ممنوعہ تعلق پھر سے استوار کر لیا جو کہ کم از کم ایک موقع پر محبت سے مشابہ تھا۔ وہ پرانے شادی شدہ جوڑے کی طرح سے کسی طرح کے فریب یا کینے کے بغیر صبح تک باتیں کرتے رہتے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ خوش و خرم ہیں اور شاید وہ تھے بھی کم از کم تب تک کہ جب ان میں سے کوئی الفاظ کا ضرورت سے زیادہ استعمال کر ڈالتا یا دوسرے کی مرضی کے مطابق چلنے سے ہچکچا جاتا۔ اس صورت میں شب غارت گروں کے درمیان ایسی غارت گری میں گزرتی جو ماسٹیف کی ہمت بھی توڑ دیتی۔ پھر ہر بات اپنے آغاز پر پہنچ جاتی اور ایک لمبے عرصے تک ڈلسے اولیویا اس گھر میں واپس نہ آتی۔

مارکوس نے اس کے سامنے تسلیم کیا کہ اس دنیا کی چیزوں کے لئے اس کی نفرت اور اس کے طرز زندگی کی تبدیلیاں کسی قسم کی عقیدت کا نتیجہ نہ تھیں بلکہ آسمانی بجلی سے بھسم شدہ اپنی بیوی کے جسم کو دیکھنے پر اپنے عقائد کے اچانک کھو جانے سے پیدا شدہ خوف کی وجہ سے تھیں۔ ڈلسے اولیویا نے اس کو تسکین پہنچانے کی پیش کش کی۔ اس نے باورچی خانے اور بستر دونوں جگہ پر اس کی وفادار لونڈی بن کر رہنے کا وعدہ کیا۔ تاہم اس نے حامی نہیں بھری۔ "میں پھر کبھی شادی نہیں کروں گا۔" اس نے پرعزم لہجے میں کہا۔

تاہم سال ختم ہونے سے پیشتر ہی وہ اپنے باپ کے ایک ایسے پرانے منتظم کی بیٹی برنارڈا کیبریرا سے خفیہ طور پر شادی کر چکا تھا کہ جس نے درآمدی خوراک کے کام میں بہت دولت کمائی تھی۔ وہ اس وقت ایک دوسرے سے ملے تھے کہ جب برنارڈا کے باپ نے اسے اس گھر میں ہیرنگ مچھلی کا اچار اور سیاہ زیتون دے کر بھیجا کہ جوڈونا اولالا کی کمزوری تھے اور جب وہ مر گئی تو برنارڈا پھر بھی مارکوس کے لئے یہ چیزیں لاتی رہی۔ ایک سہ پہر اس نے اسے باغ میں جھولنے میں پایا اور اس کے داہنے ہاتھ پر اس کی قسمت کی لکیریں دیکھنے لگی۔ مارکوس اس کی درستگی سے اس قدر متاثر ہوا کہ وہ اس کو قیلولہ کے وقت تب بھی بلوا لیتا جب اس کو کچھ نہ بھی خریدنا ہوتا۔ تاہم دو ماہ گزر گئے اور اس نے کسی قسم کی پہل نہ کی۔ سو برنارڈا نے اس کی جگہ ہمت کر ڈالی۔ وہ جھولنے پر چڑھ گئی، اس پر چڑھی، اس چغے کے دامن کے ذریعے جو اس نے پہنا ہوا تھا اس کا منہ بند کیا اور اسے ادھ موا کر کے چھوڑا۔ پھر اس نے اسے ایسی گرم جوشی اور مہارت سے جلایا جس کے بارے میں وہ اپنی تنہا محبتوں کی معمولی خوشیوں میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اور یوں کسی کو علم ہوئے بغیر اس نے اسے اس کے کنوار پن سے محروم کر دیا۔ وہ باون سال کا اور وہ خود تیئس برس کی تھی لیکن عمران کے تضادات میں سب سے کم ضرر رساں تھی۔

انہوں نے مالٹے کے درختوں کے مقدس سائے میں قیلولے کے وقت پرہیجان، نیم دلانہ سا پیار جاری رکھا۔ پاگل عورتیں بالکونی میں کھڑی ہو کر فحش گانوں کے ذریعے ان کی حوصلہ افزائی کرتیں اور زوردار تالیوں سے ان کی کامیابیوں کا جشن

مناتیں۔ برنارڈا نے اسے مدہوشی سے اس خبر کے ذریعے جگایا کہ وہ دو ماہ کی حاملہ ہے۔ اس نے اسے یہ بھی یاد دلایا کہ وہ کوئی سیاہ فام نہ تھی بلکہ ایک زیرک مقامی شخص اور کاسٹیل کی باسی سفید فام خاتون کی بیٹی ہے، اور یہ کہ وہ واحد عمل جو اس کی عزت بحال کر سکتا ہے ایک باقاعدہ شادی ہی ہے۔ وہ اسے اس وقت تک ٹالتا رہا کہ جب اس کے والد نے کاندھے پر ایک قدیم توڑے دار بندوق لٹکائے ہوئے ایک دن قیلولہ کے وقت داخلی دروازے پر دستک دی۔ وہ کم گو اور نرم خو تھا اور اس نے مارکوس کے چہرے پر نظر ڈالے بغیر ہتھیار اس کو تھما دیا۔

"سینور مارکوس کیا آپ جانتے ہیں یہ کیا ہے؟" اس نے پوچھا۔ مارکوس سمجھ نہ پایا کہ اس ہتھیار کا کیا کرے جو اس نے تھاما ہوا تھا۔

"اگر میں غلطی پر نہیں تو میرا خیال ہے کہ یہ ایک توڑے دار بندوق ہے۔" اس نے کہا۔ اس نے حقیقی حیرانی سے پوچھا "تم اسے کس مقصد کے لئے استعمال کرتے ہو؟"

"سینور! قزاقوں کے خلاف اپنے دفاع کے لئے "انڈین نے اس کے چہرے پر نظر ڈالے بغیر کہا۔ "میں اب اسے اس مقصد کے لئے لایا ہوں کہ شاید آپ عالی مرتبت یہ خواہش رکھتے ہوں کہ اس سے پہلے کہ میں جناب کو قتل کروں، آپ مجھے قتل کر کے مجھے عزت بخشیں۔"

تبھی اس نے اس پر نظر ڈالی۔ اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں اداس اور خاموش تھیں لیکن مارکوس وہ سب بھی سمجھ رہا تھا جو وہ نہیں کہہ رہی تھیں۔ اس نے توڑے دار بندوق واپس کر دی اور اسے صلح صفائی کے لئے اندر آنے کی دعوت دی۔ دو دن بعد ایک نزدیکی چرچ کے پادری نے اس شادی کو سرانجام دیا جس میں برنارڈا کے والدین اور دونوں کے ضامنوں نے شرکت کی۔ جب رسم ختم ہوئی تو اچانک ساگنتا آ دھمکی اور دولہا اور دلہن دونوں کو خوشی کے مکٹ پہنائے۔

ایک صبح بے موسمی طوفانی بارش کے دوران اور برج قوس کے زیر اثر سائیوا ماریہ ڈی ٹوڈوس لاس اینجلس قبل از وقت اور منحنی حالت میں پیدا ہوئی۔ وہ ایک اڑی رنگت والے مینڈک کے بچے کی طرح دکھائی دیتی تھی۔ اس کی گردن کے گرد

لپٹی ہوئی ناف سے منسلک جبل سری سے اس کا گلا گھٹ رہا تھا۔ "یہ ایک لڑکی ہے۔" دائیہ نے کہا۔ "لیکن یہ زندہ نہیں بچے گی۔"

اسی وقت ڈومینگا ڈی ایڈوینٹو نے خدا سے وعدہ کیا کہ اگر اس نے لڑکی کو زندگی عطا کر دی تو اس کے بال اس کی شادی کی رات تک کاٹے نہیں جائیں گے۔ جیسے ہی اس نے یہ وعدہ کیا۔ بچی نے رونا شروع کر دیا۔ ڈومینگا ڈی ایڈوینٹو خوشی سے چلانے لگی۔ "یہ ولی اللہ بنے گی۔" مارکوس جس نے اسے اس وقت پہلی مرتبہ دیکھا کہ جب اسے نہلا کر کپڑے پہنائے جا چکے تھے نسبتاً" کم پیش بیں تھا۔

"یہ ایک رنڈی بنے گی۔" اس نے کہا۔ "اگر خدا نے اسے زندگی اور صحت عطا کی!"

لڑکی نے جو کہ ایک نواب اور عام خاتون کی بیٹی تھی۔ بن ماں باپ کی بچی کا سا بچپن گزارا۔ اس کی ماں اس سے اس لمحے سے ہی نفرت کرتی تھی کہ جب اس نے پہلی اور آخری مرتبہ اسے دودھ پلایا اور پھر اس خوف سے بچی کو اپنے پاس رکھنے سے انکار کر دیا کہ کہیں وہ اسے مار نہ ڈالے۔ ڈومینگا ڈی ایڈوینٹو نے ہی اسے دودھ پلایا۔ اس کا بپتسمہ کیا اور اسے نامعلوم جنس کے ایک ایسے دیوتا اولوکن کے نام نذر کر دیا جس کے چہرے کے بارے میں یہ تصور کیا جاتا تھا کہ وہ اس قدر خوفناک ہے کہ وہ صرف خواب میں دکھائی دیتا ہے اور اس پر ہمیشہ خون چڑھا رہتا ہے۔ غلاموں کے حصے میں منتقل ہونے کے بعد سائیوا ماریہ رقص سیکھ چکی تھی اس سے پہلے کہ وہ بول سکتی' ایک ہی وقت میں تین افریقی زبانیں سیکھ چکی تھی' ناشتے سے پہلے مرغ کا خون پینے اور تمام عیسائیوں کے قریب سے کسی غیر مادی مخلوق کی طرح ان دیکھی اور ان سنی گزر جانے کی صلاحیت حاصل کر چکی تھی۔ ڈومینگا ڈی ایڈوینٹو نے اس کے گرد سیاہ فام لونڈیوں' یوریشی النسل خادماؤں اور کام کاج کے لئے انڈین لڑکیوں کا ایک ایسا دربار برپا کر رکھا تھا جو اسے ٹھنڈے پانی سے غسل دیتیں' اسے یمایہ کے ساگون سے پوتر کرتیں ---- اور بالوں کے اس لہریے کی کہ جو پانچ برس کی عمر میں ہی اس کی کمر تک پہنچتا تھا کچھ اس طور دیکھ بھال کرتیں گویا کہ وہ گلاب کی کوئی جھاڑی ہو۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لونڈیاں اس کی گردن میں مختلف دیوتاؤں کے نام کے موتی

لٹکاتی رہیں حتیٰ کہ ایک موقع پر وہ سولہ ہار پہنے پھرتی تھی۔

برنارڈا نے آہنی ہاتھ کے ساتھ گھر کا انتظام سنبھال لیا تھا جب کہ مارکوس باغ میں پھلتا پھولتا رہا۔ مارکوس اول کے اختیارات کے تحت وہ اس امارت کی بحالی پر کمر بستہ ہو گئی جو اس کے شوہر نے لٹا دی تھی۔ اپنے دنوں میں مارکوس اول کو اس شرط کے تحت آٹھ برسوں میں 5000 غلاموں کی فروخت کا اجازت نامہ عطا کیا گیا تھا کہ اس نے ہر سیاہ فام کے بدلے آٹے کے دو کنستر درآمد کرنے پر رضامندی ظاہر کی تھی۔ ماہرانہ دھوکہ دہی اور محصول کے اہلکاروں کی ضمیر فروشی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے نہ صرف متعلقہ لازمی آٹا بھی بیچ دیا بلکہ اس سے زائد 3000 غلام سمگل کر کے بیچ ڈالے جتنے کا اس نے ٹھیکہ حاصل کیا تھا اور یوں اپنی صدی کا انتہائی کامیاب انفرادی تاجر ثابت ہوا۔

یہ برنارڈا ہی تھی جس نے یہ جانا کہ منافع بخش کاروبار غلام نہیں بلکہ آٹا تھا: اگرچہ درحقیقت سب سے زیادہ منافع دوسروں کو رام کرنے کی اس کی ناقابل یقین صلاحیت میں مضمر تھا۔ چار سال میں 1000 غلام اور ہر سیاہ فام کے بدلے آٹے کے تین کنستر درآمد کرنے کے واحد اجازت نامے کے ذریعے ہی اس نے زندگی کی سب سے بڑی لین دین کر چھوڑی۔ اس نے معاہدے کے مطابق غلام بیچ ڈالے لیکن آٹے کے 3000 کنستروں کی بجائے اس نے 12000 درآمد کر ڈالے۔ یہ صدی کا سب سے بڑا غیر قانونی تجارتی عمل تھا۔

اس تمام تر وقت کے دوران اس نے اپنا نصف وقت ماہیٹس کے گنے کے کھیتوں پر گزارا جہاں اس نے اپنے کاروباری معاملات کا مرکز قائم کیا کیونکہ وہیں پر عظیم دریائے میگڈالینا کی قربت نیابت شاہی کے اندرونی علاقوں کے ساتھ ہر قسم کی آمدورفت ممکن بنا دیتی تھی۔ اس کی خوشحالی کی اڑتی اڑتی خبریں مارکوس تک بھی پہنچیں مگر وہ مالی معاملات میں کسی کو جواب دہ نہیں تھی۔ جب وہ گھر پر وقت گزارتی، حتیٰ کہ اپنے موجودہ مشکل حالات سے بیشتر بھی وہ محض ایک مقید ماسٹیف کی طرح دکھائی دیتی۔ ڈومینگا ڈی ایڈوینٹو نے اس بارے بالکل درست کہا تھا۔ "اس کی شہوانیت اس کے جسم سے مطابقت نہیں رکھتی تھی۔"

جب اس کی خادمہ مرگئی اور مارکوئس اول کی شاندار خواب گاہ اس کے لئے تیار کی گئی تو سائیوا ماریہ نے پہلی مرتبہ اس گھر میں ایک معقول حیثیت اختیار کی۔ اسے ہسپانوی زبان میں اسباق دینے اور ریاضی اور طبعی سائنس کی کچھ سمجھ بوجھ دینے کے لئے ایک استاد نامزد کیا گیا۔ اس نے اسے لکھنا پڑھنا سکھانے کی کوشش کی۔ اس کا کہنا تھا کہ اس نے اس لئے سیکھنے سے انکار کیا ہے کیونکہ وہ حروف کو نہیں سمجھ سکتی۔ ایک موسیقار نے اس کو موسیقی سے متعارف کرانے کی کوشش کی۔ لڑکی نے دلچسپی اور اچھے ذوق کا مظاہرہ تو کیا لیکن اس میں کسی ساز کو سیکھنے کے لئے مطلوبہ صبر نہیں تھا۔ استانی نے مایوسی کے عالم میں ہتھیار ڈال دیئے اور مارکوس سے رخصت طلب کرتے وقت کہنے لگی! "یہ بات ہرگز نہیں کہ لڑکی ہر کام کے لئے غیر موزوں ہے۔ درحقیقت وہ اس دنیا سے تعلق ہی نہیں رکھتی۔"

برنارڈا نے لڑکی کے لئے اپنے کینہ توز احساسات کو دبانے کی کوشش کی لیکن جلد ہی یہ واضح ہو گیا کہ خرابی کسی ایک یا دوسری میں نہیں بلکہ دونوں کی خصلت میں تھی۔ جب سے اس نے اپنی بیٹی میں ایک مخصوص بھوت پریت والی خاصیت پائی تھی اس کا دل حلق میں اٹکا ہوا تھا۔ وہ محض ان وقتوں کی یاد پر بھی کپکپا اٹھتی تھی کہ جب وہ پیچھے مڑتی اور اپنے آپ کو باریک جالی دار کپڑوں میں ملبوس اس پژمردہ مخلوق کی پراسرار نظروں کے عین مقابل پاتی جس کے کھلے بال تب بھی اس کے گھٹنوں تک پہنچتے تھے۔

"اے لڑکی۔" وہ چلاتی "میں تمہیں اس طرح اپنی طرف دیکھنے سے منع کرتی ہوں۔" جب بھی وہ اپنے کاروباری معاملات میں بری طرح سے ڈوبی ہوتی وہ اپنی گدی پر گھات میں بیٹھے سانپ کی سسکار بھری سانس محسوس کرتی اور خوف سے دبک جاتی۔

"اے لڑکی۔" وہ چلاتی "اندر آنے سے پہلے آواز دیا کرو۔"

لڑکی بھی یوروبی ہذیان کی ایک بوچھاڑ سے اس کے خوف کو ہوا دیتی۔ رات میں حالت بدتر ہوتی کیونکہ یہ محسوس کرتے ہوئے کہ کسی نے اسے چھوا ہے برنارڈا جھٹکے سے بیدار ہو جاتی اور وہ لڑکی اس کی نیند میں اس کو دیکھتے ہوئے بستر کی پائنتی کی

طرف موجود ہوتی۔ سائیوا ماریہ کی کلائی کے گرد گائے کی گلے والی گھنٹی باندھنے کی اس کی کوشش ناکام ہو گئی کیونکہ لڑکی کی حرکات اس قدر دبے پاؤں ہوتی تھیں کہ اس سے آواز ہی نہ آتی تھی۔ "اس بچی کے متعلق واحد سفید چیز اس کا رنگ ہے۔" اس کی ماں کہتی۔ یہ اس قدر صحیح رائے تھی کہ لڑکی نے اپنا نام اپنی پسند کے ایک افریقی نام میں بدل لیا تھا: ماریہ مینڈنگا۔

ان کے مراسم تب شدید مشکل کا شکار ہوئے، جب برنارڈا کوکو کے اثرات کے باعث شدید پیاس کے عالم میں علی الصبح جاگ گئی اور پانی کے بڑے سے مرتبان کے پینڈے میں سائیوا ماریہ کی گڑیوں میں سے ایک کو موجود پایا۔ اس کا خیال نہیں تھا کہ یہ درحقیقت پانی میں تیرتی ایک عام سی گڑیا تھی بلکہ ایک خوفزدہ کر دینے والی چیز تھی: ایک قتل کی گئی گڑیا۔

اس بارے پر یقین ہوتے ہوئے کہ سائیوا ماریہ نے اس پر کوئی نہ کوئی بدتر افریقی جادو کر ڈالا ہے اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ دونوں ایک ہی گھر میں نہیں رہ سکتیں۔ مارکوس نے مصالحت کے لئے ایک نیم دلانہ سی کوشش کی مگر اس نے اسے جھڑک دیا۔ "اب یا تو وہ ہے یا پھر میں۔" سو سائیوا ماریہ لونڈیوں کی کھوی میں لوٹ گئی حتیٰ کہ اس وقت بھی کہ جب اس کی ماں گنے کے کھیتوں پر ہوتی۔ وہ اتنی ہی کم گو اور ناخواندہ رہی جتنی کہ وہ پیدائش کے وقت تھی۔

تاہم برنارڈا بھی کچھ اچھے حالات میں نہ تھی۔ اس نے اسی کی طرح کی بن کر جوڈاس اسکاریوٹے کو قابو میں رکھنے کی کوشش کی اور دو برس سے بھی قلیل مدت میں اس نے نہ صرف اپنے کاروبار بلکہ اپنی زندگی تک کی سمت گنوا دی۔ وہ اسے نیوبیائی قزاق، چڑیا کے کیے اور شاہ میلچیور کے طور پر پہناوے پہناتی اور اسے غربت زدہ علاقوں میں لے جاتی، خاص طور پر اس وقت جب ہسپانوی بحری جہاز خلیج میں لنگر انداز ہوتے اور شہر کچھ ایسے سحر میں مبتلا ہوتا جو نصف برس جاری رہتا۔ ان تاجروں کے لئے جو لیما، پورٹوبیلو، ہوانا یا ویرا کروز سے تمام تر دریافت شدہ دنیا سے لائی گئی اشیاء اور سامان تجارت کے حصول کے لئے آتے تھے شہر کے نزدیکی علاقوں میں شراب خانے اور قحبہ خانے کھولے جاتے۔ ایک رات گیلی کے غلاموں کے ایک

شراب خانے میں نشے سے لڑکھڑاتے ہوئے جوڈاس بہت پراسرار انداز میں برنارڈا کی طرف آیا۔

"اپنا منہ کھولو اور آنکھیں بند کر لو۔" اس نے کہا۔

اس نے ایسا ہی کیا اور اس نے اس کی زبان پر اوکسا کا کی جادوئی چاکلیٹ کی ایک گولی رکھ دی۔ برنارڈا نے ذائقہ پہچان لیا اور اسے تھوک دیا کیونکہ اس نے اپنے بچپن ہی سے کوکو سے کچھ خاص ہی نفرت محسوس کی تھی۔ جوڈاس نے اسے یقین دلایا کہ یہ ایک مقدس چیز ہے جو زندگی میں خوشیاں لاتی ہے' جسمانی طاقت کو بڑھاتی ہے' حوصلہ بڑھاتی اور جنسیت کو مضبوط بناتی ہے۔

برنارڈا کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"اگر یہ سچ ہوتا" اس نے کہا۔ "تو سانتا کلارا کی راہبائیں اس کے لئے بری طرح برسرپیکار ہوتیں۔"

وہ پہلے ہی خمیر شدہ شہد کے نشے کا شکار تھی جسے اس نے شادی سے پہلے اپنی سہیلیوں کے ہمراہ پہلی مرتبہ استعمال کیا تھا اور جسے وہ اب بھی نہ صرف منہ سے بلکہ گنے کے کھیتوں کی حبس آلود ہوا میں اپنے تمام تر حواس خمسہ کے ذریعے سے جذب کرتی تھی۔ جوڈاس سے اس نے سیرا نیواڈا کے مقامی باشندوں کی طرح سے یا رومو کے درخت کی راکھ ملے تمباکو اور کوکو کے پتوں کو چبانا سیکھا۔ شراب خانوں میں اس نے ہندوستان سے لائی گئی حشیش' قبرص سے لائی گئی تارپین' رئیل ڈی کاٹورس سے لائی گئی ناگ پھنی اور کم از کم ایک دفعہ تو فلپائنی سمگلروں کی چینن سے لائی ہوئی ناؤ کی افیون بھی استعمال کی۔ پھر بھی اس نے کوکو کے حق میں جوڈاس کے بیان کو ان سنا نہیں کیا۔ باقی سب چیزوں کو آزمانے کے بعد اس نے اس کی خوبیوں کو پہچان لیا اور اسے ہر دوسری چیز کے مقابلے میں چن لیا۔ جوڈاس ایک چور' کبھی کبھار کا لواطت باز سبھی کچھ بنا' سب کچھ محض اپنی کمینگی کے ہاتھوں کیونکہ اس میں کسی خاصیت کی بھی کمی نہ تھی۔ ایک بدقسمت رات برنارڈا کے عین سامنے وہ تاش کے ایک جھگڑے میں گیلی کے تین غلاموں سے خالی ہاتھوں ہی لڑ پڑا اور اسے کرسی کی ضربات سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

برنارڈا نے گنے کے کھیتوں میں بن باس لے لیا۔ گھر تباہی کے راستے پر گامزن چھوڑ دیا گیا تھا اور اگر وہ تباہ نہ ہوا تھا تو یہ ڈمینگا ڈی ایڈوینٹو کی چابکدستی کی وجہ سے تھا --- اس نے ہی بالاخر سائیوا ماریہ کو اپنی منہ بولی بیٹی کے طور پر پالا پوسا۔ مارکوس اپنی بیوی کی بربادی کے بارے بالکل بے خبر تھا۔ علاقے سے پہنچنے والی افواہوں کے مطابق وہ ہذیان کے مرض میں مبتلا تھی اور یہ کہ وہ اپنے آپ سے باتیں کرتی تھی' یہ کہ وہ بہترین توانا غلاموں کا انتخاب کرتی اور اسکوں کی اپنی سابقہ ساتھیوں کے ہمراہ ان کے ساتھ رنگ رلیاں مناتی۔ وہ دولت جو اس نے انتہائی آسانی سے جمع کرلی تھی اتنی ہی تیزی سے غائب ہوتی چلی گئی۔ اب وہ شہد کے **مشکیزوں** اور کوکو کے ان تھیلوں کے رحم و کرم پر تھی جو وہ مختلف جگہوں پر چھپا کر رکھتی تاکہ وہ اسی وقت انہیں حاصل کر لے جب اس کی ناقابل تسکین خواہشات اس پر غلبہ پالیں۔ اس کی واحد امید سو سو اور چار والے طلائی سکوں سے بھرے وہ دو مرتبان تھے جو اس نے امارت کے دنوں میں اپنے بستر کے نیچے دبا دیئے تھے۔ اس کی تباہی اس قدر بھرپور تھی کہ اس کے شوہر نے بھی اسے نہیں پہچانا جب وہ گنے کے کھیتوں پر مسلسل تین برس گزار کر اس سے کچھ عرصہ قبل کہ جب سائیوا ماریہ کو کتے نے کاٹا آخری مرتبہ ماہٹیس سے واپس آئی۔

مارچ کے وسط تک یوں محسوس ہوتا تھا جیسے باؤلے پن کی وبا کا خطرہ ٹل گیا ہو۔ اپنی خوش قسمتی پر مشکور حالت میں مارکوس نے ماضی کی غلطی کا ازالہ کرنے اور **ابرینتسیو** کے مشورے کے مطابق لڑکی کا دل خوشی کی دوا سے جیتنے کا عزم کر لیا۔ اس نے اپنا تمام تر وقت اس کے لئے وقف کر دیا۔ اس نے اس کے بالوں میں کنگھی کرنے اور گوندھنے کا طریقہ سیکھنے کی کوشش کی۔ اس نے اسے ایک اصل سفید فام کے طور پر رہنا سکھانے' اس کی خاطر ایک امریکی نژاد نواب کے طور پر زندگی گزارنے کے اپنے ناکام خواب کو پھر سے زندہ کرنے اور گوہ کے اچار اور استخوان پشت کے دم پخت گوشت کے لئے اس کی پسندیدگی کو کم کرنے کی کوشش کی۔ ---- اس نے سوائے اپنے آپ سے یہ پوچھنے کے کہ آیا اس کو خوش رکھنے کا یہی طریقہ ہے تقریباً ہر دوسرا عمل کر دیکھا۔

ابریتسیو نے گھر آنا جانا جاری رکھا۔ اس کے لئے مارکوس کے ساتھ بات چیت کرنا کچھ آسان نہ تھا لیکن وہ اپنے ایسے دنیاوی مرتبے کے بارے میں اس کی کم فہمی کے بارے میں الجھن میں مبتلا ہو جاتا تھا جسے کلیسا سے ٹکراؤ کا خدشہ لاحق رہتا تھا۔

سو گرمی کے مہینے کچھ اسی طرح سے گزر گئے :- **ابریتسیو** کھلتے پھولوں والے مالٹے کے درختوں کے نیچے اس کی عدم توجہی کے باوجود بولتا رہتا جبکہ مارکوس ایک ایسے بادشاہ سے 1300 بحری کوس دور اپنے جھولنے میں سڑتا رہتا جس نے کبھی اس کا نام بھی نہیں سنا تھا۔ اسی قسم کی ایک ملاقات کے دوران ان کی توجہ برنارڈا کی ماتمی آہ و بکا کی طرف مرکوز ہو گئی۔

ابریتسیو پریشان سا ہو گیا۔ مارکوس نے بہرہ بن جانے کی کوشش کی لیکن اگلی کراہ اس قدر دل فگارانہ تھی کہ وہ اسے نظر انداز نہ کر سکا۔ "یہ جو کوئی بھی ہے' اسے مدد کی ضرورت ہے۔" **ابریتسیو** نے کہا۔

"یہ میری دوسری بیوی ہے۔" مارکوس نے کہا۔

"اس کے جگر میں خرابی ہے۔" **ابریتسیو** نے کہا۔

"تمہیں کیسے پتہ ہے؟"

"کیونکہ وہ منہ کھول کر کراہ رہی ہے۔" ڈاکٹر نے کہا۔

اس نے کھٹکھٹائے بغیر اس کے کمرے کا دروازہ دھکیل کر کھول دیا اور تاریک کمرے میں ہی برنارڈا کو دیکھنے کی کوشش کی لیکن وہ اپنے بستر پر نہ تھی۔ اس نے اس کو آواز دی مگر اس نے جواب نہ دیا۔ پھر اس نے کھڑکی کھول دی اور چار بجے کی زرد روشنی نے اسے اپنی بدبودار ریح میں گھری ہوئی اور فرش پر صلیب کی شکل میں دراز برہنہ حالت میں ظاہر کر دیا۔ اس کی جلد شدید بدہضمی کی وجہ سے زردی مائل سرمئی رنگت کی تھی۔ اس نے کھلی ہوئی کھڑکی سے آتی ہوئی روشنی سے چندھیائی ہوئی حالت میں اپنا سر اٹھایا اور اس کے پیچھے سے آتی روشنی میں ڈاکٹر کو پہچان نہیں پائی۔ اسے اس کی تقدیر جاننے کے لئے بس ایک نگاہ ہی کی ضرورت تھی۔

"محترمہ! حساب کتاب کا وقت آ پہنچا ہے۔" اس نے کہا۔

اس نے وضاحت سے بیان کیا کہ ابھی بھی اسے بچانے کا وقت ہے لیکن یہ صرف اسی وقت ہو سکتا ہے اگر وہ اپنے خون کی صفائی کے لئے فوری علاج پر رضامند ہو جائے۔ پھر برنارڈا نے اسے پہچان لیا' کوشش کر کے اٹھ بیٹھی اور گالیوں کی بوچھاڑ سی کر دی۔ جذبات سے عاری ابریتسیو نے کھڑکی دوبارہ سے بند کرتے ہوئے یہ سب برداشت کیا۔ وہ کمرے سے نکل آیا' مارکوس کے جھولنے کے نزدیک رکا اور ایک زیادہ ٹھوس پیش گوئی کی۔ "اگر انہوں نے اپنے آپ کو اس سے قبل شہتیر سے نہ لٹکا لیا تو سینورا مارکوئس زیادہ سے زیادہ پندرہ ستمبر تک مر جائیں گی۔"

کسی قسم کے تاثر کے بغیر مارکوس نے کہا۔ "واحد مسئلہ یہ ہے کہ پندرہ ستمبر ابھی بہت دور ہے۔"

اس نے سائیوا ماریہ سے متعلق خوشی والا نسخہ جاری رکھا۔ سان لازارو کی پہاڑی سے انہوں نے مشرق کی طرف واقع مہلک دلدلیں اور مغرب کی طرف بڑے سے سرخ سورج کو شعلہ بار سمندر میں اترتے ہوئے دیکھا۔ اس نے پوچھا کہ سمندر کی دوسری طرف کیا ہے۔ اس نے جواباً" کہا۔ "دنیا۔" اپنے ہر اشارے کے جواب میں اس نے لڑکی میں ایک غیر متوقع جوابی رد عمل پایا۔ ایک سہ پہر انہوں نے گیلیئن کے بحری بیڑے کو بری طرح سے پھولے بادبانوں کے ساتھ افق پر ظاہر ہوتے ہوئے دیکھا۔

شہر کی کایا ہی پلٹ گئی۔ باپ بیٹی پتلی تماشوں' آگ سے کھیلنے والوں اور دوسری لاتعداد دلچسپیوں سے جو خوش بختی والے اس اپریل کے دوران اس ساحلی شہر میں آ جاتیں محظوظ ہوتے رہے۔ دو ماہ میں سائیوا ماریہ نے سفید فاموں کے طور طریقوں کے بارے میں اس سے کہیں زیادہ واقفیت حاصل کر لی جتنی کہ اس سے پہلے اسے حاصل تھی۔ اسے بدل ڈالنے کی اپنی کوشش میں مارکوس بھی ایک بدلا ہوا شخص محسوس ہوتا تھا اور وہ بھی ایسے بھرپور طور پر کہ یہ سب کچھ اتنا اس کی شخصیت کی تبدیلی محسوس نہ ہوتا تھا جتنا کہ اس کی عین فطرت میں۔

گھر یورپ میں منعقد ہونے والے میلوں میں پائی جانے والی ہر قسم کی چابی والی بیلیرینا (رقاصہ)' موسیقی والے ڈبوں اور میکانکی گھڑیالوں سے بھرا پڑا تھا۔ مارکوس

نے اطالوی تھیوربو کی گرد جھاڑی۔ اس نے دوبارہ سے اس میں تاریں ڈالیں اور اسے کچھ ایسی ثابت قدمی سے ہم آہنگ کیا جو صرف محبت ہی میں ہو سکتی ہے اور پھر سے ماضی کے گیت اسی خوبصورت آواز اور غیر موزوں حس جمال کے ساتھ چھیڑ دیئے جسے نہ تو گزرے ہوئے برسوں نے اور نہ ہی پریشان کن یادوں نے متاثر کیا تھا۔ تبھی اس نے اس سے پوچھا تھا کہ آیا یہ درست ہے کہ محبت ہر شئے پر حاوی ہو جاتی ہے' جیسے کہ گیتوں میں آتا ہے۔

"یہ درست ہے۔" اس نے جوابا" کہا۔ "لیکن بہتر ہے کہ تم اس پر یقین نہ ہی کرو۔"

ان حوصلہ افزاء علامات سے خوش ہو کر مارکوس نے سیوائل کی سیر کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا تاکہ سائیوا ماریہ اپنے خاموش غموں سے چھٹکارا حاصل کر لے اور دنیا کے بارے میں جاننے کا عمل بھی مکمل ہو جائے۔ تاریخیں اور پروگرام پہلے ہی مرتب کئے جا چکے تھے جب کاریداد ڈیل کوبرے نے اسے اس کے قیلولے کے دوران یہ خوفناک خبر سنائی "سینور! بیچاری لڑکی کتے میں تبدیل ہو رہی ہے۔"

اس ہنگامی حالت میں بلائے جانے پر **ابرینتسیو** نے اس عام وہم کو رد کر دیا کہ باؤلے پن کے مریض اس جانور جیسے بن جاتے ہیں جس نے انہیں کاٹا ہو۔ اس نے تصدیق کی کہ لڑکی کو معمولی بخار ہے اور اگرچہ یہ بذات خود ایک بیماری سمجھی جاتی ہے نہ کہ دوسری بیماریوں کی علامت اس نے اسے نظر انداز نہیں کیا۔ اس نے غم زدہ نواب کو تنبیہہ کرتے ہوئے کہا کہ لڑکی ہر قسم کی بیماری سے قطعا" محفوظ نہیں کیونکہ کسی کتے کی کاٹ چاہے وہ باؤلا ہو یا نہ ہو' کسی دوسری بیماری کے خلاف کوئی تحفظ فراہم نہیں کر دیتی۔ ہمیشہ کی طرح سے واحد حل انتظار میں مضمر تھا۔

مارکوس نے اس سے پوچھا۔ "کیا تم مجھے صرف یہی بتا سکتے ہو؟"

"سائنس نے مجھے آپ کو اس کے علاوہ کچھ بتانے کے کوئی دوسرے ذرائع نہیں سکھائے۔" معالج نے اسی ترش روئی سے جواب دیا۔ "لیکن اگر آپ کو مجھ پر اعتبار نہیں تو آپ کے پاس ایک اور صورت بھی ہے: خدا پر بھروسہ رکھیں۔"

مارکوس سمجھ نہیں پایا۔

"میں تو قسم تک اٹھانے کو تیار تھا کہ تم خدا پر یقین نہیں رکھتے۔" اس نے کہا۔ ڈاکٹر اس پر نظر ڈالنے کے لئے مڑا تک نہیں۔ "سینور! میں یہی خواہش کر سکتا ہوں کہ کاش ایسا ہی ہوتا۔"

مارکوس نے خدا پر تو نہیں لیکن ہر اس چیز پر انحصار کیا جو کچھ امید دلاتی ہو۔ شہر میں تین دوسرے ڈاکٹر، چھ عطار، گیارہ حجام، جراح، اور بے شمار جادوگر معالج اور فن افسوں کے ماہرین تھے اگرچہ مذہبی عدالت نے پچھلے پچاس برس کے دوران ان میں سے 1300 کو مختلف سزائیں دی تھیں اور سات کو بلی پر جلا دیا گیا تھا۔ سالامنکا کے باسی ایک ڈاکٹر نے سائیوا ماریہ کے بند زخم کا منہ کھول دیا اور بدبودار مادے نکالنے کے لئے حارق پلٹس باندھے۔ ایک دوسرے نے یہی نتائج اس کی پشت پر جونکیں لگا کر حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ایک حجام جراح نے زخم کو اپنے پیشاب سے دھویا اور ایک دوسری نے اسے یہی کچھ پینے پر مجبور کیا۔ دو ہفتے گزرنے تک اسے فی دن دو نباتاتی غسل اور دو ملین حقنے لینے پڑتے تھے اور وہ بطور دوا اینٹیمنی کی خوراکوں اور دوسرے مہلک جوشاندوں کے ہاتھوں موت کے دھانے تک جا پہنچی تھی۔

بخار تو اتر گیا مگر کسی نے یہ کہنے کی جرات نہ کی کہ باؤلے پن کا خطرہ ٹل گیا ہے۔ سائیوا ماریہ یوں محسوس کرتی تھی کہ جیسے وہ مر رہی ہو۔ پہلے پہل اس نے پر فخر انداز میں مزاحمت کی کوشش کی تھی لیکن دو بے سود ہفتوں کے بعد اس کے ٹخنے پر جلتا ہوا ناسور تھا اور اس کا جسم رائی کے پلستروں اور جلتے ہوئے پلٹس سے ڈھکا پڑا تھا اور اس کے پیٹ کی کھال ڈھیلی ڈھالی سی ہوئی پڑی تھی۔ اسے ہر قسم کا مرض لاحق رہا تھا: چکر، اینٹھن، دورے، ہذیان، آنتوں اور مثانے کا ڈھیلا پڑ جانا۔ وہ درد اور غصے کی حالت میں چیختے ہوئے فرش پر لوٹتی۔ انتہائی باہمت معالج بھی اس یقین کے ساتھ اسے اس کی قسمت کے حال پر چھوڑ گئے کہ وہ یا تو پاگل ہو چکی تھی یا پھر بد روحوں کے قبضے میں تھی۔ مارکوس تمام تر امید چھوڑ بیٹھا تھا جب ساگنتا سینٹ ہوبرٹ کے علاج کے ساتھ آدھمکی۔

یہ آخری امید تھی۔ ساگنتا نے اپنی چادریں اتار پھینکیں، اپنے جسم پر انڈین مرہم ملے اور اپنے جسم کو برہنہ لڑکی کے جسم کے ساتھ رگڑنے لگی۔ اس نے اپنی

شدید نقاہت کے باوجود اپنے ہاتھوں اور پاؤں سے اسے پرے دھکیل دیا۔ مگر ساگنتا نے اسے زبردستی رام کر لیا۔ برنارڈا نے اپنے کمرے میں ان کی دیوانہ وار چیخیں سنیں۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ کیا ہو رہا ہے وہ بھاگ کر وہاں آ گئی اور سائیوا ماریہ کو شدید غصے کے عالم میں فرش پر پاؤں مارتے اور ساگنتا کو لڑکی کے تانبے جیسی رنگت والے بالوں میں لپٹی ہوئی حالت میں سینٹ ہوبرٹ کی دعائیں ادا کرتے ہوئے لڑکی کے اوپر پایا۔ اس نے ان دونوں کو اپنے جھولنے کی رسیوں سے پیٹ ڈالا۔ پہلے تو فرش پر ہی کہ جہاں وہ اس اچانک حملے سے بچنے کے لئے، چمٹی پڑی رہیں اور پھر اس وقت تک کہ جب تک اس کی سانس نہ پھول گئی ایک کونے سے دوسرے کونے تک ان کا پیچھا کرتے ہوئے پیٹ ڈالا۔

سائیوا ماریہ کے تغیرات اور دیوانگی کے ہذیان سے پیدا شدہ عوامی ردعمل سے پریشان ہو کر اس علاقے کے اسقف ڈان توریبیو ڈی کاسیرس ورٹوڈز نے مارکوس کو بلا بھیجا لیکن کسی وجہ' دن یا وقت کی نشاندہی نہ کی اور اسی بات کو ملاقات کی فوری نوعیت کے اظہار کی طرف اشارہ گردانا گیا۔ مارکوس نے اپنے تحفظات پر قابو پایا اور اسی دن اطلاع دیئے بغیر ملاقات کے لئے چلا گیا۔

اسقف نے اس وقت اسقفی سنبھالی تھی کہ جب مارکوس پہلے ہی عوامی زندگی سے کٹ گیا ہوا تھا اور وہ پہلے کبھی نہیں ملے تھے۔ اس کے علاوہ وہ ایک ایسا آدمی تھا جس کو صحت کی خرابی کا سامنا تھا: اس کا بھاری بھرکم جسم اسے اپنے بل بوتے پر بہت کم ہلنے جلنے دیتا تھا اور وہ ایسے جان لیوا دمے کے ہاتھوں گھل رہا تھا جو اس کے عقائد تک کو امتحان میں ڈال دیتا تھا۔ وہ ان بہت سے عوامی اجتماعات کے موقع پر موجود نہیں تھا جہاں اس کی غیر حاضری کے بارے میں سوچا بھی نہ جا سکتا تھا اور ان چند مواقع پر کہ جب وہ شریک ہوا اس نے ایسی دوری روا رکھی جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسے ایک غیر حقیقی فرد میں تبدیل کرتی جا رہی تھی۔

مارکوس نے اسے چند مرتبہ دیکھا تھا: ہمیشہ ہی کچھ فاصلے سے اور عام لوگوں کے درمیان۔ تاہم اس کے ذہن میں اسقف کی یاد ایک، عشائے ربانی کی رسم کے موقع کی تھی جو اس نے شانوں پر روایتی لبادہ پہن کر ادا کیا اور حکومتی معززین نے اسے ایک

پالکی میں اٹھایا ہوا تھا۔ اپنے بھرپور جسم اور پوشاک، کی بے مثل زیب و زینت کی وجہ سے پہلی نگاہ میں وہ ایک عظیم الجثہ بوڑھے آدمی سے زیادہ دکھائی نہ دیتا تھا لیکن تیکھے نقوش اور غیر معمولی سبز آنکھوں والے صاف چہرے نے غیر طبعی خوبصورتی کو قائم رکھا ہوا تھا۔ پالکی میں اس قدر اونچا بیٹھے ہوئے اس کے گرد اعلیٰ ترین مذہبی رہنما کا جادوئی ہالہ سا موجود تھا اور وہ لوگ جو اسے قریب سے جانتے تھے یہی سب کچھ اس کی ذہانت اور طاقت کے احساس میں پاتے تھے۔

وہ محل جس میں کہ وہ رہتا تھا شہر کا قدیم ترین محل تھا اور اس میں وسیع' تباہ شدہ کمروں والی دو منزلیں تھیں اگرچہ اسقف کے زیر استعمال نصف سے بھی کم منزل تھی۔ یہ کیتھیڈرل سے ملحق تھا اور دونوں عمارات، میں سیاہی مائل محرابوں والا ایک حجرہ اور ایک ایسا صحن مشترک تھا جس میں بنے ہوئے ٹوٹتے بکھرتے حوض کے گرد جھاڑ جھنکار اگی ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ تراشیدہ پتھروں والی اس کی عظیم سامنے والی سمت اور بے جوڑ لکڑی سے بنے ہوئے عظیم داخلی راستے بھی عدم توجہی کی لائی ہوئی تباہی کو ظاہر کرتے تھے۔

بڑے داخلی دروازے پر ایک انڈین چھوٹے پادری نے مارکوس کا استقبال کیا۔ اس نے غلام گردش کے سامنے رینگتے ہوئے بھکاریوں کے ہجوم میں تھوڑے تھوڑے صدقات تقسیم کئے اور عین اس وقت اندرونی حصے، کے ٹھنڈے سائے میں داخل ہوا کہ جب کیتھیڈرل میں چار بجے کے گھنٹے کی بھرپور گونج پھیلی اور اس کے پیٹ میں گونج سی گئی۔ وسطی برآمدے میں اس قدر تاریکی تھی کہ وہ چھوٹے پادری کو دیکھے بغیر ہی اس کے پیچھے چلتا رہا اور بکھرے پڑے مجسّموں اور ملبے سے ٹھوکر کھا کر گرنے سے بچنے کے لئے ہر قدم اٹھانے سے پہلے تسلی کرتا۔ برآمدے کے آخر میں ایک چھوٹا سا بغلی دالان تھا جہاں روشن دان سے روشنی آ رہی تھی۔ چھوٹا پادری وہیں رک گیا اور مارکوس کو تشریف رکھنے اور انتظار کرنے کا کہا اور پھر دروازے سے ہوتا ہوا ایک ملحقہ کمرے میں چلا گیا۔ مارکوس کھڑا رہا اور بڑی دیوار پر لٹکی ہوئی شاہی سپاہ کی وردی میں ملبوس ایک نوجوان سپاہی کی روغنی رنگوں سے بنی بڑی سی تصویر کو دیکھنے لگا۔ جب اس نے فریم پر لگی کانسی کی پٹی کو پڑھا تبھی اسے یہ پتہ چلا کہ یہ اسقف کی نوجوانی کی

تصویر ہے۔

چھوٹے پادری نے اس کے داخل ہونے کے لئے دروازہ کھولا تو مارکوس کو تصویر کے مقابلے میں چالیس برس بعد کے اسقف کو دیکھنے کے لئے حرکت نہیں کرنا پڑی۔ دمے کے زیر اثر اور گرمی کی وجہ سے برے حال میں ہونے کے باوجود وہ لوگوں کے دعووں سے بھی بڑا اور عظیم الجثہ تھا۔ پسینہ اس کے جسم پر بہہ رہا تھا اور وہ انتہائی معمولی طور پر ایک فلپائنی کرسی کو جھلا رہا تھا اور سانس لینے میں آسانی کے لئے آگے جھکی ہوئی حالت میں وہ بمشکل ایک دستی پنکھے کو آگے پیچھے حرکت دے رہا تھا۔ وہ کسانوں جیسے سینڈل پہنے ہوئے تھا اور کھردرے لینن کے ایک پیوند لگے چغے میں ملبوس تھا جو صابن کے استعمال کے زیر اثر بہت باریک ہو چکا تھا۔ اس کی عسرت کا اخلاص پہلی نگاہ میں ہی واضح ہو جاتا تھا۔ تاہم اس کی آنکھوں کا اخلاص سب سے نمایاں تھا جس کی واحد توجیہہ ایک روحانی استحقاق ہی ہو سکتا ہے۔ جیسے ہی اس نے مارکوس کو دروازے میں سے آتے دیکھا اس نے جھولنا بند کر دیا اور ایک مشفقانہ انداز میں پنکھا لہرایا۔

''آ جاؤ' یناشیو۔'' اس نے کہا۔ ''اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔''

مارکوس نے پسینے میں شرابور اپنے ہاتھ پاجامے، پر پونچھے' دروازے میں سے گزرا اور اپنے آپ کو ایک ایسی بیرونی بالکونی پر پڑے ہوئے زرد گھنٹی نما پھولوں اور فرن کے ایک سائبان کے نیچے پایا جو گرجا گھروں کے میناروں' تمام اہم رہائشی گھروں کی سرخ اینٹوں والی چھتوں' گرمی میں اونگھتے کابکوں' شفاف آسمان کے مقابل نظر آنے والی دفاعی فصیلوں اور جلتے ہوئے سمندر' الغرض سب سے اوپر تھا۔ اسقف نے معنی خیز انداز میں سپاہیانہ ہاتھ بڑھایا اور مارکوس نے اس کی انگوٹھی کو بوسہ دیا۔

دمے نے اس کے سانس لینے کے عمل کو مشکل اور کھنک دار بنا دیا تھا اور اس کی باتوں میں نامناسب آہوں اور ایک شدید ہلکی سی کھانسی کی وجہ سے رکاوٹ پڑتی رہتی تھی لیکن کوئی بھی چیز اس کی فصاحت کو متاثر نہیں کر سکی تھی۔ اس نے ادھر ادھر کی معمولی باتوں کے ذریعے سے فوری اور پرسکون آغاز کیا۔ اس کے عین سامنے بیٹھا ہوا مارکوس اس تسلی آمیز تمہید کے لئے مشکور ہو رہا تھا جو اس قدر بھرپور اور

طویل ہوتی چلی گئی کہ جب پانچ بجے کا گھنٹہ بجا تو وہ حیران رہ گئے۔ ایک آواز سے کہیں زیادہ یہ ایک گونج سی تھی۔ جس نے سہ پہر کی اس روشنی کو جھنجھوڑ سا دیا اور آسمان کو حیرت زدہ کبوتروں سے بھر دیا۔

"یہ سب بہت خوفناک ہے۔" اسقف نے کہا۔ "ہر گھنٹے کی آواز میرے اندر زلزلے کی طرح سے گونجتی ہے۔"

اس بات نے مارکوس کو حیرت زدہ کر دیا کیونکہ چار بجنے پر اس نے بھی اسی قسم کی سوچ سوچی تھی۔ اسقف نے اسے عام اتفاقات میں سے ایک قرار دیا۔ اس نے کہا "خیالات کسی شخص سے مخصوص نہیں ہوتے۔" اپنی شہادت کی انگلی سے اس نے ہوا میں کئی مسلسل دائرے بنائے اور پھر کہنے لگا۔ "یہ فضا میں فرشتوں کی طرح اڑتے پھرتے ہیں۔"

گھر پر اس کی خدمت گزاری کرنے والی راہبہ کٹے ہوئے پھولوں کے ہمراہ گاڑھی، تیز شراب اور ابلتے پانی والی ایسی چلمچی لے آئی جس نے فضا کو دوا کی بو سے بھر دیا۔ اسقف نے اپنی آنکھیں بند کیں اور بھاپ کو اندر کھینچا۔ جب وہ اس سرور سے نکلا تو وہ ایک بدلا ہوا شخص تھا: اپنے اختیارات کا بھرپور مالک۔

اس نے مارکوس سے کہا۔ "ہم نے تمہیں اس لئے بلوایا ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ تمہیں خدا کی مدد کی ضرورت ہے جبکہ تم یوں ظاہر کرتے ہو جیسے کچھ نہ جانتے ہو۔"

اس کی آواز اس کا ساتھ چھوڑ سا رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں روشنی پلٹ رہی تھی۔ مارکوس نے حوصلہ پکڑنے کے لئے ایک ہی گھونٹ میں شراب کا نصف گلاس پی ڈالا۔

اس نے ہتھیار ڈالنے کی سی انکساری کے ساتھ کہا۔ "جناب عالی کے علم میں ہو گا کہ میں اس شدید ترین بدقسمتی سے دوچار ہوں جو کہ کسی انسان کو لاحق ہو سکتی ہے۔ میرا یقین متزلزل ہو چکا ہے۔"

اسقف نے کسی قسم کی حیرت کے بغیر جواب دیا "میرے بیٹے، مجھے معلوم ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہمیں معلوم نہ ہو؟"

اس نے یہ سب ایک مخصوص پرلطف احساس کے ساتھ کہا کیونکہ بیس برس کی عمر میں مراکش میں شاہی سپاہ کے ہمراہ جنگ کے شور میں گھری ہوئی حالت میں اس نے بھی ایمان کھو سا دیا تھا۔ تبھی اس نے کہا تھا۔ "یہ ایک گرجدار حقیقت تھی کہ خدا کا وجود ختم ہو گیا ہے۔" خوفزدہ ہو کر اس نے اپنے آپ کو عبادت اور توبہ سے بھرپور زندگی کے لئے وقف کرنے کا عہد کر لیا تھا۔

"حتیٰ کہ خدا نے مجھ پر رحم فرمایا اور مجھے میری زندگی کی سمت سمجھا دی۔ اس نے آخر میں کہا "اس لئے جو بات ضروری ہے وہ یہ نہیں کہ تمہیں یقین نہیں رہا بلکہ یہ ہے کہ خدا کا تم پر یقین قائم رہے۔ اور اس بارے کوئی شک نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ وہی ہے جس نے اپنی لامحدود تندہی کے ذریعے سے ہماری رہنمائی کی تاکہ ہم تمہیں تسلی دے سکیں۔"

مارکوس کہنے لگا۔ "میں نے کوشش کی کہ اپنی بدقسمتی خاموشی سے سہہ جاؤں۔"

اسقف نے کہا۔ "دیکھو تم کسی طور اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ یہ ایک کھلا راز ہے کہ تمہاری معصوم بچی شدید اینٹھن کے عالم میں اور بت پرستوں کا سا بیہودہ واویلا کرتے ہوئے فرش پر لوٹتی رہتی ہے۔ کیا یہ سب بدروحوں کے دخول کی ٹھوس علامات نہیں؟"

مارکوس حیرت زدہ سا رہ گیا۔

"آپ کا مطلب کیا ہے؟"

"یہی کہ شیطان کے بہت سے فریبوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کسی معصوم جسم میں داخل ہونے کے لئے کسی شدید بیماری کی شکل اختیار کر لی جائے۔ اور ایک مرتبہ وہ داخل ہو جائے تو کوئی انسانی طاقت اسے نکلنے پر مجبور کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔"

مارکوس نے زخم میں ہونے والی طبی تبدیلیوں کی وضاحت تو کی مگر ہر مرتبہ اسقف کوئی ایسی توجیہہ دے دیتا جو اس کی رائے کے حق میں جاتی ہوتی۔ اس نے ایک سوال پوچھا اگرچہ اس میں کوئی شک نہ تھا کہ وہ پہلے ہی سے جواب جانتا ہے۔ "کیا تمہیں پتا ہے **ایبرینتسیو** کون ہے؟"

''وہ لڑکی کا معائنہ کرنے والا پہلا ڈاکٹر تھا۔'' مارکوس نے کہا۔

''میں یہ سب تمہارے منہ سے سننا چاہتا تھا۔ اسقف نے کہا۔

اس نے ایک چھوٹی سی گھنٹی بجائی جو وہ اپنے ہاتھ کے نزدیک رکھتا تھا اور فوراً ہی تیس پینتیس برس کا ایک پادری بوتل سے نکلنے والے جن کی طرح سے آ حاضر ہوا۔ اسقف نے اس کا تعارف محض فادر کیٹا نو ڈیلدرا کے طور پر کرایا اور اسے بیٹھ جانے کو کہا۔ اس نے گرمی کی وجہ سے سادا سی سیاہ قباء اور اسقف کی طرح کے سینڈل پہنے ہوئے تھے۔ وہ بے چین سا اور زرد رو تھا اس کی آنکھیں پرعزم تھیں اور ماتھے پر سفید لٹ کے علاوہ گہرے سیاہ بال تھے۔ اس کی جلدی جلدی سانس لینے کی عادت اور بے چین ہاتھ کسی مطمئن شخص کے دکھائی نہ دیتے تھے۔

''تم **ابریتسیو** کے بارے میں کیا جانتے ہو؟'' اسقف نے اس سے پوچھا۔ فادر ڈیلدرا کو جواب دینے کے لئے سوچنا نہیں پڑا۔

''**ابریتسیو** ڈی سا پیرائرا کاؤ۔'' اس نے اس طرح جواب دیا جیسے نام کے ہجے کر رہا ہو۔ پھر وہ مارکوس کی طرف مڑا۔ ''سینور مارکوس! آپ نے غور کیا کہ پرتگالی زبان میں اس کے خاندانی نام کا مطلب کتا ہے۔''

ڈیلدرا نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ درحقیقت یہ کوئی نہیں جانتا کہ آیا یہ اس کا اصلی نام ہی ہے۔ کلیسائی دستاویزات کے مطابق وہ جزیرہ نما سے نکالا ہوا پرتگالی یہودی ہے جسے یہاں کے گورنر نے جسے اس نے ترکبو کے پاکیزہ پانیوں کے ذریعے دو پاؤنڈ وزنی ہرنیا سے چھٹکارا دلایا تھا' اظہار تشکر میں پناہ دی تھی۔ وہ اپنی جادو اثر دواؤں' اس فخر کے بارے جس کے ساتھ وہ موت کی پیشین گوئی کرتا تھا' اپنی ممکنہ لواطت پسندی' اپنے وسیع مطالعے اور خدا پر کسی قسم کے یقین کے بغیر اپنی زندگی کے بارے میں بات کیا کرتا۔ پھر بھی اس کے خلاف لایا جانے والا ٹھوس ترین الزام یہی تھا کہ اس نے گیتسیمنی کے علاقے میں ایک درزی کو جلایا تھا۔ اس بارے میں ٹھوس شہادتیں حاصل کر لی گئی تھیں کہ وہ شخص اپنے کفن اور تابوت میں پڑا تھا جب **ابریتسیو** نے اسے اٹھ کھڑا ہونے کا حکم دیا۔ خوش قسمتی سے جلائے گئے درزی نے کلیسائی عدالت کے سامنے خود سے یہ بیان دے دیا کہ کسی موقعے پر بھی اس نے

ہوش نہیں گنوائے تھے۔ "بس اسی نے **ابرینتسیو** کو بلی سے بچا لیا۔" ڈیلدرا نے کہا۔ اس نے آخر میں اس گھوڑے کے واقعے کا حوالہ دیا جو سان لازارو کی پہاڑی پر مر گیا تھا اور جسے مقدس زمین میں دفنایا گیا تھا۔

وہ اسے اس قدر محبت کرتا تھا جیسے کہ "وہ انسان ہو۔" مارکوس نے اس کا دفاع کرتے ہوئے کہا۔

"سینور مارکوس یہ ہمارے ایمان کی برملا توہین تھی۔" ڈیلدرا نے کہا۔ "سو سالہ گھوڑے خدا کی مخلوق نہیں ہو سکتے۔"

مارکوس خوفزدہ سا ہو گیا کہ ایک عام سی بات کلیسائی ذہنوں میں اس قدر راسخ ہو چکی ہے۔ اس نے بودی سی صفائی پیش کی۔ "**ابرینتسیو** فضول باتوں کا عادی ہے لیکن تمام تر عاجزی کے ساتھ میرے خیال میں اس بات اور کفر میں خاصا فرق ہے۔" بحث یقیناً تلخ اور نہ ختم ہونے والی بن جاتی اگر اسقف انہیں اصل موضوع کی طرف نہ لے آتا۔

"معالجین چاہے جو بھی دعویٰ کریں۔" اس نے کہا "انسانوں میں باؤلا پن اکثر اوقات شیطان کے بہت سے پھندوں میں سے ایک ہوتا ہے۔"

مارکوس سمجھ نہیں پایا۔ اسقف نے اس قدر ڈرامائی وضاحت پیش کی کہ اسے یہ سب دائمی عذاب کا پیش خیمہ محسوس ہوا۔ اس نے آخر میں کہا۔ "یہ بھی خوش قسمتی ہے کہ اگرچہ ہو سکتا ہے کہ تمہاری بیٹی کا جسم ہمیشہ کے لئے کھو جائے خدا نے ہمیں اس کی روح بچانے کے ذرائع سمجھائے ہوئے ہیں۔"

دھندلکے کا بھاری پن دنیا پر طاری ہو گیا۔ مارکوس نے اس ہلکے ارغوانی آسمان پر روشن پہلا ستارہ دیکھا اور اس بدبخت گھر میں اپنی بیٹی کو تنہائی کے عالم میں اپنا زخمی پاؤں معالجوں کے بھونڈے پن کے مظہر مختلف علاجوں کے ساتھ گھسیٹتے ہوئے تصور کیا۔ اپنی فطری سادگی سے اس نے پوچھا۔ "مجھے کیا کرنا چاہیئے۔"

اسقف نے اسے ایک ایک بات سمجھائی۔ اس نے اسے اس سارے عمل میں ہر موقعے پر اور خاص طور پر سانتا کلارا کی خانقاہ کے معاملے میں کہ جہاں اسے لڑکی کو مزید تاخیر کے بغیر مقید کرنا تھا اپنا نام استعمال کرنے کی اجازت دے دی۔

اس نے آخر میں کہا۔ "اسے ہمارے ہاتھوں میں دے دو۔ خدا باقی سب کچھ بہتر کرے گا۔"

مارکوس نے اس وقت کی نسبت کہ جب وہ آیا تھا زیادہ پریشانی کے عالم میں رخصت لی۔ اپنی گھوڑا گاڑی کی کھڑکی سے اس نے سنسان گلیوں، گدلے پانی کے گڑھوں میں برہنہ حالت میں کھیلتے ہوئے بچوں اور ٹرکی شکروں کے بکھیرے ہوئے کوڑا کرکٹ پر نظر دوڑائی۔ گھوڑا گاڑی موڑ مڑی اور اس نے ہمیشہ سے اپنی جگہ موجود سمندر کو دیکھا اور اس پر غیر یقینی کا عالم طاری ہو گیا۔

وہ اس وقت اس تاریکی میں گھرے ہوئے گھر میں پہنچا جس دعائے تبشیر کا گھنٹہ بج رہا تھا۔ ڈونا اولالا کی موت کے بعد پہلی مرتبہ اس نے اونچی آواز میں دعا پڑھی :۔ "خدا کے فرشتے نے مریمؑ کو بتایا۔" تھیوربو کے تار کچھ اس طرح سے تاریکی میں گونج رہے تھے گویا کسی تالاب کی تہہ میں بج رہے ہوں۔ مارکوس موسیقی کی آواز کے ساتھ ساتھ اپنی بیٹی کی خواب گاہ تک راستہ ٹٹولتا ہوا پہنچ گیا۔ وہیں وہ سفید چغہ پہنے ہوئے اپنے سنگھار میز کی کرسی پر بیٹھی ایک بنیادی سی دھن بجا رہی تھی جو اس نے اس سے سیکھی تھی جبکہ اس کے کھلے بال فرش کو چھو رہے تھے۔ تاوقتیکہ کوئی معجزہ رونما ہو چکا ہو وہ یہ نہیں مان سکتا تھا کہ یہ وہی معالجوں کی سنگ زنی کی ماری ہوئی لڑکی تھی جس سے وہ دوپہر میں رخصت ہوا تھا۔ یہ ایک وقتی پر فریب منظر ثابت ہوا۔ سائیوا ماریہ اس کی موجودگی کو جان گئی، بربط بجانا بند کر دیا اور پھر سے اپنی تکلیف میں ڈوب سی گئی۔

وہ تمام رات اسی کے پاس رہا۔ اس نے ایک مستعار لئے گئے باپ کے سے پھوہڑ پن سے خواب گاہ کی رسوم میں مدد دی۔ اس نے اس کا شب جامہ الٹا پہنا دیا اور اسے اس کو اتارنا پڑا اور پھر درست طور پر پہنانا پڑا۔ اس نے اس سے پہلے اسے برہنہ حالت میں نہیں دیکھا تھا اور وہ جلد سے چمٹی ہوئی پسلیوں، اس کی چھوٹی چھوٹی چھاتیوں، اور نرم و نازک نچلے دھڑ کو دیکھ کر اداس ہو گیا۔ سوجے ہوئے ٹخنے کے گرد سرخ دائرہ سا بنا ہوا تھا۔ جب اس نے اسے بستر میں لٹایا لڑکی تب بھی انتہائی دھیمی کراہ کے ساتھ اپنی اس تنہا تکلیف میں مبتلا تھی اور وہ اس تیقن سے لرز سا گیا کہ وہ

اسے موت کو گلے لگانے میں مدد دے رہا ہے۔

اپنا ایمان کھو دینے کے بعد سے پہلی مرتبہ اس نے دعا کرنے کی تحریک محسوس کی۔ وہ اس خدا کو واپس پا لینے کی بھرپور کوشش کرنے کے لئے جس نے اسے تنہا چھوڑ دیا تھا عبادت خانے میں گیا مگر بے سود۔ بے عقیدگی عقیدے سے زیادہ مزاحم ہوتی ہے کیونکہ حواس اس کا ساتھ دیتے ہیں۔ اس نے صبح سے پہلے کی نسبتاً" ٹھنڈی ہوا میں کئی مرتبہ اسے کھانستے سنا اور واپس اس کی خواب گاہ میں آ گیا۔ راستے میں اس نے دیکھا کہ برنارڈا کی خواب گاہ کا دروازہ کھلا ہے۔ اس نے اپنی تشکیک بانٹنے کی خاصیت کے تحت اسے کھول دیا۔ وہ اوپر کی طرف منہ کئے ہوئے فرش پر لیٹی تھی اور اس کے خراٹے بہرہ کر دینے والے تھے۔ مارکوس چٹخنی پر ہاتھ رکھے دروازے میں ہی کھڑا رہا اور اسے نہیں جگایا۔ اس نے یونہی کہا۔ "تمہاری زندگی بھی اسے لگ جائے۔" پھر فوراً ہی تصحیح کی۔ "ہم دونوں کی بے وقعت زندگیاں اسے لگ جائیں۔"

لڑکی سو رہی تھی۔ مارکوس کو وہ غیر متحرک اور زرد رو سی لگی اور وہ سوچنے لگا کہ آیا وہ اسے مردہ حالت میں دیکھنے کو ترجیح دے گا یا باؤلے پن کی تکلیف سہتے ہوئے۔ اس نے مچھر دانی درست کی تاکہ چمگادڑیں اس کا خون نہ چوسیں' اسے ڈھانپ دیا تاکہ اسے کھانسی نہ ہو اور یہ جاننے کی خوشی کے ساتھ کہ وہ اس سے ایسی محبت کرتا ہے جو اس دنیا میں اس نے پہلے نہیں کی' اس کے بستر کے پاس ہی دیکھ بھال کے لئے بیٹھ گیا۔ پھر اس نے خدا یا کسی اور سے مشورہ لئے بغیر اپنی زندگی کا اہم ترین فیصلہ کر لیا۔ صبح چار بجے جب سائیوا ماریہ نے آنکھیں کھولیں تو اس نے اسے اپنے بستر کے پاس ہی بیٹھا پایا۔

"روانگی کا وقت ہو گیا ہے۔" مارکوس نے کہا۔

لڑکی کسی مزید وضاحت کے بغیر ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔ مارکوس نے اسے اس موقع کے لئے تیار ہونے میں مدد دی۔ اس نے مخمل کے، سلیپر ڈھونڈنے کے لئے دراز میں نگاہ ماری تاکہ اس کے جوتوں کے سخت سرے اس کے ٹخنے کو نہیں رگڑیں۔ تاہم اسے رقص کے لئے پہنا جانے والا چغہ مل گیا جو اس کی ماں کا تھا جب کہ وہ لڑکی تھی۔ لباس ماند پڑ چکا تھا اور کئی برس گزرنے کے اثرات کا حامل تھا لیکن صاف ظاہر

ہوتا تھا کہ اسے ایک کے بعد دوسری مرتبہ نہیں پہنا گیا۔ اب ایک صدی بعد مارکوس نے وہ سائیوا ماریہ کو اس کے اور بپتسمہ والے پہناوے کے اوپر پہنا دیا۔ چغہ کچھ تنگ تھا اور یہی وجہ تھی کہ وہ ایک حد تک قدیم دکھتا تھا۔ دراز میں ہی اس نے رنگین فیتوں والا ہیٹ بھی دیکھا جس کا لباس سے کوئی تعلق نہ بنتا تھا۔ تاہم وہ اسے پورا آ گیا۔ پھر اس نے ایک چھوٹے سے سفری بیگ میں ایک شب جامہ' ایک کنگھا جس کے دانت اتنے نزدیک تھے کہ جوؤں کے انڈے نکال سکیں' اور اس کی دادی کی سونے کے قبضے اور سیپ کے غلاف والی دعائیہ کتاب رکھ دی۔

یہ تاڑی اتوار کا دن تھا۔ مارکوس سائیوا ماریہ کو پانچ بجے والی عشائے ربانی کی رسم میں لے گیا اور وہ بھی یہ جانے بغیر کہ یہ کس لئے ہے متبرک تاڑ قبول کرنے کو تیار تھی۔ جب وہ گھوڑا گاڑی میں روانہ ہوئے تو انہوں نے سورج طلوع ہوتے دیکھا۔ مارکوس چھوٹے سے سفری بیگ کو اپنے گھٹنوں پر رکھے ہوئے درمیانی سیٹ پر بیٹھا تھا اور وہ ٹھنڈے دل و دماغ والی لڑکی اس کے سامنے کھڑکی سے باہر اپنی بارہ سالہ زندگی کی آخری گلیوں پر نظر جمائے بیٹھی تھی۔ اس نے یہ جاننے میں معمولی سی دلچسپی کا بھی اظہار نہ کیا تھا کہ اسے اتنی صبح پاگل ملکہ جوانا کا سا پہناوا اور طوائفوں کا سا ہیٹ پہنائے کہاں لے جایا جا رہا ہے۔ طویل غور و خوض کے بعد مارکوس نے پوچھا۔

"کیا تمہیں معلوم ہے خدا کون ہے؟"

افق پر بجلی چمکی اور بادل گرجا' آسمان پر بادل چھا رہے تھے اور سمندر بپھرا ہوا تھا۔ وہ ایک موڑ مڑے اور وہیں سامنے سفید' تنہا اور کھڑکیوں کے نیلے پردوں والی سانتا کلارا کی خانقاہ کی تین منزلیں کوڑا کرکٹ سے مغمور ساحل کی طرف ایستادہ تھیں۔ مارکوس نے اپنی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "لو وہ سامنے آ گئی۔" پھر اس نے اپنے بائیں طرف اشارہ کیا "تم دن بھر کھڑکیوں سے سمندر دیکھ سکو گی۔" چونکہ لڑکی نے قطعاً" کوئی اثر نہیں لیا اس نے اسے اس کی قسمت کے حوالے سے اپنی واحد توجیہ دی۔ "تم سانتا کلارا کی راہباؤں کے ساتھ کچھ دن گزارو گی۔"

چونکہ اس دن تاڑی اتوار تھا چکردار گیٹ والے داخلی راستے پر معمول سے زیادہ بھکاری موجود تھے۔ کچھ جذامی بھی جو ان کے ساتھ باورچی خانے کے بچے

کھچے کھانے پر جھگڑ رہے تھے ہاتھ پھیلائے ہوئے مارکوس کی طرف بھاگے۔ اس نے تھوڑی سی خیرات کی: ان میں سے ہر ایک کو ایک سکہ حتیٰ کہ اس کے پاس مزید نہیں بچے۔ راہبہ نے جو دروازے پر معمور تھی اسے اس کے مخصوص سیاہ تافتہ اور ملکہ کے لباس میں ملبوس لڑکی کو دیکھ لیا اور وہ ان سے ملنے کے لئے ہجوم میں سے راستہ بناتی آگے بڑھی۔ مارکوس نے واضح کر دیا کہ وہ اسقف کے حکم پر سائیوا ماریہ کو لایا ہے۔ دربان راہبہ کو اس کے لہجے کی سچائی کی وجہ سے اس میں کوئی شک بھی نہ تھا۔ اس نے لڑکی کا معائنہ کیا اور اس کا ہیٹ اتار دیا۔

اس نے کہا۔ ”یہاں ہیٹ پہننا ممنوع ہے۔“

راہبہ نے اسے اپنے پاس رکھ لیا۔ مارکوس نے اسے سفری بیگ پکڑانے کی بھی کوشش کی لیکن اس نے وہ نہیں لیا۔ ”اسے کسی شئے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔“

لڑکی کے گندھے ہوئے بال احتیاط سے نہیں سمیٹے گئے تھے اور وہ کھل کر تقریباً زمین سے جا لگے۔ دربان کو یقین نہیں آتا تھا کہ وہ قدرتی بال تھے۔ مارکوس نے انہیں دوبارہ لپیٹنے کی کوشش کی۔ لڑکی نے اسے روک دیا اور اپنے بال کسی مدد کے بغیر اتنی مہارت سے ترتیب دیئے کہ دربان حیران رہ گئی۔

”انہیں کاٹنا ہو گا“ اس نے کہا۔

”انہیں اس کی شادی کے دن تک مقدس کنواری کے نام نذر کیا گیا ہے۔“ مارکوس نے کہا۔

دربان نے اس کی توجیہہ کو تسلیم کر لیا۔ اس نے لڑکی کو خدا حافظ کہنے کا بھی موقع دیئے بغیر ہاتھ سے پکڑا اور چکردار دروازے میں سے گزار کر لے گئی۔ چونکہ چلتے ہی اس کا ٹخنہ دکھتا تھا لڑکی نے اپنا بایاں سلیپر اتار لیا۔ مارکوس اسے اپنا ننگا پاؤں احتیاط سے اٹھاتے اور اپنا سلیپر ہاتھ میں پکڑے ہوئے دور جاتی دیکھتا رہا۔ اس نے بے سود امید کے عالم میں سوچا کہ محبت کے کسی نایاب لمحے کے زیر اثر ہو سکتا ہے وہ اس کو دیکھنے کے لئے مڑے۔ آخری یاد جو اس کے ذہن میں سائیوا ماریہ کے بارے محفوظ ہو گئی وہ اس کا اپنے تکلیف دہ پاؤں کو گھسیٹتے ہوئے باغ کی غلام گردش کا عبور کرنا اور ان لڑکیوں کے کمروں میں داخل ہونے کا عمل تھا جو زندگی میں ہی زندہ درگور ہو جاتی ہیں۔

باب:3

سانتا کلارا کی خانقاہ کا رخ سمندر کی جانب تھا اور اس میں ایک جیسی لاتعداد کھڑکیوں والی تین منزلیں اور ایک سایہ دار بے تحاشہ اگاؤن والے باغیچے کے گرد بنی ہوئی نیم گولائی شکل کی محرابوں والی ایک گیلری تھی۔ کیلے کے درختوں' جنگلی فرن' روشنی کی تلاش میں چھتوں سے بھی اوپر تک نکلے ہوئے کھجور کے درخت اور شاخوں سے لٹکتی ہوئی **وینیلا** کی بیلوں اور **تعلب** مصری کی ڈالیوں والے بڑے سے درخت کے درمیان سے پتھروں سے بنی ہوئی روش گزرتی تھی۔ درخت کے نیچے ٹھہرے ہوئے پانی کے ایک حوض پر لوہے کا ایک زنگ آلود کنارہ تھا جس پر اسیر شدہ خوش رنگ طوطے سرکس کے بازیگروں کی طرح سے کرتب کرتے رہتے تھے۔

باغ خانقاہ کو دو علیحدہ حصوں میں تقسیم سا کر دیتا تھا۔ دائیں طرف وہ تین منزلیں تھیں جو زندگی میں ہی زندہ درگور ہو جانے والیوں کے زیر استعمال تھیں جہاں چٹانوں سے ٹکراتی ہوئی ہوا اور دعاؤں اور دوسری مذہبی رسوم کی آوازیں بمشکل ہی داخل ہو پاتی تھیں۔ یہ حصہ کلیسا کے ساتھ ایک ایسے اندرونی دروازے کے ذریعے منسلک تھا جو راہباؤں کے لئے عام گذرگاہ میں سے گزرے بغیر صدر کلیسا میں داخل ہونے' عشائے ربانی کی دعا سننے اور ایسی جالی دار جھلملی کے، پیچھے کھڑے ہو کر گانے کو ممکن بنا دیتا تھا جس میں سے وہ خود دکھائی دیئے بغیر دیکھ سکتی تھیں۔ خانقاہ میں جگہ بہ جگہ بنی ہوئیں لکڑی کی شاندار محرابی چھتیں ایک ایسے ہسپانوی ماہر فن نے بنائی تھیں جس نے اپنی نصف زندگی اونچی قربان گاہ کے ایک محرابی طاق میں دفن کئے جانے کی یقین دہانی کے بدلے میں اس کام کے لئے وقف کر چھوڑی تھی۔ اور وہ وہیں صدر راہباؤں' اسقفاء اور دوسری معروف ہستیوں کے دو صدیوں پر محیط ہجوم کے ہمراہ سنگ مرمر کی تختیوں کے پیچھے دفن تھا۔

جب سائیوا ماریہ اس خانقاہ میں داخل ہوئی تو عزلت گزیں راہباؤں میں اپنی ذاتی خادماؤں والی بیاسی ہسپانوی خواتین اور عظیم نائب السلطنت گھرانوں کی چھتیس امریکی نژاد لڑکیاں شامل تھیں۔ عسرت خاموشی اور کنوار پن کا عہد کر چکنے کے بعد بیرونی دنیا سے ان کا واحد رابطہ مہمان خانے میں شاذ و نادر ہونے والی وہ ملاقات ہوتی جہاں لکڑی کی جھلملی آواز کے علاوہ کسی قسم کی روشنی آر پار نہ آنے دیتیں۔ مہمان خانہ چکردار گیٹ کے ساتھ ہی واقع تھا اور اس کا استعمال بہت باقاعدہ اور محدود سا تھا اور ایسے مواقع پر بھی اتالیقہ کی موجودگی لازمی ہوتی تھی۔

بائیں طرف سکول، قسم قسم کی ورکشاپیں اور دستکاری سیکھنے اور سکھانے والیوں کی ایک بہت بڑی تعداد رہتی تھی۔ یہیں بڑے بڑے باورچی خانے اور لکڑیاں جلانے والے چولہوں، قصاب خانے اور روٹی پکانے کی بڑی سی بھٹی والی طباق واقع تھی۔ اس کے پچھلی طرف دائمی طور پر دھلائی والے گندے پانی میں ڈوبا ہوا صحن تھا جہاں غلاموں کے بہت سے خاندان اکٹھے رہتے تھے اور اس سے بھی پرے تھان، بکریوں کا باڑہ، خنزیر خانہ، باغیچہ اور شہد کی مکھیوں کے چھتے، الغرض ہر وہ شئے وہاں پر پالی اور بوئی جاتی تھی جو ایک پر آسائش زندگی کے لئے ضروری ہو سکتی ہے۔

سب سے آخر میں ممکنہ حد تک پرے اور خدا کی رحمت سے کٹی ہوئی ایک تنہا عمارت کھڑی تھی جسے مذہبی عدالتیں اڑسٹھ برس سے قید خانے کے طور پر استعمال کرتی رہی تھیں اور اسے اب بھی اپنی راہ سے بھٹکی ہوئی کلاریسان راہباؤں کے لئے اسی طور استعمال کیا جاتا تھا۔ یہیں اس دور دراز حصے کے سب سے پرلے حجرے میں ہی سائیوا ماریہ کو کتے سے کاٹے جانے کے ترانوے دن بعد اور اپنے اندر کسی قسم کے باؤلے پن کی علامات کے وجود کے بغیر ہی قید کیا جانے والا تھا۔

برآمدے کے آخری سرے پر دروازے پر متعین اس راہبہ نے جو اسے ہاتھ سے پکڑ کر اندر لے آئی تھی ایک نو آموز کو باورچی خانے کی طرف جاتے دیکھا۔ اس نے اسے سائیوا ماریہ کو صدر راہبہ کے پاس لے جانے کو کہا۔ اس نو آموز نے اس قدر پژمردہ مگر خوش لباس لڑکی کو باورچی خانے کے شور و غوغا میں لے جانا مناسب نہ سمجھا اور اس نے اسے واپسی پر ساتھ لے جانے کا سوچ کر باغ میں موجود پتھر کے

ایک بنچ پر بیٹھا دیا۔ مگر واپسی میں وہ اسے بھلا بیٹھی۔

دو نو آموز راہبائیں سائیوا ماریہ کے پاس سے گزریں اور اس کے گلے کے ہار اور انگوٹھیوں میں کھو سی گئیں۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ وہ کون ہے مگر اس نے جواب نہیں دیا۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ آیا وہ ہسپانوی زبان جانتی ہے مگر یہ سب ایسے ہی تھا جیسے وہ کسی لاش سے بات کر رہی ہوں۔

"یہ گونگی بہری ہے۔" کم عمر نو آموز نے کہا۔

"یا یہ پھر جرمن ہے۔" دوسری نے کہا۔

پہلے والی نو آموز اس سے ایسا برتاؤ کرنے لگی کہ جیسے اس میں بالکل عقل نہ ہو۔ اس نے وہ چٹیا کھول ڈالی جو سائیوا ماریہ نے اپنی گردن کے گرد لپیٹ رکھی تھی اور اسے ناپنے لگی۔ "تقریباً چار بالشت۔" اس نے اس یقین کے ساتھ کہا کہ جیسے وہ اس کی بات نہ سن سکتی ہو۔ اس نے چٹیا کھولنا شروع کر دی مگر پھر اس کی نظروں سے گھبرا سی گئی۔ نو آموز نے اس پر نگاہ ڈالی اور زبان چڑا دی۔

"تمہاری آنکھیں شیطانی آنکھیں ہیں۔" اس نے کہا۔

اس نے کسی قسم کی مزاحمت کا سامنا کئے بغیر اس کی ایک انگوٹھی اتار لی لیکن جب دوسری نو آموز نے اس کے ہار اتارنے کی کوشش کی تو سائیوا ماریہ کسی سانپ کی طرح سے جھپٹی اور بھرپور غیر ہچکچاہٹ آمیز انداز میں اس کے ہاتھ پر کاٹ لیا۔ نو آموز زخم پر سے خون صاف کرنے کے لئے بھاگ نکلی۔

عین اس وقت جب سائیوا ماریہ حوض سے پانی پینے کے لئے کھڑی ہوئی تبھی نو بجے والی دن کی تیسری عبادت شروع ہوئی وہ ڈر گئی اور پانی پیئے بغیر ہی واپس بنچ پر آ بیٹھی۔ لیکن پھر یہ جان کر کہ یہ سب راہباؤں کے گانے کی آواز تھی وہ واپس چلی گئی۔ اس نے گلے سڑے پتوں کی اوپری تہہ ہاتھ کی ایک معمولی جنبش سے پرے کر دی اور پانی کے کیڑوں کو ہٹائے بغیر چلوؤں سے جی بھر کر پانی پیا۔ پھر اس نے خطرناک جانوروں اور گھات میں بیٹھے مردوں کے خلاف اپنے تحفظ کے لئے عین اسی طرح سے تیار حالت میں جس طرح سے ڈومینگا ڈی ایڈوینٹو نے اسے سکھایا تھا ہاتھ میں چھری پکڑ کر اور ایڑیوں کے بل بیٹھ کر درخت کی پچھلی طرف جا کر پیشاب کیا۔

تھوڑی دیر بعد دو سیاہ فام لونڈیاں اس طرف آ نکلیں، سانتریائی ہار پہچان گئیں اور یوروبی زبان میں اس سے باتیں کرنے لگیں۔ لڑکی نے فوراً اسی زبان میں جواب دیا۔ کیونکہ کسی کو بھی علم نہ تھا کہ وہ کیونکر وہاں لائی گئی تھی لونڈیاں اسے پرشور باورچی خانے میں لے گئیں جہاں نوکروں نے انتہائی خوشی کے عالم میں اسے خوش آمدید کہا۔ پھر ان میں سے ایک نے اس کے گھٹنے پر موجود زخم کو دیکھ لیا اور پوچھا کہ کیا ہوا تھا۔ "میری ماں نے چاقو سے یہ زخم لگایا تھا۔" اس نے کہا۔ جب انہوں نے اس سے پوچھا کہ اسے کس نام سے پکارا جاتا ہے تو اس نے انہیں اپنا سیاہ فاموں والا نام بتا دیا :- ماریہ مینڈنگا۔

وہ واپس پھر سے اپنی دنیا میں آ پہنچی تھی۔ اس نے اس بکری کا گلا کاٹنے میں مدد دی جو ذبح ہونے میں مزاحم ہو رہی تھی، اس کی آنکھیں نکالیں اور اس کے خصیے علیحدہ کر ڈالے : یہی وہ حصے تھے جو اس سب سے زیادہ پسند بھی تھے۔ اس نے باورچی خانے میں بڑوں کے ساتھ اور صحن میں بچوں کے ہمراہ ڈایا بولو، کھیلی اور ہر مرتبہ جیتی۔ اس نے یوروبی، کنگولی اور مینڈنگو زبانوں میں گیت گائے اور انہوں نے بھی جو سمجھ میں نہیں پا رہے تھے مبہوت ہو کر اسے سنا۔ دوپہر کے کھانے میں اس نے سئور کی چربی میں پکی اور مرچ مصالحے لگی بکری کی آنکھیں اور خصیے کھائے۔

تب تک صدر راہبہ جوزفا مرانڈا کے سوائے جو ایک دبلی پتلی سخت مزاج عورت تھی اور جس کی تنگ نظری خاندانی مزاج کا حصہ تھی تمام تر خانقاہ کو علم ہو چکا تھا کہ وہ لڑکی وہاں پہنچ چکی ہے۔ اس کی پرورش برگوس میں کلیسا کے زیر سایہ ہوئی تھی مگر اس کا تحکمانہ مزاج اور اس کے میلانات کی سختی اس کی جبلت میں تھی اور ہمیشہ سے اس میں موجود رہی تھی۔ دو انتہائی مستعد راہبائیں اس کی نائبین کے طور پر اس کی خدمت پر مامور تھیں مگر وہ غیر ضروری سی تھیں کیونکہ وہ کسی سے مدد لئے بغیر ہر چیز کا انتظام خود اپنے ہاتھ میں لے لینے کی عادی تھی۔

مقامی اسقفی کے بارے میں اس کے دلی بغض کی بنیاد اس کی پیدائش سے بھی تقریباً سو برس پیشتر پڑی تھی۔ دوسرے بڑے بڑے تاریخی جھگڑوں کی طرح اس کی ابتدائی وجہ بھی کلاریسان راہباؤں اور فرانسکن اسقف کے درمیان مالی اور دائرہ کار

کے امور کے متعلق ایک معمولی سا اختلاف تھا۔ اسے ہٹ دھرمی پر قائم دیکھ کر راہباؤں نے حکومتی تعاون حاصل کر لیا اور یہی عمل ایک ایسی جنگ کا نقطہ آغاز ثابت ہوا جس میں ایک موقع پر تو تقریباً ہر شخص شامل ہو گیا تھا۔

خانقاہ کی باسیوں کو فاقوں کے ہاتھوں مجبور کرنے کے لئے اسقف نے دوسری برادریوں کے تعاون سے خانقاہ کا محاصرہ کر لیا اور شہر میں سیسیشیو آڈیوائنس یا دوسرے لفظوں میں تاحکم ثانی ہر قسم کی مذہبی تقریبات کی بندش کا اعلان کر دیا۔ عام لوگ بھی مخالفانہ گروہوں میں بٹ گئے اور اس معاملے میں حکومت اور مذہبی پیشواؤں کو کسی ایک یا دوسرے گروہ کی حمایت حاصل تھی۔ مگر محاصرے کے چھ ماہ بعد بھی کم از کم اس خفیہ سرنگ کا پتہ چلنے تک کہ جس کو ان کے حمایتی انہیں خوراک مہیا کرنے کے لئے استعمال کرتے تھے کلاریسان راہبائیں زندہ اور حالت جنگ میں تھیں۔ تاہم پھر ایک نئے گورنر کی حمایت کے بل بوتے پر فرانسسکن پیشواؤں نے سانتا کلارا کے حجروں کے تقدس کو پامال کر ڈالا اور راہباؤں کو نکال باہر کیا۔

مزاجوں کے سرد ہونے اور تباہ حال خانقاہ کلاریسانوں کو واپس کئے جانے میں بیس برس کا عرصہ لگ گیا لیکن ایک صدی گذرنے کے بعد بھی جوزفا مرانڈرا بغض سے پیچ و تاب کھاتی رہتی تھی۔ وہ نوآموزوں کو اپنی یہی دائمی نفرت منتقل کر رہی تھی، اسے اپنے دل کی بجائے اپنے عزم میں ڈھال رہی تھی اور اس کا تمام تر الزام اسقف ڈی کیسیرس ورٹوڈز اور اس سے کسی بھی طور متعلق ہر شئے میں تجسیم کر دیتی تھی۔

تبھی جب اسے یہ بتایا گیا کہ اسقف کے حکم پر مارکوس ڈی کاسلڈوئیرو اپنی بارہ سالہ بیٹی کو جو شیطانی تجسیم کی واضح علامات رکھتی ہے خانقاہ میں پہنچا گیا ہے تو اس کا ردعمل عین توقع کے مطابق تھا۔ اس نے صرف ایک سوال کیا۔ "کیا واقعی ایسے مارکوس بھی ہوتے ہیں۔" اس کا استفسار دو پہلو سے زہریلا تھا: ایک تو اس لئے کہ معاملے کا تعلق اسقف سے تھا اور دوسرے اس لئے کہ اس نے ہمیشہ سے امریکی نژاد امراء کے قانونی جواز سے انکار کیا تھا جنہیں وہ گھٹیا نواب کہا کرتی تھی۔

دوپہر کے کھانے کا وقت آ پہنچا تھا اور وہ سائیوا ماریہ کو اس خانقاہ میں ڈھونڈ نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکی تھی۔ گیٹ پر متعین راہبہ نے ایک نائبہ کو بتایا کہ علی

الصبح ماتمی لباس میں ملبوس ایک شخص نے ملکاؤں جیسے لباس میں ملبوس سنہرے بالوں والی ایک لڑکی اس کے حوالے کی تھی مگر اس کے بارے میں اسے مزید کچھ پتہ نہ تھا کیونکہ عین اسی لمحے فقیر تاڑی اتوار کی مخصوص کساوا یخنی کے حصول کے لئے جھگڑ رہے تھے۔ اپنی سچائی ثابت کرنے کے لئے اس نے رنگین فیتوں والا ہیٹ اس نائبہ کو دے دیا اور اس نے وہ ہیٹ صدر راہبہ کو تب دکھایا جب وہ لڑکی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ صدر راہبہ کو اس کی مالک کے بارے میں کوئی شبہات باقی نہ رہے۔ اس نے اسے اپنی انگلیوں کی پوروں سے اٹھایا اور دور سے ہی اس پر نظر ڈالی۔

"ایک پھوہڑ عورت کے ہیٹ والی حقیقی چھوٹی سی مار کوئس۔" اس نے کہا " شیطان ہی جانے جو کچھ بھی وہ کر گزرنے پر تلا ہوا ہے۔"

اسی صبح نو بجے مہمان خانے کی طرف جاتے ہوئے صدر راہبہ باغ میں سے ہی گزری تھی اور مستریوں کے ساتھ پانی کے پائپ بچھانے پر اٹھنے والے اخراجات کے بارے میں بات کرنے کے لئے وہاں تھوڑی دیر ٹھہری بھی تھی مگر اسے پتھر کے بنچ پر بیٹھی لڑکی نظر نہیں آئی۔ دوسری راہباؤں نے بھی جو مختلف اوقات میں باغ میں سے گزریں اسے نہیں دیکھا۔ ان دو نوآموزوں نے بھی جنھوں نے اس کی انگوٹھی اتاری تھی قسم کھائی کہ 9 بجے کی تیسری عبادت کے بعد جب وہ بنچ کے پاس سے گزریں تو انہوں نے اسے نہیں دیکھا۔

صدر راہبہ ابھی اپنے قیلولے سے جاگی ہی تھی جب اس نے ایک ایسی آواز میں گیت سنا جو پوری خانقاہ میں گونجتی محسوس ہوتی تھی۔ اس نے وہ رسی کھینچی جو اس کے بستر کے پاس لٹکی رہتی تھی اور اس تاریک کمرے میں فوراً ہی ایک نوآموز راہبہ آموجود ہوئی۔ صدر راہبہ نے اس سے پوچھا کہ یہ کون ہے جو اس قدر مہارت سے گا رہی ہے۔

"وہی لڑکی۔" نوآموز راہبہ نے کہا۔

صدر راہبہ نیم خوابیدہ حالت میں بڑ بڑائی "کس قدر خوبصورت آواز ہے۔" پھر اچانک وہ حیرت کے عالم میں سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ "کون سی لڑکی۔"

"میں جانتی تو نہیں۔" نوآموزہ نے کہا۔ "مگر یہ وہی لڑکی ہے جس نے آج صبح

سے پچھلے صحن میں ہنگامہ برپا کر رکھا ہے۔"

"شعائر مقدسہ کی قسم" صدر راہبہ چلائی۔

وہ اپنے بستر سے کود کر اتر آئی۔ اسی آواز کی رہنمائی میں وہ خانقاہ میں سے دوڑتی ہوئی غلاموں کے صحن کی طرف نکل آئی۔ سائیوا ماریہ زمین پر پھیلے اپنے بالوں کے ساتھ ایک تپائی پر سحر زدہ غلاموں میں گھری بیٹھی تھی اور گا رہی تھی۔ صدر راہبہ نے اپنے گلے میں پہنی ہوئی صلیب اوپر اٹھائی۔

"مقدس مریم پر سلام" اس نے کہا۔

"جو گناہ کئے بغیر حالت رحم میں آئی۔" ان سب نے کہا۔

صدر راہبہ نے کچھ اس طرح سے سائیوا ماریہ کے سامنے صلیب لہرائی جیسے کہ وہ کوئی ہتھیار ہو۔ "ویڈ رٹرو" وہ چلائی۔ غلام پیچھے ہٹ گئے اور جمی ہوئی محتاط نگاہوں والی لڑکی کو اس کی جگہ پر تنہا چھوڑ دیا۔

"شیطان کی ساتھی۔" صدر راہبہ چلائی۔ "ہمیں پریشان کرنے کے لئے تم غیر مرئی بن گئیں تھیں۔"

وہ اسے ایک بھی لفظ ادا کرنے پر مجبور نہ کر سکیں۔ ایک نوآموزدہ نے سائیوا ماریہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے لے جانے کی کوشش کی لیکن خوفزدہ صدر راہبہ نے اسے روک دیا۔ "اسے مت چھوؤ" وہ چلائی۔ اور پھر باقی سب سے بھی کہا "اسے کوئی بھی نہیں چھوئے گا۔"

بالاخر وہ سب اسے زبردستی ہوا میں کتے کی طرح سے ٹانگیں اور ہاتھ چلاتی ہوئی حالت میں جیل کی عمارت کے سب سے آخری حجرے میں لے گئیں۔ راستے میں انہیں احساس ہوا کہ وہ اپنے ہی پاخانے میں لتھڑی ہوئی ہے۔ سو انہوں نے اسے تھان پر لے جا کر پانی کی بالٹیوں سے دھو ڈالا۔

"شہر میں اس قدر خانقاہیں ہیں مگر عالی جناب اسقف تمام تر گندگی ہمیں ہی بھیجتے ہیں۔" صدر راہبہ نے احتجاجاً" کہا۔

وہ حجرہ خاصا بڑا تھا اس کی دیواریں کھردری تھیں اور اونچی چھت کے سروں پر دیمک کے راستے دکھائی دے رہے تھے۔ واحد دروازے کے ساتھ ہی ایک قد آور

کھڑکی تھی جس میں مضبوط چپٹی لکڑی کی سلاخیں تھیں اور جس کا چوکھٹا لوہے کی سردل میں جما ہوا تھا۔

سمندر کے مقابل والی سامنے کی دیوار میں واقع کھڑکی لکڑی کی جالی سے بند کی گئی تھی۔ کثرت استعمال کے نشانوں والا بستر ایک پختہ جگہ کو گھاس پھونس بھرے چمڑے کے گدے سے ڈھانپ کر بنایا گیا تھا۔ دیوار میں جڑی ہوئی پتھر کی نشست' قربان گاہ کے طور پر کام دینے والا میز اور آفتابہ' سبھی کچھ دیوار میں نصب صلیب کے نیچے واقع تھے۔ وہ سب سائیوا ماریہ کو چٹیا سمیت مکمل طور پر بھیگی اور خوف سے کانپتی ہوئی حالت میں ایک ایسی داروغہ کے حوالے کر گئیں جو آسیب کے خلاف ہزاروں برس قدیم جنگ جیتنے کے لئے پوری طرح سے تربیت یافتہ تھی۔

سائیوا ماریہ اس مضبوط دروازے کی لوہے کی سلاخوں پر نظریں جمائے اس چھوٹے سے بستر پر بیٹھ گئی اور جب ملازمہ پانچ بجے رات کا کھانا لے کر آئی تو اس نے اسے اسی حالت میں پایا۔ لڑکی نے جنبش تک نہ کی۔ ملازمہ نے اس کے ہار اتارنے کی کوشش کی تو سائیوا ماریہ نے اس کو کلائی سے تھام لیا اور اسے انہیں چھوڑ دینے پر مجبور کر دیا۔ خانقاہ کے روزنامچے میں جو اسی رات سے لکھا جانے لگا ملازمہ نے لکھا کہ ایک مافوق الفطرت طاقت نے اسے زمین پر گرا دیا تھا۔

جب دروازہ بند کر دیا گیا' زنجیر کی جھنجھناہٹ اور تالے میں چابی کے دو مرتبہ گھمائے جانے کی آواز آئی تب بھی لڑکی بے حس و حرکت بیٹھی رہی۔ پھر اس نے کھانے کی طرف دیکھا : خشک گوشت کے چند ٹکڑے' کساوا روٹی کا ایک ٹکڑا اور چاکلیٹ کا ایک کپ۔ اس نے کساوا روٹی کا ٹکڑا منہ میں ڈالا' اسے چبایا اور پھر تھوک دیا۔ پھر وہ کمر کے بل لیٹ گئی۔ اس نے سمندر کا شور' متوقع بارش سے بوجھل ہوا' اور موسم کی پہلی گرج چمک سبھی کچھ سنا۔ اگلے دن علی الصبح جب ملازمہ ناشتہ لے کر دوبارہ آئی تو اس نے لڑکی کو گدے کی اس گھاس پھونس پر سوتی ہوئی پایا جسے اس نے اپنے دانتوں اور ناخنوں کی مدد سے نکال چھوڑا تھا۔

دوپہر میں اس نے اپنے آپ کو ان لڑکیوں کی طعام گاہ لے جایا جانے دیا۔ جنہوں نے ابھی تک اپنے گوشہ نشینی کے عہد نہیں کئے تھے۔ یہ اونچی گنبد نما چھت اور ایسی

بڑی بڑی کھڑکیوں والا ایک کھلا کمرہ تھا جن میں سے سمندر کی چمک بھرپور طور پر در آتی تھی اور چٹانوں سے لہروں کے ٹکرانے کی آوازیں بہت نزدیک محسوس ہوتی تھیں۔ بیس نو آموز راہبائیں جن میں سے زیادہ تر نوجوان تھیں لمبے' بھدے میزوں کی دو رویہ قطاروں کے گرد بیٹھی تھیں۔ انہوں نے سرج کے عام سے پہناوے پہنے ہوئے تھے۔ ان کے سر منڈے ہوئے تھے اور وہ بہت خوش مگر احمق دکھائی دے رہی تھیں۔ ان میں سے کسی نے بھی ایک آسیب زدہ لڑکی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے کی اپنی خوشی چھپانے کی کوشش نہیں کی۔ سائیوا ماریہ دو گھبرائی ہوئی داروغوں کے درمیان بڑے داخلی دروازے کے نزدیک کچھ کھائے پیئے بغیر بیٹھی رہی۔ انہوں نے اسے بھی نو آموزوں کے سے چغے میں ملبوس کیا ہوا تھا اور اسے اس کے سلیپرز بھی پہنائے تھے جو ابھی تک گیلے تھے۔ کھانے کے دوران کسی نے بھی اس کی طرف دھیان نہیں دیا مگر جب کھانا ختم ہو گیا تو بہت سی نو آموز راہبائیں اس کے منکوں کو ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کے گرد اکٹھی ہو گئیں۔ ان میں سے ایک نے انہیں اتارنے کی کوشش کی۔ اس پر سائیوا ماریہ بھڑک سی اٹھی۔ اس نے ان داروغوں کو پرے دھکیل دیا جنہوں نے اسے قابو کرنے کی کوشش کی' میز پر چڑھ گئی اور کچھ اس انداز میں چیختے ہوئے کہ جیسے واقعی آسیب زدہ ہو' ایک سرے سے دوسرے سرے تک دوڑتے ہوئے تباہی سی پھیلا دی۔ اس نے راستے میں آنے والی ہر چیز توڑ دی' پھر کھڑکی میں سے باہر کود گئی' باغ میں کنج تباہ کر ڈالے' مکھیوں کے چھتوں کو جھنجھوڑ ڈالا اور تھان کے جنگلے اور مویشیوں کے باڑے کے گرد کی باڑھ گرا دی۔ شہد کی مکھیاں اڑ گئیں اور جانور بھی پریشانی کے عالم میں ڈکارتے ہوئے خواب گاہوں والے حجروں تک پھیل گئے۔

اس سب کے بعد خانقاہ میں کوئی ایسا عمل واقع نہ ہوتا تھا جس کا الزام سائیوا ماریہ کے بد اثرات کو نہ دیا جاتا ہو۔ بہت سی نو آموز راہباؤں نے روزنامچے میں لکھا کہ وہ ایسے شفاف پروں کے ذریعے اڑتی تھی جو ایک عجب قسم کی بھنبھناہٹ پیدا کرتے تھے۔ بھیڑ بکریوں کو دوبارہ سے اکٹھا کرنے' شہد کی مکھیوں کو واپس ان کے چھتوں میں لانے اور خانقاہ کو دوبارہ سے منظم کرنے میں دو دن اور غلاموں کا پورا جتھا

صرف ہوا۔ اس طرح کی افواہیں بھی گردش کرتی رہیں کہ سوروں کو زہر دے دیا گیا ہے' یہ کہ پانیوں پر مستقبل کا عکس نظر آتا ہے اور یہ کہ خوفزدہ مرغیوں میں سے ایک چھتوں پر سے اڑتی ہوئی سمندر کی طرف جا نکلی اور دور افق میں گم ہو گئی۔ تاہم کلاریسان راہباؤں کے خوف اور طرز عمل میں کوئی مطابقت نہ تھی کیونکہ صدر راہبہ کے جذباتی مظاہروں اور اس خوف کے باوجود جو ان میں سے ہر ایک محسوس کرتی تھی سائیوا ماریہ کا حجرہ ہر کسی کے تجسّس کا محور تھا۔

سات بجے شام کا گیت گائے جانے کے بعد دوسری عبادت کے گھنٹے اور چھ بجے کی عشائے ربانی کی رسم تک خانقاہ میں کرفیو لگا رہتا تھا۔ چند مستثنیات کے سوائے تمام حجروں میں روشنیاں گل کر دی جاتی تھیں۔ اس کے باوجود اس خانقاہ میں زندگی کبھی اتنی ہیجان خیز اور آزاد رو نہیں رہی تھی۔ برآمدوں میں سایوں کی آمدورفت' وقفے وقفے سے ہونے والی سرگوشیوں اور دبی دبی سی شیرزوی کا احساس مسلسل ہوتا رہتا تھا۔ راہباؤں کے انتہائی غیر متوقع حجروں میں تاش کے ہسپانوی پتوں یا پانسے سے جوا کھیلا جاتا' نشہ آور شراب پی جاتی اور خفیہ طور پر لایا گیا تمباکو پیا جاتا جسے جوزفا سرانڈا نے خانقاہ میں ممنوع قرار دے رکھا تھا۔ خانقاہ کی دیواروں کے اندر ایک آسیب زدہ لڑکی کی موجودگی میں ایک غیر معمولی مہم جوئی کا تمام تر جوش و خروش مضمر تھا۔

انتہائی کٹر راہبائیں بھی کرفیو کے دوران اپنے حجروں سے کھسک جاتیں اور دو دو تین تین کے جتھوں میں سائیوا ماریہ سے باتیں کرنے کے لئے جاتیں۔ وہ اپنے ناخنوں سے ان کا استقبال کرتی مگر پھر جلد ہی اس نے ہر کسی سے اس کی شخصیت اور اس رات اپنے مزاج کے مطابق نبٹنا سیکھ لیا۔ اکثر و بیشتر کی جانے والی درخواست یہی ہوتی کہ وہ ناممکن خواہشات کے معاملے میں شیطان کی مدد کے لئے درمیانی رابطے کا کام دے۔ سائیوا ماریہ قبروں کے اندر کی' گردن زدنی لوگوں اور شیطان کی ساتھیوں کی آوازیں نکالتی اور ان میں سے بہت سی اس کے مکارانہ فریب پر یقین رکھتی تھیں اور روزنامچے مین ان کی سچائی کی تصدیق بھی کرتی تھیں۔ بھیس بدلی ہوئی راہباؤں کے ایک گروہ نے ایک بدشگن رات اس کے حجرے پر حملہ کر دیا' سائیوا ماریہ کے منہ

میں کپڑا ٹھونسا اور اس کے مقدس ہار اتار لئے۔ مگر یہ ایک عارضی فتح ثابت ہوئی۔ جب وہ جلدی میں وہاں سے نکلیں، حملہ آور گروہ کی سرغنہ ٹھوکر کھا کر تاریک سیڑھیوں پر پھسل گئی اور اپنی کھوپڑی تڑوا بیٹھی۔ اس کی ہمراہیوں کو بھی تب تک سکون کا ایک لمحہ میسر نہیں آیا' جبتک انہوں نے چوری شدہ ہار ان کی اصل مالک تک پہنچا نہیں دیئے۔ اس سب کے بعد پھر کسی نے اس کے حجرے میں اس کی راتوں کو پریشان نہیں کیا۔

مارکوس ڈی کاسلڈویرو کے لئے یہ تمام تر دن سوگ کے تھے۔ اپنے اس عمل پر متاسف ہونے کی نسبت لڑکی کو وہاں مقید کرنے کے عمل میں اسے زیادہ وقت لگا تھا۔ تبھی اس پر افسردگی کا کچھ ایسا حملہ ہوا کہ جس سے وہ پھر کبھی نہ سنبھل سکا وہ گھنٹوں یہ سوچتے ہوئے خانقاہ کے گرد گھومتا رہا کہ ان لاتعداد کھڑکیوں میں سے کس کھڑکی کے پیچھے کھڑی سائیوا ماریہ اس کے بارے میں سوچ رہی ہو گی۔ پھر جب وہ گھر لوٹا تو اس نے برنارڈا کو صحن میں ابتدائے شام کی ٹھنڈی ہوا سے لطف اٹھاتے ہوئے پایا۔ وہ اس اندیشے سے لرز سا گیا کہ کہیں وہ سائیوا ماریہ کے بارے میں نہ پوچھ لے مگر اس نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں۔

اس نے ماسٹیف کتوں کو ان کے پنجروں سے نکال دیا اور دائمی نیند کی خواہش لئے ہوئے اپنی خواب گاہ کے جھولنے میں لیٹ گیا۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ تجارتی ہوائیں ختم ہو چکی تھیں اور رات انتہائی گرم تھی۔ دلدیں خوفناک مچھروں کے لشکروں اور گرمی سے بدحال ہمہ قسم حشرات کو وجود دیتی تھیں اور انہیں بھگانے کے لئے خواب گاہوں میں اپلے جلانے ضروری ہو جاتے تھے اور طبیعت کاہلی کا شکار ہو جاتی تھی۔ یہ سال کا وہ وقت تھا کہ جب اولیں طوفان باراں کی اتنی ہی شدت سے امید کی جاتی ہے جیسا کہ چھ ماہ بعد دائمی طور پر خشک موسم کی جانے والی ہوتی ہیں۔

پو پھٹنے پر مارکوس **ابرینسیو** کے ہاں چلا گیا۔ وہ ابھی بیٹھا ہی تھا کہ اس نے بیان کرنے سے قبل ہی اپنا دکھ بٹ جانے کی بھرپور تسکین اپنے اندر محسوس کی۔ وہ کسی تمہید کے بغیر ہی اپنے مقصد پر آگیا۔ "میں نے لڑکی کو سانتا کلارا پہنچا دیا ہے۔" **ابرینسیو** سمجھ نہ پایا اور مارکوس نے اس کی الجھن سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اگلا

انکشاف بھی کر دیا۔

"دم جھاڑا کر کے اس کا آسیب نکالا جائے گا۔" اس نے کہا۔

ڈاکٹر نے آہ بھری اور انتہائی اطمینان سے کہنے لگا۔ "مجھے ساری بات بتاؤ۔"

پھر مارکوس نے اسے اسقف سے اپنی ملاقات' دعا کرنے کی اپنی خواہش' بلا سوچے سمجھے کئے گئے اپنے فیصلے اور نیند سے مبرا اپنی راتوں کے بارے میں بتایا۔ یہ ایک بوڑھے عیسائی کا اقرار تھا جس نے ایک بھی راز نہ چھپایا تھا۔

"مجھے یقین ہے کہ یہ سب ایک خدائی حکم کے تابع ہوا ہے۔" اس نے آخر میں کہا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ تم نے اپنا ایمان دوبارہ سے پا لیا ہے۔" **ابریتسیو** نے کہا۔

"کوئی بھی شخص مکمل طور پر ایمان سے محروم نہیں ہو سکتا۔" مارکوس نے کہا۔

"کچھ نہ کچھ شک بہرحال باقی رہ جاتا ہے۔"

ابریتسیو یہ سب سمجھتا تھا۔ اس کی ہمیشہ سے یہی سوچ تھی کہ ایمان کھو دینے سے اس جگہ ایک دائمی دھبہ سا رہ جاتا ہے کہ جہاں یہ ایمان پایا جاتا ہے۔ اور اس طرح سے اسے بھلانا ناممکن ہو جاتا ہے۔ جو بات اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ اپنی اولاد کو جھاڑ پھونک کے ذریعے آسیب نکالنے کی اذیت سے گزارنے کا عمل تھا۔

"اس میں اور سیاہ فاموں کے جادوئی عملوں میں کچھ زیادہ فرق نہیں۔" اس نے کہا۔ "درحقیقت یہ اس سے بھی بدتر ہے کیونکہ سیاہ فام اپنے دیوتاؤں پر مرغ قربان کرتے ہیں جبکہ کلیسا ایک عام اجتماع میں معصوموں کو شکنجے میں کس کر یا زندہ جلا کر خوشی محسوس کرتا ہے۔"

اسقف کے ساتھ مارکوس کی ملاقات کے موقع پر مونسگنور کیٹانوڈیلدرا کی موجودگی ایک منحوس سی بات محسوس ہوتی تھی۔

"وہ ایک جلاد ہے۔" **ابریتسیو** نے کسی قسم کی وضاحت کے بغیر کہا۔

پھر وہ ان ذہنی مریضوں کے ساتھ روا رکھے جانے والے قدیم طرز عمل کی عالمانہ تفصیل بیان کرنے میں ڈوب سا گیا جن کو آسیب زدگی یا کفر کی وجہ سے پھانسی چڑھایا

گیا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ اسے قتل کر دینا زندہ درگور کرنے سے زیادہ مسیحانہ عمل ہوتا۔" اس نے آخر میں کہا۔

مارکوس نے صلیب کا نشان بنایا۔ **ایبریتسیو** نے اس کی ماتمی تافتہ پہنے گھبراہٹ آمیز' اڑی ہوئی حالت پر نظر دوڑائی اور پھر سے اس کی آنکھوں میں غیر یقینی کی وہی چمک دیکھی جو پیدائش کے وقت سے اس کے ساتھ تھی۔

"اسے وہاں سے نکال لاؤ۔" اس نے کہا۔

"میں تب سے یہی کچھ کرنا چاہ رہا ہوں جب سے میں نے اس کو ان لڑکیوں کے حجروں کی طرف جاتے دیکھا ہے کہ جو زندگی میں ہی زندہ درگور ہو جاتی ہیں۔" مارکوس نے کہا۔ "مگر میں قطعاً" نہیں جانتا کہ آیا مجھ میں خدا کی مرضی کے خلاف کچھ کرنے کی صلاحیت ہے۔"

"تو ٹھیک ہے۔ ایسے سمجھو کہ جیسے تم میں یہ طاقت ہے۔" **ایبریتسیو** نے کہا۔ "ہو سکتا ہے خدا کسی دن تمہیں اس کا اجر دے۔"

اسی رات مارکوس نے اسقف سے ملاقات کا وقت مانگا۔ اس نے ٹوٹے پھوٹے انداز اور بچگانہ لکھائی میں خود سے خط لکھا اور یہ بات یقینی بنانے کے لئے کہ وہ اپنی منزل پر پہنچ جائے گا۔ اسے خود جا کر دربان کے حوالے کیا۔

سوموار والے دن اسقف کو مطلع کیا گیا کہ سائیوا ماریہ جھاڑ پھونک کے لئے تیار ہے۔ وہ زرد گھنٹی نما پھولوں والی بالکونی پر اپنا سہ پہر کا کھانا کھا چکا تھا اور اس نے پیغام کا کوئی خاص اثر نہیں لیا۔ اس نے کھایا تو بہت تھوڑا مگر کچھ ایسی محتاط روی کے ساتھ کہ جو اس عمل کو تین گھنٹے تک طول دے سکتی ہے۔ فادر کیتانو ڈیلدرا اس کے سامنے بیٹھا ہوا ایک نپی تلی آواز اور کسی حد تک ڈرامائی انداز میں اونچی آواز میں پڑھ رہا تھا۔ یہ دونوں خصوصیات ان کتب سے مطابقت رکھتی تھیں جنہیں وہ اپنے میلان طبع اور مرضی سے منتخب کرتا تھا۔

یہ قدیم محل اسقف کے لئے ضرورت سے زیادہ بڑا تھا کیونکہ ملاقاتیوں والا کمرہ' خواب گاہ اور وہ کھلی بالکونی جہاں وہ بارشوں کے آغاز تک قیلولہ بھی کرتا اور کھانا بھی

کھاتا' اس کے لئے کافی تھے۔ اس کے سامنے ایک حصے میں سرکاری کتب خانہ تھا جس کا قیام' توسیع اور دیکھ بھال کٹالو ڈیلدرا کا فنکارانہ کمال تھا اور جو اپنے وقتوں میں انڈیز کے بہترین کتب خانوں میں سے ایک تھا۔ بقیہ عمارت گیارہ بند خواب گاہوں پر مشتمل تھی جہاں دو صدیوں کا ملبہ جمع ہوا پڑا تھا۔

اس راہبہ کے سوائے جو کھانا لے کر آتی تھی کیٹانو ڈیلدرا کھانے کے دوران اسقف کے گھر جانے کے اختیارات کا حامل واحد شخص تھا اور وہ بھی کسی ذاتی استحقاق کی وجہ سے نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال تھا بلکہ محض اسقف کے قاری کی حیثیت سے۔ کتب دار کے علاوہ اس کا کوئی خاص عہدہ یا خطاب بھی نہیں تھا لیکن اسے اسقف کے ساتھ اپنے قریبی تعلق کی وجہ سے اصل نائب خیال کیا جاتا تھا۔ اور کوئی بھی شخص اسقف کی طرف سے اس سے مشورہ کئے بغیر کسی بھی فیصلے کی توقع نہیں کرتا تھا۔ ایک ایسے نزدیکی گھر میں جو محل کے ساتھ اندرونی راستوں کے ذریعے ملا ہوا تھا اس کا اپنا الگ حجرہ تھا اور وہیں اس اسقفی کے حکام اور ان راہباؤں کے دفاتر اور رہائشی کمرے تھے۔ جو اس کی خدمت پر مامور تھیں۔ تاہم اس کا اصل گھر کتب خانہ ہی تھا جہاں وہ کام کرتے اور پڑھتے ہوئے چودہ چودہ گھنٹے گزار دیتا تھا اور جہاں وہ ایسے مواقع کے لئے کہ جب اس پر نیند طاری ہو جاتی ایک فوری استعمال کی چھوٹی سی کھاٹ رکھتا تھا۔

اس تاریخی سہ پہر کی خاص بات یہ تھی کہ پڑھتے پڑھتے ڈیلدرا کئی مرتبہ ہکلا سا گیا۔ اس سے بھی غیر معمولی بات یہ تھی کہ اس نے لاعلمی میں ایک صفحہ چھوڑ دیا اور پھر بھی پڑھتا چلا گیا۔ اسقف کیمیا گر کی سی اپنی چھوٹی سی عینک میں سے اسے تب تک دیکھتا رہا جب تک کہ اس نے ورق واپس نہ پلٹ لیا۔ پھر اس نے محظوظ ہوتے ہوئے پوچھا۔ "کس بارے میں سوچ رہے ہو؟"

ڈیلدرا چونک سا گیا۔

"آپ کو یہ سب یقیناً گرمی کی وجہ سے محسوس ہوا ہو گا۔" اس نے کہا۔ "کیوں کیا بات ہے؟"

"اسقف مسلسل اس کی آنکھوں پر نظریں جمائے رہا۔ "مجھے یقین ہے کہ گرمی

کے علاوہ بھی کوئی بات ہے۔" اس نے کہا۔ پھر اس نے اسی لہجے میں دوبارہ سے کہا " تم زندگی کا اہم ترین فیصلہ سنا ڈالو۔ تم اس معاملے کو اپنے ہاتھ میں لے لو۔"

وہ اپنی آنکھیں کھولے بغیر ہی بولا اور پھر شیر کی طرح سے زور دار خراٹا مارا۔ ڈیلدرا نے کھانا ختم کیا اور پھر روزانہ کی طرح پھولدار بیلوں کے نیچے اپنی آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر اسقف نے آنکھیں کھول دیں۔

"تم نے مجھے جواب نہیں دیا۔" اس نے کہا۔

"میں سمجھا آپ سوتے میں باتیں کر رہے ہیں۔" ڈیلدرا نے کہا۔

"اب جاگتی حالت میں میں دوبارہ سے کہہ رہا ہوں۔" اسقف نے کہا۔ "میں لڑکی کی قسمت تمہارے حوالے کرتا ہوں۔"

"یہ میرے ساتھ پیش آنے والا عجیب ترین واقعہ ہو گا۔" ڈیلدرا نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم انکار کر رہے ہو۔"

"مقدس باپ میں جھاڑ پھونک کرنے والا نہیں ہوں۔" ڈیلدرا نے کہا۔ "کردار تربیت یا علم مجھ میں کچھ بھی ایسا نہیں کہ میں اس قسم کا دعویٰ کر سکوں۔ اس کے علاوہ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ خدا نے مجھے ایک اور راہ سجھا دی ہے۔"

یہ درست بھی تھا۔ اسقف کی طرف سے اٹھائے گئے بعض اقدامات کے نتیجے میں ڈیلدرا ویٹی کن کے کتب خانے کے ایک ذخیرے کے ناظم کے مرتبے کے لئے تین امیدواروں میں سے ایک تھا۔ تاہم اگرچہ وہ دونوں یہ بات جانتے تھے ایسا پہلی مرتبہ ہوا تھا کہ انہوں نے آپس میں اس کی نشاندہی کی ہو۔

"یہی ایک مزید وجہ بھی ہے۔" اسقف نے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ لڑکی کے مسئلے کا کامیاب حل ہی ہمارا مطلوبہ **انگیخت** ہو۔"

ڈیلدرا خواتین کے ساتھ برتاؤ کے دوران اپنی پریشانی سے بھی آگاہ تھا۔ وہ سب اسے دلائل کے ایسے ناقابل انتقال استعمال کی حامل دکھائی دیتی تھیں جو انہیں خطرناک حقائق سے بغیر کسی مشکل کے نبٹنے کی صلاحیت عطا کر دیتا تھا۔ سائیوا ماریہ جیسی ایک بے دست و پا بچی کے ساتھ تعلق کے تصور نے ہی اس کی ہتھیلیوں کے پسینے کو سرد کر دیا۔

"نہیں سینور!" اس نے فیصلہ کن طور پر کہا۔ "میں اس قابل نہیں ہوں۔" "تم نہ صرف اس قابل ہو۔" اسقف نے جواباً کہا۔ "بلکہ تم میں وہ چیز ضرورت سے بھی زیادہ ہے جس کی کسی دوسرے میں کمی ہو گی" "القاء۔"

یہ کچھ ایسا بھرپور لفظ تھا کہ مزید کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ تاہم اسقف نے فوراً حامی بھرنے پر اصرار نہیں کیا بلکہ اسے اسی دن سے شروع ہونے والے مقدس ہفتے کا کفارہ ادا ہو جانے کے بعد تک کا وقت دے دیا۔

"کس بارے میں سوچ رہے تھے؟"

"لڑکی کے بارے میں۔" اس نے کہا۔

اس نے مزید وضاحت نہیں کی کیونکہ جہاں تک ان کا تعلق تھا مارکوس سے ملاقات کے بعد سے دنیا میں اور کوئی دوسری لڑکی نہ تھی۔ انہوں نے اکٹھے بیٹھ کر آسیب زدگی کے واقعات اور ان ولیوں کے حالات کھنگالے تھے جنہوں نے جھاڑ پھونک کی رسوم ادا کی تھیں۔ ڈیلدرا نے سرد آہ بھر کر کہا۔ "میں نے اس کے بارے میں خواب دیکھا ہے۔"

"تم کس طرح سے کسی ایسے شخص کے بارے میں خواب دیکھ سکتے ہو جسے تم نے کبھی دیکھا تک نہ ہو۔" اسقف نے پوچھا۔

"وہ ایک چھوٹی سے بارہ سالہ امریکی نژاد مارکوئس تھی جس کے بال اس کے پیچھے کسی ملکہ کے لباس کی طرح لہرا رہے تھے۔" اس نے کہا۔ "ایسی اور کون ہو سکتی ہے۔"

اسقف ملکوتی شبیہوں' معجزوں یا عذاب کی نوید دینے کی صلاحیت کا حامل شخص نہ تھا۔ اس کا دائرہ کار اس دنیا سے متعلق تھا۔ اس لئے اس نے بے یقینی کے عالم میں سرہلایا اور کھانا کھاتا رہا۔ ڈیلدرا نے مزید احتیاط کے ساتھ دوبارہ سے پڑھنا شروع کر دیا۔ اسقف کھانا کھا چکا تو ڈیلدرا نے آرام کرسی پر بیٹھنے میں اس کی مدد کی۔ پر آسائش انداز میں بیٹھ چکنے کے بعد اسقف نے کہا۔ "اب مجھے اپنا خواب سناؤ۔"

خواب بہت سادہ سا تھا۔ ڈیلدرا نے خواب میں دیکھا کہ سائیوا ماریہ اپنی گود میں پڑے انگوروں کے ایک گچھے سے ایک ایک کر کے انگور کھاتے ہوئے ایک کھڑکی کے

ساتھ بیٹھی ہے جس سے ایک برف میں ڈھکا کھیت دکھائی دے رہا تھا۔ ہر انگور جو وہ توڑتی گچھے پر دوبارہ سے اگ آتا۔ خواب میں یہ احساس بھی جاگزیں تھا کہ لڑکی نے گچھے کو ختم کرنے کی کوشش میں اسی کھڑکی کے ساتھ بیٹھے بیٹھے کئی برس گزار چھوڑے ہیں۔ اور یہ کہ وہ ایسا کرنے کے لئے کسی جلدی میں بھی نہ تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ انگور کے آخری دانے میں موت مضمر ہے۔

"سب سے عجب بات۔" ڈیلدرا نے آخر میں کہا۔ "یہ ہے کہ وہ کھڑکی جس میں سے وہ باہر کھیت کو دیکھ رہی تھی ان گزری سردیوں کے دوران سالامنکا والی کھڑکی تھی جب تین روز تک برف باری ہوتی رہی تھی اور بھیڑیں برف میں دب کر ہلاک ہو گئی تھیں۔"

اسقف بہت متاثر ہوا۔ وہ کیٹانو ڈیلدرا کو کہیں زیادہ جانتا اور محبت کرتا تھا کہ وہ اس کے خوابوں کے معمے کو نظر انداز کر دیتا۔ اپنی بہت سی خوبیوں اور اعلیٰ کردار کے ذریعے سے اس نے اس اسقفی اور خود اسقف کے دل میں اپنا موجودہ مقام حاصل کیا تھا۔ اسقف نے سہ پہر کے مختصر قیلولہ کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔

اسی دوران شام کی عبادت سے پہلے ڈیلدرا نے بھی اسی میز پر بیٹھ کر کھانا کھایا۔ وہ ابھی کھانا کھا رہا تھا جب اسقف نے اپنی آرام کرسی میں جنبش سی کی اور اپنی "لڑکی سے مل آؤ۔" اس نے کہا۔ "تمام معاملے کا پوری طرح جائزہ لو اور مجھے مطلع کرو۔"

سو کچھ اس طور کیٹانو ایلسنو ڈیل **ایسپریٹو** سانتو ڈیلدرا **ایسکو** ڈوئیرو چھتیس برس کی عمر میں سائیوا ماریہ کی زندگی اور اس شہر کی تاریخ میں داخل ہوا۔ جب اسقف سالامنکا میں دینیات کی مشہور نشست پر تعینات تھا تو ڈیلدرا اس کا شاگرد ہوا کرتا تھا اور وہیں سے اس نے امتیازی حیثیت سے کامیابی حاصل کی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اس کا باپ گارسیلاسو ڈی ویگا کی نسل سے تھا جسے وہ تقریباً دینی عقیدت سے دیکھتا تھا۔ اور وہ اس کا اعلان کرنے سے چوکتا بھی نہ تھا۔ اس کی والدہ مومپاکس کے صوبے میں سان مارٹن ڈی لوبا کے علاقے سے تھی اور اپنے والدین کے ہمراہ سپین میں آن بسی تھی۔ ڈیلدرا کو تب تک یقین نہ آتا تھا کہ وہ کسی بھی طور اس سے مشابہت رکھتا ہے جب تک کہ وہ گریناڈا کی سلطنت میں نہ گیا کہ جہاں اس نے اپنی موروثی یادوں کو

پہچان لیا۔

سالامنکا میں ڈیلدرا کے ساتھ اپنی اولین گفتگو کے وقت سے ہی اسقف ڈی کیسیرس ور ٹوڈز محسوس کرتا آیا تھا کہ وہ ان نایاب ہستیوں میں سے ایک ہے جو اپنے وقتوں میں دین مسیح کی شان ہوتے ہیں۔ وہ سخت سردیوں والی فروری کی ایک صبح تھی اور کھڑکی میں سے برف سے ڈھکے کھیت اور کچھ فاصلے پر دریا کے ساتھ ساتھ کھڑے سفیدے کے درختوں کی قطار دیکھی جا سکتی تھی۔ سردیوں کا یہ منظر ایک ایسے بار بار دکھائی دینے والے خواب کا حصہ ہونے جا رہا تھا کہ جسے بقیہ زندگی کے لئے اس نوجوان مذہبی پیشوا کا پیچھا کرتے رہنا تھا۔

جیسا کہ ظاہر ہے وہ کتابوں کے بارے میں باتیں کیا کرتے اور اسقف کو یقین نہیں آ پاتا تھا کہ ڈیلدرا نے اتنی سی عمر میں اتنا کچھ پڑھ رکھا ہے۔ اس نے گارسیلاسو کے بارے میں اسقف سے بات کی۔ اس کے استاد نے تسلیم کیا کہ وہ اس کے بارے میں کچھ زیادہ تو نہیں جانتا مگر وہ ایک ایسے ملحد شاعر کے طور پر اس کے ذہن میں ہے جس نے اپنے تمام تر کلام میں دو مرتبہ سے زائد خدا کا ذکر نہیں کیا۔

"اس سے کہیں زیادہ مرتبہ۔" ڈیلدرا نے کہا۔ "تاہم نشاۃ ثانیہ کے وقتوں میں اچھے کیتھولک میں بھی یہ بات غیر معمولی نہیں سمجھی جاتی تھی۔"

جس دن ڈیلدرا نے اپنے اولین عہد اٹھائے' اس کے استاد نے اسے تجویز پیش کی کہ وہ اس کے ساتھ یوکاٹن کے علاقے میں چلے کہ جہاں کے لئے اسے حال ہی میں اسقف نامزد کیا گیا تھا۔ ڈیلدرا کے لئے جو زندگی کو محض کتابوں کی حد تک جانتا تھا' اپنی والدہ کی وہ دنیا ایک ایسا خواب دکھائی دیتی تھی جو کبھی اس کی نہیں ہونے والی تھی۔ جب برف کھود کر یخ بستہ بھیڑیں نکالی جا رہی تھیں' اسے شدید گرمی' گلے سڑے گوشت کی دائمی بدبو اور بھاپ چھوڑتی دلدلوں کا تصور کرنے میں مشکل پیش آ رہی تھی۔ تاہم اسقف کے لئے جس نے افریقی جنگوں میں حصہ لیا تھا' ان کے بارے میں سوچنا نسبتاً" آسان تھا۔

"میں نے سنا ہے کہ ہمارے مذہبی پیشواء انڈیز میں خوشی کے مارے پاگل ہو جاتے ہیں۔" ڈیلدرا نے کہا۔

"اور بعض تو گلے میں پھندا تک ڈال لیتے ہیں۔" اسقف نے کہا۔ "وہ ایک ایسی جگہ ہے جو لواطت' بت پرستی اور مسلک آدم خوری کا شکار ہے۔" پھر اس نے کسی تعصب کے بغیر مزید کہا۔ "مراکشیوں کے علاقوں کی طرح۔"

تاہم اس کے خیال میں یہی اس کی طلب سے بڑی کشش بھی تھی۔ ایسے جنگجوؤں کی ضرورت تھی کہ جو مسیحی تہذیب کے ثمرات حاوی کر دینے پر اتنے ہی تلے ہوئے ہوں جتنے کہ صحرا میں تبلیغ کرنے کے۔ تاہم تیئس برس کی عمر میں ہی ڈیلدرا کو یقین ہو چلا تھا کہ روح القدس کی داہنی طرف اس کی پیش قدمی کہ جس کے لئے وہ بھرپور عقیدت بھی رکھتا تھا' پہلے ہی سے حتمی ہے۔

"اپنی تمام تر زندگی میں میں نے کتب خانے کا ناظم بننے کے بارے میں خواب دیکھے ہیں۔" اس نے کہا۔ "اور میں صرف اسی کام کے لئے موزوں ہوں۔"

اس نے ٹولیڈو میں ایک ایسی نامزدگی کے لئے امتحان دے رکھا تھا جو اس کے خواب کی تعبیر کے لئے پہلا زینہ ثابت ہوتی اور اسے یقین تھا کہ وہ یہ تعیناتی حاصل کر بھی لے گا۔ لیکن اس کا استاد مصر رہا۔

"ٹولیڈو میں شہادت کی نسبت یو کاٹن کے ناظم کتب خانہ کے طور پر ولائت حاصل کرنا نسبتاً" آسان ہے۔" اس نے کہا۔

ڈیلدرا نے کسی قسم کی عاجزی کے بغیر کہا۔ "اگر خدا نے چاہا تو میں ولی کی بجائے فرشتہ بننا زیادہ پسند کروں گا۔"

جب اسے ٹولیڈو میں تعینات کیا گیا تو وہ تب بھی اپنے استاد کی پیش کش پر غور کر رہا تھا اور اس نے اس کی بجائے یو کاٹن کو چن لیا۔ تاہم ڈیلدرا اور اسقف کبھی بھی وہاں نہ پہنچ پائے۔ ستر دن تک بپھرے سمندر کا مقابلہ کرتے کرتے' تیز ہواؤں میں ان کا جہاز ڈوب گیا۔ انہیں ایک تباہ حال بیڑے نے بچایا جو انہیں ڈیرئین میں سانتا ماریہ لا اینٹیگوا کے مقام پر چھوڑ گیا۔ انہوں نے گیلیئن کے بحری بیڑے کے ذریعے آنے والی ڈاک کے انتظار میں وہاں ایک برس سے زائد عرصہ گزار دیا حتیٰ کہ ڈی کیسیرس کو وہاں کا عارضی اسقف بنا دیا گیا جس کی اسقفی وہاں کے برائے نام اسقف کی اچانک موت کی وجہ سے خالی ہو گئی تھی۔ جب اس نے اس چھوٹے سے

جہاز سے جو انہیں ان کی نئی منزل کی طرف لے جا رہا تھا۔ یوروبا کا گھنا جنگل دیکھا تو ڈیلدرا نے ان بیتے ہوئے مناظر کو پہچان لیا جو ٹولیڈو کی غمگین سردیوں کے دوران اس کی ماں کو پریشان کیا کرتے تھے۔ توہمانہ جھٹپٹے' دہشت ناک پرندے' مینگروو کی دلدلوں کی شدید بدبو' سبھی کچھ ایک ایسے ماضی کی دل پسند یادیں محسوس ہوتی تھیں جو اس پر نہیں بیتا تھا۔

''صرف روح القدس ہی معاملات کو اس طور ترتیب دے کر مجھے اپنی والدہ کی سرزمین پر لا سکتا ہے۔'' اس نے کہا۔

بارہ برس گزرنے کے بعد اسقف نے یو کاٹن کے اپنے خواب کو بھلا چھوڑا تھا۔ وہ تہتر برس کی عمر کو پہنچ چکا تھا' دمے کے ہاتھوں موت کے منہ میں جا رہا تھا اور یہ بھی جان گیا تھا کہ وہ سالامنکا میں ہونے والی برف باری اب کبھی نہ دیکھ پائے گا۔ جب سائیوا ماریہ خانقاہ میں داخل ہوئی تو وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اپنے شاگرد کے لئے روم تک پہنچنے کا راستہ صاف کرنے کے بعد سبکدوشی لے لے گا۔

اگلے روز کیٹانو ڈیلدرا سانتا کلارا کی خانقاہ گیا۔ شدید گرمی کے باوجود اس نے موٹا اونی چغہ پہنا ہوا تھا اور آسیب کے خلاف جنگ کے بنیادی ہتھیار' مقدس پانی کی ایک بوتل اور مذہبی رسوم کے لئے مخصوص تیل والا صندوقچہ اٹھائے ہوئے تھا۔ صدر راہبہ اس سے پہلے اسے کبھی نہ ملی تھی تاہم اس کی ذہانت اور اختیارات کے قصے خانقاہ کی خاموشیوں میں پہنچ چکے تھے۔ جب وہ صبح چھ بجے مہمان خانے میں اس سے ملی تو وہ س کی کم عمری' شہید کے چہرے کی سی زردی' اس کی آواز کی کھنک اور سفید بالوں کی لٹ کے معمے سے بہت متاثر ہوئی۔ لیکن اس کی کوئی بھی خوبی اسے یہ بھلانے پر آمادہ نہ کر سکی کہ وہ اسقف کا ایک کارندہ ہے۔ تاہم وہ واحد بات جو ڈیلدرا نے محسوس کی مرغوں کی پرشور آوازیں تھیں۔

''ہیں تو یہ صرف چھ مگر سو کے برابر شور کرتے ہیں۔'' صدر راہبہ نے کہا۔ '' اس کے علاوہ ایک سئور نے بولنا شروع کر دیا ہے اور ایک بکری نے تین بچوں کو جنم دیا ہے۔'' پھر اس نے پرجوش انداز میں مزید کہا۔ ''ہر شئے اسی طرح سے عمل کر رہی ہے جب سے آپ کے اسقف نے اپنا وہ خطرناک تحفہ بھیج کر ہم پر احسان فرمایا

ہے۔"

باغ میں پھولوں کے غیر فطری حد تک بھرپور طور پر کھلنے کے عمل کو بھی وہ اسی قدر خوفزدہ نظروں سے دیکھتی تھی۔ جب وہ باغ میں سے گزر رہے تھے تو اس نے ڈیلدرا کو بتایا کہ ایسے غیر معمولی حجم اور رنگ والے پھول اگ رہے ہیں جن میں سے بعض کی خوشبو ناقابل برداشت ہے۔ جہاں تک اس کا اپنا تعلق تھا' اسے ہر عام چیز میں کوئی نہ کوئی مافوق الفطرت بات پنہاں نظر آتی تھی۔ اس کے ادا کئے گئے ہر لفظ کو سن کر ڈیلدرا کو یوں لگتا کہ گویا وہ اس کے بس سے باہر ہو۔ اس نے فوراً دفاعی انداز میں کہا۔

"ہم نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ لڑکی پر آسیب کا سایہ ہے۔ بلکہ بات محض اتنی سی تھی کہ ایسا شبہ کرنے کی وجوہ موجود ہیں۔"

"جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں وہ خود اس کا ثبوت ہے۔" صدر راہبہ نے کہا۔ "احتیاط سے۔" ڈیلدرا نے کہا۔ "بعض اوقات ہم کچھ ایسی چیزوں کو جنہیں ہم سمجھ نہیں پاتے یہ سوچے بغیر شیطان کے سر تھوپ دیتے ہیں کہ ہو سکتا ہے یہ سب ایسا خدائی عمل ہو جسے ہم سمجھ نہیں پائے ہوں۔"

"سینٹ تھامس نے ایک مرتبہ کہا تھا اور میں اسی پر عمل بھی کرتی ہوں" صدر راہبہ نے کہا کہ "ہمیں شیطان کی بات پر یقین نہیں کرنا چاہئے چاہے وہ سچ بھی بولیں۔"

دوسری منزل پر خانقاہوں کی روایتی خامشی طاری تھی۔ ایک طرف قفل شدہ خالی حجرے تھے اور ان کے بالمقابل سمندر کے نظارے کے لئے کھلی کھڑکیاں تھیں۔ بظاہر تو نوآموزوں کا اپنے کام میں انہماک متاثر نہ ہوا تھا مگر درحقیقت انہوں نے جیل کی عمارت کی طرف جاتی صدر راہبہ اور اس کے ملاقاتی کی ہر حرکت کا جائزہ لے لیا تھا۔ برآمدے کے آخری سرے تک پہنچنے سے قبل کہ جہاں سائیوا ماریہ کو قید کیا گیا تھا وہ مارٹینا لابورڈے کے حجرے کے سامنے سے گزرے کہ جو ایک سابقہ راہبہ تھی اور جسے اپنی دو ساتھیوں کو ایک چاقو کی مدد سے قتل کرنے کے جرم میں عمر قید کی سزا دی گئی تھی۔ اس نے آج تک اپنے جرم کی اصل وجوہ سے پردہ نہ اٹھایا تھا۔ اس نے

وہاں گیارہ برس گزار دیے تھے۔ تاہم اب وہ اس جرم کی بجائے فرار کی اپنی ناکام کوششوں کی وجہ سے زیادہ جانی جاتی تھی۔ اس نے کبھی یہ تسلیم نہ کیا تھا کہ عمر قید ایک طرح سے گوشہ نشینی کی راہبانہ زندگی کی طرح سے ہی تھی اور اس معاملے میں وہ اس قدر غیر متزلزل تھی کہ اس نے اپنی بقیہ سزا زندہ درگور ہو جانے والی راہباؤں کے حجروں میں ان کی خادمہ کے طور پر گزارنے تک کی پیش کش کی تھی۔ اس کا واحد ذہنی خبط کہ جس میں اسے اتنا ہی پرجوش یقین تھا جتنا کہ اپنے ایمان میں۔ آزادی کا حصول تھا چاہے اس کے لئے اسے پھر سے ایک آدھ قتل ہی کیوں نہ کرنا پڑ جائے۔

ڈیلدرا اپنے بچگانہ تجسّس کو نہ دبا سکا اور کھڑکی کی لوہے کی سلاخوں میں سے حجرے میں جھانکا۔ مارٹینا کی پشت اس کی طرف تھی۔ جب اس نے اپنی پشت پر کسی کی نظریں محسوس کیں تو وہ دروازے کی طرف مڑی۔ تبھی ڈیلدرا کو اس کی شخصیت کے سحر کا اندازہ ہو گیا۔ گھبراہٹ زدہ صدر راہبہ اسے کھڑکی سے پرے لے گئی۔

"احتیاط کیجئے۔" اس نے کہا۔ "یہ مخلوق کچھ بھی کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔"

"سلاخوں کے پیچھے بھی یہ اس قدر خطرناک ہے۔" ڈیلدرا نے کہا۔

"اس سے بھی کہیں زیادہ۔" صدر راہبہ نے کہا۔ "اگر میرے بس میں ہوتا تو میں اسے کافی عرصہ پہلے ہی رہا کر چکی ہوتی۔ اس کی پیدا کردہ پریشانیاں' اس خانقاہ کے لئے ضرورت سے زیادہ ہیں۔"

جب داروغہ نے دروازہ کھولا تو سائیوا ماریہ کے حجرے سے سڑانڈ سی اٹھی۔ لڑکی کسی قسم کے گدے سے مبرا پتھر کے ایک بستر پر کمر کے بل لیٹی ہوئی تھی جب کہ اس کے ہاتھ پاؤں چمڑے کی پٹیوں سے بندھے پڑے تھے۔ وہ بے جان سی دکھائی دیتی تھی مگر اس کی آنکھوں میں شدید چمک عیاں تھی۔ ڈیلدرا کو یوں لگا کہ جیسے وہ اس کے خواب والی لڑکی سے مشابہہ ہو اور اس کے جسم پر کپکپی سی طاری ہو گئی اور وہ سرد پسینے میں نہا سا گیا۔ اس نے آنکھیں بند کیں اور اپنے تمام تر ایمانی تیقن کے ساتھ ہلکی سی آواز میں دعا پڑھی۔ جب تک اس نے یہ عمل مکمل کیا وہ اپنا اعتماد بحال کر چکا تھا۔

"اگر یہ فی الوقت آسیب زدہ نہیں تب بھی۔" اس نے کہا۔ "یہ بے چاری ایسی

حالت کا شکار ہونے کے لئے انتہائی سازگار ماحول میں ہے۔" صدر راہبہ نے جواباً" کہا "یہ ایک ایسا اعزاز ہے جس کے ہم مستحق ہیں۔" یہ اس لئے کیونکہ انہوں نے حجرے کو بہترین حالت میں رکھنے کے لئے سب کچھ کر دیکھا تھا مگر سائیوا ماریہ اپنے لئے خود سے ہی گندگی کا ڈھیر پیدا کر لیتی تھی۔

"ہماری جنگ اس کے خلاف نہیں بلکہ ان بد روحوں کے خلاف ہے جو ہو سکتا ہے اس کے اندر داخل ہو گئی ہوں۔" ڈیلدرا نے کہا۔

پھر وہ فرش پر بکھری غلاظت سے بچنے کے لئے پنجوں کے بل اندر داخل ہوا اور رسمی دعائیں پڑھتے ہوئے حجرے میں آب مقدس میں بھیگی زوفا کی ٹہنیوں سے چھڑکاؤ کیا۔ صدر راہبہ دیواروں پر پانی کے چھینٹوں سے پڑنے والے دھبوں سے خوفزدہ سی ہو گئی۔

"خون" وہ چلائی۔

ڈیلدرا نے اس عقلی توجیہہ پر اعتراض کیا۔ محض اس بات سے کہ پانی کا رنگ سرخ تھا یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ یہ ضرور خون ہو گا اور اگر ایسا ہو بھی تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ ابلیس کا فعل ہے۔ "یہ فرض کرنا نسبتاً" زیادہ معقول ہو گا کہ یہ ایک معجزہ ہے اور یہ کہ طاقت صرف خدا کو جچتی ہے۔" اس نے کہا۔ تاہم درحقیقت ان میں سے کوئی وجہ بھی درست نہ تھی۔ کیونکہ ان قلعی شدہ دیواروں پر جب وہ حصے سوکھے تو وہ سرخ سے انتہائی سبز میں تبدیل ہو چکے تھے۔ صدر راہبہ شرمندہ سی ہو گئی۔ یہ صرف کلاریسان راہباؤں' بلکہ اس زمانے کی تمام خواتین کے لئے کسی بھی قسم کی باقاعدہ تعلیم ممنوع تھی۔ پھر بھی اوائل نوجوانی کے وقتوں سے ہی اس نے نامور دینی رہنماؤں اور عظیم منکرین والے اپنے خاندان میں رہتے ہوئے عالمانہ بحث میں مہارت حاصل کر لی تھی۔

"کم از کم ہمیں خون کا رنگ تبدیل کر سکنے کی معمولی شیطانی صلاحیت کا انکار نہیں کرنا چاہئے۔" اس نے جواباً" کہا۔

"ایک سودمند شک سے مفید کوئی بات نہیں ہو سکتی۔" ڈیلدرا سے فوری طور پر یہی جواب بن پڑا۔ پھر اس نے سیدھا اس کی طرف دیکھا۔ "سینٹ آگستن کو پڑھو۔"

"میں نے انہیں پہلے ہی بہت احتیاط سے پڑھا ہے۔" صدر راہبہ نے کہا۔ "تو پھر اسے دوبارہ پڑھو۔" ڈیلدرا نے کہا۔

لڑکی کی طرف متوجہ ہونے سے پہلے اس نے انتہائی خوش خلقی سے داروغہ سے حجرے سے باہر جانے کو کہا۔ پھر اسی خوش خلقی کے بغیر اس نے صدر راہبہ سے کہا۔ "مہربانی فرما کر آپ بھی۔"

"آپ کی ذمہ داری پر۔" اس نے کہا۔

"اسقف ہی سب سے اعلیٰ رتبے والے ہیں۔" اس نے کہا۔

"مجھے یہ یاد دلانے کی ضرورت نہیں۔" صدر راہبہ نے ہلکے طنزیہ امتزاج سے کہا۔ "اب تک ہم یہ جان ہی چکی ہیں کہ آپ لوگ خدا کے بھی مالک ہیں۔"

ڈیلدرا نے اسے اپنے ان الفاظ سے حظ اٹھانے دیا۔ وہ بستر کے کنارے پر بیٹھ گیا اور ایک معالج کی سی تفصیل سے لڑکی کا معائنہ کیا۔ اس پر کپکپی تو اب بھی طاری تھی مگر اب اسے پسینہ نہیں آ رہا تھا۔

نزدیک سے دیکھنے پر سائیوا ماریہ کے جسم پر خراشیں اور زخم دکھائی دیتے تھے اور اس کی جلد ان پٹیوں کی رگڑ سے چھلتی جا رہی تھی۔ لیکن جس چیز نے اسے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ اس کے ٹخنے کا زخم تھا جو معالجوں کے احمق پن کی وجہ سے سوجا ہوا تھا اور ناسور بن چکا تھا۔

اس کا معائنہ کرتے ہوئے ڈیلدرا نے یہ وضاحت بھی کر دی کہ اسے اس خانقاہ میں مصلوب کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس شک کی وجہ سے لایا گیا ہے کہ ایک آسیب اس کی روح پر قبضہ کرنے کے لئے اس کے جسم میں داخل ہو گیا ہے اور یہ کہ سچ جاننے کے لئے اسے اس کی مدد کی ضرورت ہو گی۔ لیکن یہ جاننا ناممکن تھا کہ آیا وہ سن بھی رہی تھی یا نہیں اور یہ کہ کیا وہ جان گئی تھی کہ یہ سب دل کی گہرائیوں سے کہا گیا تھا۔

جب وہ معائنہ ختم کر چکا تو ڈیلدرا نے دوائیوں کا صندوقچہ منگوایا مگر عطار راہبہ کو حجرے میں داخل نہیں ہونے دیا۔ اس نے لڑکی کے زخموں پر روغن بلسام لگایا اور تکلیف برداشت کرنے کی اس کی صلاحیت پر حیرت کے عالم میں اس نے اس کی چھلی

ہوئی جلد پر آہستہ سے پھونکیں مار کر جلن کم کی۔ سائیوا ماریہ نے اس کے کسی سوال کا جواب نہیں دیا، اس کی تبلیغ پر کوئی دھیان نہیں دیا اور نہ ہی کسی چیز پر احتجاج کیا۔

یہ ایک حوصلہ شکن آغاز تھا جو اس وقت تک ڈیلدرا کے ذہن پر سوار رہا جب تک وہ کتب خانے کے پرسکون ماحول میں نہ پہنچ گیا۔ اسقف کے محل کا سب سے بڑا کمرہ ہونے کے باوجود اس میں ایک بھی کھڑکی نہ تھی اور بے شمار کتابوں کی حامل شیشے کے پٹ والی مہاگنی کی الماریاں دیواروں کے ساتھ ساتھ قطار اندر قطار لگی تھیں۔ کمرے کے وسط میں ایک بڑا سا میز پڑا تھا جس پر بحری نقشے ایک اصطرلاب اور جہاز رانی کے دوسرے آلات کے علاوہ ایسی اضافتوں اور تصیحات والا ایک کرہ ارض بھی پڑا تھا جنہیں ایک کے بعد آنے والے دوسرے نقشہ ساز ویسے ویسے ثبت کرتے چلے گئے جیسے جیسے دنیا کا حجم بڑھتا چلا گیا۔ پچھلی طرف ایک بھدی سی کام کرنے والی میز تھی جس پر دوات، قلم تراش، ٹرکی کے پر، سیاہی خشک کرنے کے لئے زیت اور کارنیشن کے مرجھائے ہوئے پھول سے سجا ہوا ایک گلدان پڑا تھا۔ کمرہ نیم تاریک تھا اور محفوظ شدہ کاغذ کی بو سے بھرپور تھا اور ایک جنگل کے بیچ کھلے میدان کے سے سرد پن اور سکون کا حامل تھا۔ کمرے کی پچھلی طرف ایک نسبتاً چھوٹے سے احاطے میں عام سی لکڑی سے بنے ہوئے دروازوں والی ایک مقفل الماری تھی۔ یہ ان کتب کا قید خانہ تھا کہ جنہیں مذہبی عدالتوں نے ممنوع قرار دے دیا تھا کیونکہ وہ پرفریب لادینی معاملات اور گمراہ کن تاریخ سے متعلق تھیں۔ کیٹانو ڈیلدرا کے سوائے کسی کو ان تک رسائی نہ تھی کیونکہ اسے ان شائع شدہ گمراہ کن کتب کی تاریکیوں کو کھنگالنے کا پاپائی اجازت نامہ حاصل تھا۔

جس لمحے اس نے پہلی مرتبہ سائیوا ماریہ کو دیکھا تبھی سے کتب خانے کا برس ہا برس پرانا پرسکون ماحول اس کے لئے جہنم بن گیا تھا۔ اب وہ وہاں مذہبی پیشواؤں اور عام لوگوں میں سے اپنے دوستوں سے ملاقات نہیں کرتا تھا کہ جو اس کے ساتھ نئے خیالات کے بارے میں عالمانہ مباحث کیا کرتے اور ادبی محفلیں اور موسیقی سے بھرپور شامیں گزارا کرتے تھے۔ اب اس کا جنون شیطان کی پرفریب چالبازیوں کو سمجھنے تک محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ اور خانقاہ جانے سے پہلے کے پانچ دن رات اس نے اسی

موضوع کے بارے میں پڑھتے اور سوچتے ہوئے گذار دیئے۔ سوموار کے دن جب اسقف نے اسے پرعزم انداز میں روانہ ہوتے دیکھا تو اس نے اس سے پوچھا کہ وہ کیسا محسوس کر رہا ہے۔

"کچھ ایسے جیسے مجھے روح القدس کے پر مل گئے ہوں۔" ڈیلدرا نے کہا۔

اس نے اپنی عام سی سوتی قباء پہن رکھی تھی جو اسے ایک لکڑ ہارے کا سا حوصلہ عطا کرتی تھی اور اس کی روح مایوسی سے مقابلے کے لئے بھی تیار تھی۔ وہ مقابلتاً" بہتر محسوس کر رہا تھا۔ داروغہ نے اس کے سلام کا جواب انتہائی روکھے پن سے دیا اور سائیوا ماریہ نے بدمزاج سی تیوری سے اس کا استقبال کیا۔ کمرے میں سانس لینا دوبھر ہو رہا تھا کیونکہ فرش پر فضلہ اور بچا کھچا کھانا پھیلا ہوا تھا۔ قربان گاہ والی سل پر مقدس چراغ کے ساتھ ہی دوپہر کا کھانا ان چھواء پڑا تھا۔ ڈیلدرا نے پلیٹ اٹھائی اور جمی ہوئی چربی میں پکے کالے چنے چمچ سے لے کر لڑکی کے منہ کی طرف بڑھائے۔ اس نے اپنا منہ موڑ لیا۔ اس نے کئی مرتبہ اصرار کیا لیکن ہر مرتبہ اس کا ردعمل ایک سا ہی ہوتا۔ پھر ڈیلدرا نے چمچ بھر چنے اپنے منہ میں ڈالے' انہیں چکھا اور کراہت کی واضح علامات کے ساتھ بغیر چبائے انہیں نگل گیا۔

"تم بالکل ٹھیک کر رہی ہو۔" اس نے اسے کہا۔ "یہ کراہت آمیز ہے۔"

لڑکی نے اس کی طرف معمولی سی توجہ بھی نہیں دی۔ جب اس نے اس کے سوجن زدہ ٹخنے پر مرہم لگایا تو جلد پھڑکنے لگی اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔ وہ جان گیا کہ لڑکی نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں اور اس نے ایک اچھے غمگسار کی سی سرگوشیوں سے اسے تسلی دی اور بالاخر اس کے برباد حال جسم کو کچھ سکون پہنچانے کے لئے پٹیاں ڈھیلی کرنے کی ہمت کر ڈالی۔ لڑکی نے یہ جاننے کے لئے کہ آیا اس کی انگلیاں ابھی تک اس سے جڑی ہوئی ہیں انہیں کئی مرتبہ لچکایا اور بندھن کی وجہ سے سن شدہ اپنی ٹانگوں کو پسارا۔ پھر اس نے پہلی مرتبہ ڈیلدرا کی طرف دیکھا' اسے جانچا اور پھر ایک شکار ہوتے جانور کی طرح سے سیدھی اس پر جھپٹ پڑی۔ داروغہ نے اسے قابو کرنے اور پٹیاں دوبارہ سے کسنے میں ڈیلدرا کی مدد کی۔ وہاں سے نکلنے سے قبل ڈیلدرا نے اپنی جیب سے صندل کی ایک تسبیح نکالی اور اسے سائیوا ماریہ کے گلے

میں سانتریا کے منکوں کے اوپر ڈال دیا۔

جب اسقف نے اسے چہرے پر خراشوں اور ہاتھ پر کاٹ کے زخم کے ساتھ واپس آتے دیکھا تو وہ خوفزدہ سا ہو گیا۔ ان پر نظر پڑتے ہی اسے پریشانی لاحق ہو گئی تھی مگر اس معاملے میں ڈیلدرا کے ردعمل پر اس سے بھی زیادہ خوفزدہ ہو گیا۔ وہ کچھ اس طور سے اپنے زخموں کی نمائش کر رہا تھا کہ جیسے وہ جنگی تمغے ہوں اور باؤلا پن لاحق ہو جانے کے خطرے پر تمسخر آمیز انداز میں ہنس رہا تھا۔ تاہم اسقف کے معالج نے ان پر بھرپور توجہ دی کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے تھا جن کو یہ خوف لاحق تھا کہ آئندہ سوموار ہونے والا سورج گرہن خوفناک تباہیوں کا پیش خیمہ ثابت ہو گا۔

دوسری طرف قاتلہ مارٹینا لابورڈے کو سائیوا ماریہ کی طرف سے معمولی مزاحمت کا بھی سامنا نہیں کرنا پڑا۔ وہ پنجوں کے بل اس کے حجرے تک گئی اور پھر یوں ظاہر کیا جیسے اچانک ہی اس کی نظر بستر سے بندھے ہاتھ پاؤں والی سائیوا ماریہ پر پڑ گئی ہو۔ لڑکی نے محتاط طرز عمل اختیار کیا اور اپنی نظریں چوکنے انداز میں اس وقت تک اس پر جمائے رکھیں جب تک مارٹینا مسکرا نہیں دی۔ پھر وہ بھی مسکرا دی اور غیر مشروط طور پر اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے اس حجرے میں ڈومینگا ڈی ایڈوینٹو کی روح سما گئی ہو۔

مارٹینا نے اسے بتایا کہ وہ کون ہے اور کیونکر اپنی بقیہ زندگی کے لئے وہیں رہنے پر مجبور ہے اگرچہ وہ اپنی معصومیت کا اعلان کرتے کرتے تھک گئی تھی۔ جب مارٹینا نے سائیوا ماریہ سے اس کی اپنی قید کی وجہ دریافت کی تو وہ اسے صرف وہی تھوڑا بہت بتا سکی کہ جو اس نے اپنے جھاڑ پھونک کرنے والے سے سنا تھا۔ "شیطان میرے اندر حلول کر گیا ہے۔"

مارٹینا نے یہ جانے بغیر کہ وہ ان چند سفید فام خواتین میں سے تھی جنہیں سائیوا ماریہ نے سچ بات بتائی تھی یہ سوچتے ہوئے مزید سوالات نہیں کئے کہ یا تو لڑکی نے جھوٹ بولا ہے یا پھر خود اس سے جھوٹ بولا گیا ہے۔ اس نے اس کے سامنے کڑھائی کے فن میں اپنی مہارت کا مظاہرہ کیا۔ لڑکی نے اپنی پٹیاں کھولنے کو کہا تاکہ وہ بھی یہ کام کرنے کی کوشش کرے۔ مارٹینا نے اسے وہ قینچی دکھائی جو وہ سلائی کڑھائی میں

استعمال ہونے والی دوسری اشیاء کے ہمراہ اپنی قباء کی جیب میں رکھتی تھی۔

"تم چاہتی ہو کہ میں تمہیں آزاد کر دوں۔" اس نے کہا۔ "لیکن میں تمہیں متنبہ کر رہی ہوں کہ اگر تم نے مجھے زخمی کرنے کی کوشش کی تو میرے پاس تمہیں قتل کرنے کے لئے ہتھیار موجود ہے۔"

سائیوا ماریہ کو اس کے عزم پر شک بھی نہ تھا۔ اسے کھول دیا گیا اور اس نے کڑھائی کا وہ سبق اسی آسانی اور درستگی سے دہرا دیا جس سے اس نے بربط بجانا سیکھا تھا۔ مارٹینا نے رخصت ہونے سے پہلے وعدہ کیا کہ وہ اگلے سوموار کو ہونے والے مکمل سورج گرہن کا ایک ساتھ مشاہدہ کرنے کی اجازت حاصل کر لے گی۔

جمعے کے روز علی الصبح ابابیلیں آسمان پر دائروں میں اڑتے ہوئے اور گلیوں اور چھتوں پر نیلگوں سی برف باری کی ایک بوچھاڑ سی کرتے ہوئے رخصت ہو گئیں۔ جب تک کہ دوپہر کی تپتی ہوئی دھوپ نے ان کے اس فضلے کو خشک نہیں کر دیا اور رات میں چلنے والی ہواؤں نے فضا کو صاف نہیں کر دیا' کھانا کھانے یا سونے کا تصور کرنا بھی محال تھا۔ تاہم خوف ہر طرف حاوی رہا۔ کسی نے بھی آج تک ابابیلوں کو عین عالم پرواز میں بیٹھ کرتے نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی ان کے فضلے کی بدبو کی عام زندگی میں خلل اندازی کے بارے میں ہی کبھی کچھ سنا تھا۔

تاہم خانقاہ میں کسی کو بھی شک نہ تھا کہ سائیوا ماریہ نقل مکانی کے قوانین بدلنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اتوار کو عشائے ربانی کی رسم کے بعد جب ڈیلدرا بازار سے لائی ہوئی پیسٹریوں کی ایک چھوٹی سی ٹوکری لئے باغ کو عبور کر رہا تھا تو وہ فضا میں پائی جانے والی تلخی کو باآسانی محسوس کر سکتا تھا۔ ہر شئے سے بے پرواہ سائیوا ماریہ نے ابھی بھی اپنے گلے میں وہ تسبیح ڈال رکھی تھی لیکن اس نے نہ تو اس کے سلام پر کوئی ردعمل ظاہر کیا اور نہ ہی اس کی طرف دیکھنا گوارا کیا۔ وہ اس کے پاس بیٹھ گیا' ٹوکری سے ایک خمیری کیک لے کر مزے لے لے کر کھانے لگا اور بھرے ہوئے منہ کے ساتھ ہی کہنے لگا۔ "اس کا ذائقہ بہت شاندار ہے۔"

وہ خمیری کیک کا دوسرا حصہ سائیوا ماریہ کے منہ کے نزدیک لے گیا۔ اس نے اپنا سر موڑ لیا مگر پہلے مواقع کی طرح دیوار کی طرف نہیں بلکہ ڈیلدرا کو یہ بتانے کے لئے

کہ داروغہ چھپ کر انہیں دیکھ رہی ہے۔ اس نے اپنے ہاتھ سے دروازے کی طرف سختی سے اشارہ کیا۔

"یہاں سے بھاگ جاؤ۔" اس نے حکم دیا۔

جب داروغہ چلی گئی تو لڑکی نے اپنی شدید بھوک خمیری کیک کے بقیہ نصف حصے سے مٹانے کی کوشش کی۔ مگر پھر اسے تھوک دیا۔ "اس کا ذائقہ ابابیلوں کے فضلے جیسا ہے۔" اس نے کہا۔ پھر بھی اس کا طرز عمل بدل گیا تھا۔ جب ڈیلدرا نے اس کی پشت پر موجود دکھتے ہوئے زخموں پر مرہم لگائی تو اس نے اس سے بھرپور تعاون کیا اور پھر جب اس کے ہاتھ پر پٹی بندھی دیکھی تو پہلی مرتبہ اس کی طرف توجہ دی۔ کچھ ایسی معصومیت کے ساتھ کہ جو مصنوعی نہیں ہو سکتی تھی اس نے پوچھا کہ اسے کیا ہوا ہے۔ "مجھے ایک ایسے چھوٹے سے باؤلے کتے نے کاٹ لیا تھا جس کی دم ایک میٹر سے بھی لمبی تھی۔"

سائیوا ماریہ نے زخم دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ ڈیلدرا نے پٹی کھول دی۔ اس نے اپنی شہادت کی انگلی سے اس سوجے ہوئے سرخ زخم کو اس طرح سے چھواء جیسے وہ جلتا ہوا کوئلہ ہو اور پھر پہلی مرتبہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"میں طاعون کی وباء سے بھی بری ہوں۔" اس نے کہا۔

ڈیلدرا نے انجیل مقدس کی بجائے گارسیلاسو کے الفاظ میں جواب دیا۔ "خدا کرے تم یہ سب ایسے شخص کے ساتھ کرو جو اسے برداشت کرنے کی سکت رکھتا ہو۔"

وہ یہ محسوس کر کے سلگ سا اٹھا کہ اس کی زندگی میں کوئی نہ کوئی عظیم اور ناقابل تنسیخ تبدیلی واقع ہو رہی ہے۔ جب وہ وہاں سے روانہ ہوا تو داروغہ نے صدر راہبہ کی طرف سے اسے یاد دہانی کروائی کہ محاصرے کے دنوں والے واقعے کے پیش نظر خوراک کے زہر آلود ہونے کے خطرے کے پیش نظر خانقاہ میں بازار سے کھانے کا سامان لانا ممنوع ہے۔ ڈیلدرا نے جھوٹ بولا اور کہا کہ وہ یہ ٹوکری جناب اسقف کی اجازت سے لے کر آیا تھا۔ پھر اس نے عمدہ خوراک کے لئے مشہور اس خانقاہ میں قیدیوں کو دی جانے والی غیر معیاری خوراک پر باقاعدہ شکایت بھی کر دی۔

رات کے کھانے کے دوران اس نے ایک نئے ولولے کے ساتھ اسقف کو کتاب پڑھ کر سنائی۔ ہمیشہ کی طرح شام کی عبادت اس نے اسی کے ہمراہ کی تاہم عبادت کے دوران سائیوا ماریہ کے بارے سوچنے میں آسانی کے لئے اپنی آنکھیں موند لیں۔ وہ اسی کے بارے میں سوچتے سوچتے معمول سے پہلے ہی کتب خانے میں چلا گیا۔ جتنا وہ زیادہ سوچتا اتنی ہی اس کے بارے میں سوچنے کی اس کی خواہش بڑھتی چلی گئی۔ وہ یہ سوچتے ہوئے گارسیلاسو کے عشقیہ گیت اونچی آواز میں پڑھنے لگا کہ ہر شعر میں کوئی نہ کوئی ایسا پر اسرار شگون موجود ہے جس کا اس کی زندگی سے کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہے۔ وہ سو بھی نہ سکا۔ صبح کے وقت وہ میز پر جھکا پڑا تھا اور اس کا ماتھا اس کتاب پر ٹکا ہوا تھا جو وہ پڑھ نہیں سکا تھا۔ نیند میں ڈوبی ہوئی حالت میں اس نے ملحقہ خانقاہ میں نئے دن کے آغاز پر پڑھی جانے والی دعائے فجر سنی۔ "خدا تمہاری حفاظت کرے: "ماریہ ڈی لوڈوس لاس اینجلس۔" اس نے نیند کے عالم میں کہا۔ اس کی اپنی آواز نے اسے جھنجھوڑ کر جگا دیا۔ تبھی اس نے قیدیوں والا چغہ پہنے ہوئے اور کاندھوں پر بکھرے آتش رنگ بالوں والی سائیوا ماریہ کو اپنی میز پر پڑے گلدان میں سے مرجھایا ہوا کارنیشن نکال کر تازہ گارڈینیا کا گلدستہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ ڈیلورا نے پرجوش انداز میں گارسیلاسو کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے اس سے کہا۔ "تمہارے لئے ہی میں پیدا ہوا تھا' تمہارے لئے ہی میں زندہ ہوں' تمہارے لئے ہی میں موت کو گلے لگاؤں گا اور تمہاری خاطر ہی میں اس وقت مر رہا ہوں۔" سائیوا ماریہ اس کی طرف دیکھے بنا ہی مسکرا دی۔ اس نے یہ یقین کرنے کے لئے اپنی آنکھیں موند لیں کہ کہیں یہ سایوں کا کوئی کھیل تو نہیں۔ جب اس نے دوبارہ سے آنکھیں کھولیں تو شبیہہ غائب ہو چکی تھی لیکن کتب خانہ اس کے گارڈینیا کی خوشبو سے معطر تھا۔

باب: 4

اسقف نے فادر کیٹانو ڈیلدرا کو زرد گھنٹی نما پھولوں کے سائبان کے نیچے گرہن کا نظارہ کرنے کی دعوت دی کیونکہ یہ اس گھر میں واحد جگہ تھی جہاں سے کھلے سمندر اور اس کے اوپر آسمان کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔ پیلیکن جو فضا میں پر پھیلائے ہوئے بے حس و حرکت تیر رہے تھے یوں دکھائی دے رہے تھے جیسے عین عالم پرواز میں مر گئے ہوں۔ اسقف جو ابھی ابھی قیلولے سے بیدار ہوا تھا لکڑی کے دو شہتیروں کی چرخیوں سے لٹکے ہوئے جھولنے میں لیٹ کر آہستہ آہستہ پنکھا جھلا رہا تھا۔ ڈیلدرا اس کے نزدیک ہی ایک گندھی ہوئی ٹہنیوں والی آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ دونوں املی کا پانی پیتے ہوئے اور چھتوں کے اوپر پھیلے صاف شفاف آسمان کو دیکھتے ہوئے بہت بے فکر دکھائی دے رہے تھے۔ دو بجے سے کچھ ہی دیر بعد تاریکی پھیلنا شروع ہو گئی' مرغیاں اپنے بسیروں میں دبک گئیں اور تمام ستارے ایک ہی وقت روشن ہو گئے۔ دنیا ایک مافوق الفطرت کپکپی کے ہاتھوں لرز سی گئی۔ اسقف نے تاریکی میں اپنے بسیرے والے کمروں کو ڈھونڈتی ہوئی پریشان حال فاختاؤں کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ سنی۔

"خدا عظیم ہے۔" اس نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔ "حتیٰ کہ جانور بھی یہ محسوس کرتے ہیں۔"

اس کی خدمت پر مامور راہبہ ایک موم بتی اور سورج کی طرف دیکھنے کے لئے بہت سے دھندلے شیشے لے آئی۔ اسقف جھولنے میں ہی اٹھ کر بیٹھ گیا اور شیشے میں سے گرہن کا نظارہ کرنے لگا۔

"ہمیں صرف ایک آنکھ سے اس کا نظارہ کرنا چاہئے۔" اس نے اپنے سانس کی سیٹی پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "اگر ایسا نہ کیا جائے تو دونوں کے کھو جانے کا خطرہ رہتا ہے۔"

ڈیلدرا نے شیشہ ہاتھ میں پکڑ لیا مگر گرہن کی طرف نہیں دیکھا۔ خاموشی کے طول پکڑ جانے پر اسقف نے تاریکی میں ہی اس کا جائزہ لیا اور اس کی روشن آنکھوں کو اس مصنوعی رات کے سحر سے لاتعلق سا پایا۔

"کس بارے میں سوچ رہے ہو؟" اس نے پوچھا۔

ڈیلدرا نے جواب نہیں دیا۔ اس نے سورج پر نظر ڈالی اور ایک گھٹتا ہوا سا چاند دیکھا جو اس تاریک شیشے کے باوجود اس کی آنکھ کے پردے کے لئے تکلیف دہ سا تھا۔ تاہم اس نے اس کا نظارہ موقوف نہیں کیا۔

"تم ابھی بھی لڑکی کے بارے میں سوچ رہے ہو۔" اسقف نے کہا۔

اس حقیقت کے باوجود کہ اسقف اس قسم کے درست اندازے تقریباً غیر فطری کثرت سے کرتا تھا۔ ڈیلدرا حیرت زدہ سا ہو گیا۔ "میں سوچ رہا تھا کہ عام لوگ اس گرہن کو اپنی مشکلات کا سبب گردانیں گے۔" اس نے کہا۔ اسقف نے آسمان پر سے نظریں ہٹائے بغیر ہی اپنا سر ہلا دیا۔

"کیا معلوم وہ درست ہی کہتے ہوں۔" اس نے کہا۔ "خدا کے اشارے سمجھنا آسان نہیں۔"

"یہ عقیدہ ہزاروں برس قبل ہی آشوریائی ستارہ شناسوں نے حل کر لیا تھا۔" ڈیلدرا نے کہا۔

"یہ ایک یسوعی کا سا جواب ہے۔" اسقف نے کہا۔

کیٹانو نے شیشے کے رکاوٹ بننے کی وجہ سے اسے استعمال کئے بغیر ہی سورج پر نظریں جمائے رکھیں۔ دو بج کر بارہ منٹ پر سورج مکمل طور پر سیاہ تھال کی صورت اختیار کر چکا تھا اور ایک لمحے کے لئے عین دن کے درمیان آدھی رات کا سماں تھا۔ پھر گرہن نے زمین کی طرف اپنا جھکاؤ ختم کرنا شروع کر دیا اور مرغان صبح بانگیں دینے لگے۔ جب ڈیلدرا نے اپنا نظارہ موقوف کیا تو آگ کا گولہ اس کے آنکھ کے پردے پر **مستقلاً** ثبت ہو چکا تھا۔ "میں ابھی بھی گرہن دیکھ سکتا ہوں۔" اس نے محظوظ ہوتے ہوئے کہا۔ "میں جہاں کہیں دیکھتا ہوں یہ وہیں موجود ہوتا ہے۔"

اسقف کے خیال میں بھی یہ تماشا ختم ہو چکا تھا۔ "یہ سب چند گھنٹے میں ٹھیک ہو

جائے گا۔" اس نے کہا۔ پھر اس نے جھولنے میں بیٹھے بیٹھے پہلے جمائی اور پھر انگڑائی لی اور ایک نئے دن کے لئے خدا کا شکر ادا کیا۔

ڈیلدرا نے گفتگو کا خیال ذہن سے نہیں نکالا تھا۔

"مقدس باپ! انتہائی احترام سے۔" اس نے کہا۔ "مگر میں نہیں سمجھتا کہ لڑکی آسیب زدہ ہے۔" اس مرتبہ اسقف واقعتاً" پریشان سا ہو گیا۔

"تم ایسی بات کیونکر کہہ رہے ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ محض خوفزدہ ہے۔" ڈیلدرا نے کہا۔

"ہمارے پاس بہت سے ثبوت ہیں۔" اسقف نے کہا۔ "کیا تم نے روزنامچہ نہیں پڑھا۔"

ڈیلدرا نے انہیں بہت احتیاط سے پڑھا تھا مگر وہ سائیوا ماریہ کی حالت سے زیادہ صدر راہبہ کی ذہنی حالت سمجھنے میں زیادہ مددگار تھے۔ انہوں نے ان تمام جگہوں پر کہ جہاں جہاں لڑکی خانقاہ میں داخل ہونے کے بعد گئی تھی اور ہر اس شئے پر کہ جسے اس نے چھوا تھا جھاڑ پھونک کی تھی۔ ان سب نے جو اس سے متعلق رہی تھیں روزوں کے ذریعے پاکیزگی پائی تھی۔ اس نووارد کو جس نے پہلے دن اس کی انگوٹھی چرائی تھی باغ میں بیگار کرنا پڑی تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ لڑکی نے انتہائی خوشی سے اس بکری کے ٹکڑے کئے تھے جس کا گلا اس نے اپنے ہاتھوں سے کاٹا تھا اور جس کے خصیے اور آنکھیں وہ انتہائی تیز مصالحوں میں پکا کر کھا گئی تھی۔ اس نے زبان دانی کا ایسا مظاہرہ کیا تھا کہ وہ کسی بھی قوم کے افریقی نژاد کے ساتھ ان سے بہتر انداز میں بات کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی: حتیٰ کہ ہر قسم کے جانور کے ساتھ بھی۔ اس کی آمد کے ایک ہی روز بعد پنجرے میں بند وہ گیارہ عدد میکاؤ جو بیس برس سے اس باغ میں رہ رہے تھے بظاہر بغیر کسی وجہ کے مر گئے۔ اس نے نوکروں کو بھانت بھانت کی آوازوں میں ابلیسی گیت گا گا کر مسحور کر دیا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ صدر راہبہ اسے ڈھونڈ رہی ہے تو اس نے اپنے آپ کو صرف اسی کی نظروں سے اوجھل کر دیا۔

"تاہم میرا خیال ہے کہ جو باتیں ہمیں آسیبی دکھائی دیتی ہیں۔" ڈیلدرا نے کہا۔ "وہ درحقیقت سیاہ فاموں کی رسوم ہیں جو لڑکی نے اس بے توجہی والے برتاؤ کی وجہ

سے سیکھ لی تھیں جو اس کے والدین نے اس کے ساتھ روا رکھا تھا۔
"احتیاط ملحوظ رکھو۔" اسقف نے متنبہ کرتے ہوئے کہا۔ "دشمن ہماری غلطیوں کی نسبت ہماری عقل سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔"
"تب وہ بہترین تحفہ جو ہم اسے دے سکتے ہیں وہ ایک صحت مند بچی کو جھاڑ پھونک کے عمل سے گزارنا ہی ہو سکتا ہے۔" ڈیلدرا نے کہا۔
خوف سے اسقف کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ "کیا میں یہ سمجھوں کہ تم حکم عدولی پر تلے ہوئے ہو۔" "مقدس باپ! آپ یہ سمجھیں کہ مجھے شک لاحق ہے۔" ڈیلدرا نے کہا۔ "مگر میں انتہائی انکساری کے عالم میں فرمانبرداری کروں گا۔"
پس وہ اسقف کو یقین دہانی کرائے بغیر خانقاہ واپس چلا گیا۔ اپنی بائیں آنکھ پر اس نے وہ پردہ سا پہنا ہوا تھا جس کا مشورہ ڈاکٹر نے دیا تھا تاوقتیکہ اس کے آنکھ کے پردے پر سے سورج کا عکس ختم نہ ہو جائے۔ اس نے باغ اور برآمدوں کے اس سلسلے کے سامنے سے گزرتے ہوئے جو قید خانے کی عمارت تک جاتے تھے نظروں کو اپنا پیچھا کرتے ہوئے محسوس کیا لیکن کسی نے بھی اس سے ایک لفظ تک نہیں کہا۔ تمام تر خانقاہ گرہن کے سحر سے چھٹکارا پانے کی کوشش کرتی دکھائی دیتی تھی۔
داروغہ نے سائیوا ماریہ کا حجرہ کھولا تو ڈیلدرا کو اپنا دل سینے میں پھٹتا سا محسوس ہوا۔ اس کا مزاج جانچنے کے لئے اس نے لڑکی سے پوچھا کہ آیا اس نے گرہن کا نظارہ کیا تھا۔ اس نے درحقیقت بالکونی سے نظارہ کیا تھا مگر اسے یہ سمجھ نہیں آتی تھی کہ اس نے اپنی آنکھ پر پردہ سا کیونکر ڈال رکھا تھا جبکہ اس نے سورج کی طرف کسی روک کے بغیر دیکھا تھا اور بالکل ٹھیک محسوس کر رہی تھی۔ اس نے اسے بتایا کہ راہباؤں نے گھٹنوں کے بل جھک کر سب کچھ دیکھا تھا اور یہ کہ جب تک مرغوں نے بانگیں نہیں دیں خانقاہ میں سناٹا چھایا رہا تھا۔ لیکن خود اسے یہ سب کچھ قطعاً" ماورائی نہ لگا تھا۔
"میں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ تو میں ہر شب دیکھتی ہوں۔" اس نے کہا۔
اس کے اندر کچھ نہ کچھ تبدیلی آئی تھی جس کی وضاحت ڈیلدرا نہیں کر پا رہا تھا۔ اس کی سب سے واضح علامت اس میں پایا جانے والا اداسی کا شائبہ سا تھا۔ وہ

غلطی پر بھی نہ تھا۔ جب اس نے اس کے زخموں پر مرہم لگانا شروع کیا تو لڑکی نے پریشان سی نظروں سے اس کی جانب دیکھا اور کانپی ہوئی آواز میں کہا۔ ”میں مرنے والی ہوں۔“

ڈیلدرا کپکپا سا گیا۔

”تمہیں کس نے کہا؟“

”مارٹینا نے“ لڑکی نے کہا۔

”کیا تم اس سے ملی تھیں؟“

اس نے اسے بتایا کہ مارٹینا اسے کڑھائی سکھانے کے لئے دو مرتبہ اس کے حجرے میں آئی تھی اور یہ کہ انہوں نے اکٹھے بیٹھ کر گرہن دیکھا تھا۔ اس نے بتایا کہ مارٹینا اچھی اور نرم خو ہے اور یہ کہ صدر راہبہ نے اسے اجازت دے دی ہے کہ وہ کڑھائی کے اسباق بالکونی پر دے سکتی ہے تاکہ وہ سمندر کی روشنیوں کا نظارہ بھی کر سکیں۔

”ہوں۔“ اس نے پلکیں جھپکائے بغیر کہا۔ ”کیا اس نے تمہیں بتایا کہ تم کب مرو گی؟“ لڑکی نے چیخیں دبانے کے لئے سختی سے بھنچے ہوئے اپنے ہونٹوں کے ساتھ اثبات میں سر ہلایا۔

”گرہن کے بعد۔“ اس نے کہا۔

”گرہن کے بعد کا مطلب تو اگلے سو سال کے بعد بھی ہو سکتا ہے۔“ ڈیلدرا نے کہا۔

پھر اسے اپنے حلق میں اٹھنے والے آنسوؤں کے گولے کو اس سے چھپانے کے لئے علاج کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ سائیوا ماریہ نے مزید کوئی بات نہ کی۔ اس نے اس کی خاموشی سے پریشان ہو کر دوبارہ اس کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھیں نم تھیں۔

”میں خوفزدہ ہوں۔“ اس نے کہا۔

پھر وہ بستر پر گر پڑی اور دل کھول کر رونے لگی۔

وہ اس کے نزدیک ہو گیا اور اسے اعتراف گناہ سننے والے پادری کے سے انداز میں تسلی دی۔ تبھی سائیوا ماریہ کو معلوم ہوا کہ کیٹانو جھاڑ پھونک کے ذریعے اس کا

آسیب نکالنے والا تھا نہ کہ معالج۔

"پھر تم میرا علاج کیوں کر رہے ہو۔" اس نے پوچھا۔

اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

"کیونکہ میں تم سے شدید محبت کرتا ہوں۔"

وہ اس کی جسارت کاری سے واقف نہ تھی۔

جب وہ سائیوا ماریہ سے رخصت ہوا تو ڈیلدرا مارٹینا کے حجرے کے سامنے رک گیا۔ پہلی مرتبہ اس کے نزدیک جانے پر اسے معلوم ہوا کہ اس کی جلد چیچک کے دانوں والی تھی اور منڈا ہوا سر نسبتاً بڑی ناک اور چوہوں جیسے دانت تھے۔ لیکن اس کی دل فریب کشش کچھ ایسی شدید تھی کہ فوراً محسوس کی جا سکتی تھی۔ ڈیلدرا نے اس سے دروازے میں کھڑے کھڑے ہی بات کرنا مناسب سمجھا۔

"اس بیچاری بچی کے پاس خوفزدہ ہونے کے لئے پہلے ہی بہت وجوہ ہیں۔" اس نے کہا "میں تم سے یہی درخواست کروں گا کہ ان میں اضافہ نہ کرو۔"

مارٹینا حیرت زدہ سی رہ گئی۔ وہ کبھی کسی کی موت کا دن معین کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہ سکتی تھی۔ اور وہ بھی ایک ایسی لڑکی کا جو اس قدر پرکشش اور بے یار و مددگار ہو۔ اس نے محض اس کے حالات کے بارے میں پوچھا تھا اور تین چار جوابات کے بعد ہی جان گئی تھی کہ وہ عادتاً جھوٹ بولتی ہے۔ مارٹینا اس قدر سنجیدگی سے بات کر رہی تھی کہ ڈیلدرا جان گئی کہ سائیوا ماریہ نے اس سے بھی جھوٹ بولا تھا۔ اس نے اپنی عجلت پسندی پر معافی مانگی اور اس سے درخواست کی کہ وہ لڑکی سے اس بارے میں کوئی بات نہ کرے۔

"میں سوچتا ہوں کہ کیا کیا جائے۔" اس نے آخر میں کہا۔

مارٹینا نے اسے اپنے سحر میں گرفتار سا کر لیا۔ "مجھے معلوم ہے کہ عقیدت ماب کون ہیں۔" اس نے کہا "اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ آپ کو ہمیشہ ہی بہت اچھی طرح سے علم ہوتا ہے کہ کیا کیا جانا چاہئے۔" تاہم ڈیلدرا یہ ثبوت جان کر بہت مجروح ہوا تھا کہ سائیوا ماریہ کو اپنے حجرے کی تنہائیوں میں موت کا خوف پالنے کے لئے کسی کی مدد کی ضرورت نہ تھی۔

اسی ہفتے مقدس ماں جوزفا مرانڈا نے باقاعدہ اپنے ہاتھ سے تحریر شدہ شکایات اور احتجاج پر مشتمل مراسلہ بھیجا۔ اس نے لکھا تھا کہ کلاریسان راہباؤں کو سائیوا ماریہ کی دیکھ بھال کی ذمہ داری سے نجات دلائی جائے کہ جسے وہ ان غلطیوں کے لئے دیر سے دی جانے والی ایک سزا گردانتی تھی جن کا خمیازہ وہ سب پہلے ہی کئی گنا زیادہ بھگت چکی ہیں۔ اس نے غیر معمولی واقعات کی ایک نئی فہرست بھی لکھ بھیجی جو روزنامچے میں بیان کئے گئے تھے اور جن کی وضاحت محض اس لڑکی اور شیطان کے درمیان ایک شرمناک شراکت داری کے طور پر ہی کی جا سکتی تھی۔ اس نے کیٹانو ڈیلدرا کے تکبر، اس کی آزادانہ سوچ، اپنے ساتھ اس کی ذاتی مخاصمت اور ان کے قوانین کے برخلاف خانقاہ میں بازار سے خوراک لے کر آنے کی شدید مذمت کے ساتھ اس مراسلے کو ختم کیا۔

جیسے ہی وہ پلٹا، اسقف نے اسے وہ مراسلہ دکھا دیا اور ڈیلدرا نے بھی وہیں کھڑے کھڑے اپنے چہرے کے کسی پٹھے کو حرکت دیئے بغیر اسے پڑھ ڈالا۔ جب اس نے اسے ختم کیا تو وہ شدید غصے کے عالم میں تھا۔

"اگر کوئی دنیا جہان کے آسیبوں کے قبضے میں ہے تو وہ جوزفا مرانڈا ہے۔" اس نے کہا۔ "بغض، عدم برداشت اور کم عقلی کے آسیب۔ وہ قابل نفرت ہے۔"

اسقف اس کے لہجے کی شدت سے حیران رہ گیا۔ ڈیلدرا بھانپ گیا اور نسبتاً پرسکون لہجے میں بولنے کی کوشش کی۔

"میرا مطلب یہ ہے۔" اس نے کہا کہ "وہ بدی کی قوتوں کو اس قدر طاقت کی حامل خیال کرتی ہے کہ وہ بذات خود شیطان کی پجاری دکھائی دینے لگتی ہے۔"

"میرا منصب مجھے تمہارے ساتھ اتفاق کرنے کی اجازت تو نہیں دیتا۔" اسقف نے کہا۔ "لیکن میں ایسا کرنا ضرور چاہوں گا۔"

اس نے ڈیلدرا کو اس کی کسی بھی ممکنہ زیادتی پر سرزنش کی اور اسے کہا کہ وہ صدر راہبہ کی بدفطرتی کو برداشت کرنے میں صبر سے کام لے۔ "انجیل مقدس اس جیسی اور بعض اس سے بھی بڑی خامیوں کی حامل خواتین کے بیان سے بھری پڑی ہے۔" اس نے کہا۔ "مگر پھر بھی حضرت مسیح نے ان کی تعریف کی ہے۔" اسقف اپنی

بات جاری نہ رکھ سکا کیونکہ گھر کے اوپر بادل گرجے۔ پھر یہ گرج سمندر کی طرف چلی گئی اور شدید بارش نے انہیں باقی دنیا سے علیحدہ کر چھوڑا۔ اسقف آرام کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر لیٹ گیا اور یادوں میں ڈوب سا گیا۔

"ہم کس قدر دور ہیں۔" اس نے آہ بھری۔

"کس چیز سے۔"

"اپنے آپ سے۔" اسقف نے کہا۔ "کیا تمہیں یہ معقول دکھائی دیتا ہے کہ ایک شخص کو یہ جاننے میں کہ وہ یتیم ہو چکا ہے ایک برس لگ جائے۔" چونکہ اسے کوئی جواب نہ ملا اس نے اپنے آبائی وطن کے لئے اپنی اداسی تسلیم کر لی۔ "یہ خیال ہی مجھے خوفزدہ کر دیتا ہے کہ سپین میں لوگ اب تک سو بھی چکے ہوں گے۔"

"ہم زمین کی گردش میں تو مداخلت نہیں کر سکتے۔" ڈیلدرا نے کہا۔

"لیکن ہم اس سے لاعلم تو رہ سکتے ہیں تاکہ ہمیں یہ سب جان کر دکھ نہ ہو۔" اسقف نے کہا۔ "ایمان سے کہیں زیادہ گلیلیو میں رحمدلی کی کمی تھی۔"

ڈیلدرا ان مشکل گھڑیوں سے آگاہ تھا جو تبھی سے اسقف کو ان حزیں بارشوں والی شبوں میں پریشان کر رہی تھیں جب سے اس پر بڑھاپا طاری ہوا تھا۔ وہ ایسے مواقع پر محض نیند طاری ہونے تک اس کی توجہ متوقع چڑچڑے پن سے ہٹانے کی کوشش کرتا تھا۔

مہینے کے آخر میں ایک فرمان کے ذریعے سے نئے وائسرائے ڈان راڈ ریگوڈی بیون لوزانو کی متوقع آمد کا اعلان کیا گیا جنہیں سانتافی ڈی بوگوٹا کے دارالحکومت کی طرف جاتے ہوئے دورے کے لئے وہاں رکنا تھا۔ وہ مجسٹریٹوں، عمال سلطنت، خادموں اور ذاتی معالج پر مشتمل حاشیہ نشینوں اور اس موسیقار منڈلی کے ہمراہ سفر کر رہا تھا جو ملکہ نے اس انڈیز کی بے کیفی قابل برداشت بنانے کے لئے ہمراہ کی تھی۔ وائسرائن نے جو کہ صدر راہبہ کی دور کی رشتہ دار تھی خانقاہ میں قیام کا عندیہ دیا تھا۔

قلعی، گرم رال، ہتھوڑوں کی دھمک اور ان ہمہ قسم لوگوں کی لغویات کے درمیان کہ جو حجروں تک اس گھر میں پھیلے ہوئے تھے، سائیوا ماریہ کو بھلا سا دیا گیا۔ بہرہ کر دینے والی آواز کے ساتھ ایک پاڑ گر گئی جس سے ایک مستری ہلاک اور سات

دوسرے مزدور زخمی ہو گئے۔ صدر راہبہ نے اس حادثے کی ذمہ داری سائیوا ماریہ کے بد اثرات پر ڈال دی اور اس نئے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ اسے ان ہنگاموں کے ختم ہونے تک کسی دوسری خانقاہ میں بھیج دیا جائے۔ اس مرتبہ اس کی دلیل یہ تھی کہ کسی آسیب زدہ لڑکی کو وائسرائن کے نزدیک رہنے کی اجازت دینا ایک غیر دانشمندانہ فعل ہو گا۔ اسقف نے کوئی اثر نہیں لیا۔

ڈان راڈ ریگوڈی بیون لوزانو ایک پختہ کار، باوقار اور تیتر کے شکار کا ماہر تھا اور جو عمر میں اپنی بیوی سے بیس برس زائد ہونے کا مداوا اپنی دوسری خوبیوں سے کر دیتا تھا۔ وہ اپنے تمام تر جسم کے ساتھ ہنستا۔ حتیٰ کہ اپنے آپ پر بھی اور اپنے جسم کی نمائش کا کوئی موقع ضائع نہ جانے دیتا تھا۔ جس لمحے اس نے رات میں بجائے جانے والے ڈھول کی آواز والی کیریبئین کی پہلی ہوائیں اور پکے ہوئے امرود کی خوشبو محسوس کی اس نے اپنا بہار کے موسم والا پہناوا اتار دیا اور جہاز پر سوار خواتین کی محفلوں میں برہنہ چھاتی لئے گھومتا رہتا۔ وہ کسی رسم کی تقریر یا لامبرڈ توپوں کی سلامی لئے بغیر ہی جہاز سے اتر آیا۔ اس کے اعزاز میں فانڈنگو، بنڈس اور کیمباس کی اجازت دے دی گئی تھی۔ اگرچہ اسقف نے یہ سب ممنوع قرار دے رکھا تھا۔ کھلے میدانوں میں سانڈوں اور مرغوں کی لڑائیاں منعقد کی گئیں۔

وائسرائن جو ایک متحرک اور نوجوانی کی آخری حدوں کو چھوتی ایک پر تجسّس لڑکی تھی، اس خانقاہ میں تبدیلی کے ایک طوفان کی طرح داخل ہوئی۔ کوئی کونہ ایسا نہ تھا جس کا اس نے معائنہ نہ کیا ہو، کوئی مسئلہ ایسا نہ تھا جس پر اس نے غور و خوض نہ کیا ہو، کوئی ایسی عمدہ سے عمدہ شئے نہ تھی جسے وہ مزید بہتر نہ بنانا چاہتی ہو۔ وہ ایک نوآموز کے سے اشتیاق کے ساتھ ہر چیز کو دیکھنے کی خواہش لئے خانقاہ میں گھومتی تھی۔ در حقیقت صدر راہبہ نے اسے جیل کی موجودگی کے ناخوشگوار تاثر سے بچانا بہتر سمجھا۔

"یہ آپ کے جانے کے قابل نہیں۔" اس نے کہا۔ "صرف دو قیدی ہیں جن میں سے ایک پر آسیب کا سایہ ہے۔"

وائسرائن کی دلچسپی بڑھانے کے لئے اتنا ہی کافی تھا۔ اس نے اس بات کی قطعاً"

پرواہ نہ کی کہ ان حجروں کو صاف نہیں کیا گیا تھا اور قیدیوں کو بھی نہیں بتایا گیا تھا۔ جیسے ہی مارٹینا لابورڈے کے حجرے کا دروازہ کھولا گیا اس نے معافی کی درخواست کرتے ہوئے اپنا آپ وائسرائن کے قدموں میں ڈال سا دیا۔

فرار کی ایک ناکام اور ایک کامیاب کوشش کے بعد یہ ممکن دکھائی نہ دیتا تھا۔ پہلی مرتبہ اس نے چھ برس قبل تین دوسری راہباؤں کے ہمراہ جنہیں مختلف وجوہ سے مختلف مدت کی سزائیں دی گئیں تھیں سمندر کی جانب والی بالکونی کی طرف سے فرار کی کوشش کی تھی۔ ان میں سے ایک نکل بھاگی۔ تبھی کھڑکیوں کو بند کر دیا گیا تھا اور بالکونی کے نیچے والے صحن کی دیواریں اونچی کر دی گئی تھیں۔ اگلے برس تین بقیہ قیدیوں نے داروغہ کو باندھا کہ جو ان دنوں اسی عمارت کے اندر سویا کرتی تھی' اور عام استعمال والے راستے سے فرار ہو گئیں۔ مارٹینا کے خاندان نے اپنے پادری کی نصیحت پر عمل کیا اور اسے خانقاہ واپس بھیج دیا۔ چار برس سے وہ اکیلی ہی وہاں قید تھی اور اسے مہمان خانے میں ملاقاتیوں سے ملنے یا گرجا گھر میں اتوار کے اتوار عشائے ربانی کی دعا جیسے کوئی حقوق حاصل نہ تھے۔ معافی ناممکن دکھائی دیتی تھی تاہم وائسرائن نے وعدہ کیا کہ وہ اپنے شوہر سے بات کرے گی۔

سائیوا ماریہ کے کمرے میں فضا چونے اور رال کے اثرات کی وجہ سے تلخ سی تھی لیکن ایک نیا ہی سلسلہ روا تھا۔ جیسے ہی داروغہ نے دروازہ کھولا انتہائی سرد ہوا کا ایک جھونکا وائسرائن کے حواس پر چھا سا گیا۔ اپنے ہی نور میں نہائی ہوئی سائیوا ماریہ اپنے پھٹے ہوئے چغے اور داغ داغ سلیپروں میں بیٹھی آہستہ روی سے سوئی چلا رہی تھی۔ جب تک وائسرائن نے اسے مخاطب نہیں کیا اس نے نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ لڑکی کی آنکھوں میں اس نے وحی جیسی ناقابل مزاحمت طاقت محسوس کی۔ "شعائر مقدسہ کے نام سے۔" اس نے بڑبڑایا اور حجرے میں قدم رکھا۔

"احتیاط کیجئے گا۔" صدر راہبہ نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ "یہ شیرنی کی طرح ہے۔" صدر راہبہ نے اس کا بازو تھام لیا۔ وائسرائن اندر تو نہیں گئی لیکن سائیوا ماریہ کی ایک جھلک ہی اس کے لئے یہ تہیہ کر لینے کو کافی تھی کہ وہ لڑکی کو بچائے گی۔

شہر کے گورنر نے جو ایک نامرد سا کنوارہ تھا وائسرائے کے اعزاز میں صرف مرد مدعوئین کے ہمراہ دوپہر کا کھانا دیا۔ سپین سے لائی گئی موسیقار منڈلی اور سان جاسینو سے لائے گئے ڈرم اور بیگ پائپ کا سازینہ بج رہا تھا جبکہ بھیس بدلے ہوئے سیاہ فام سفید فاموں کے مخصوص رقصوں کی آزادانہ سی نقلیں کر رہے تھے۔ آخر میں اس حبشی لونڈی کو جسے گورنر نے اس کے وزن کے برابر سونے میں خریدا تھا سامنے لانے کے لئے کمرے کی پچھلی طرف کھنچا ہوا پردہ ہٹا دیا گیا۔ اس نے نیم شفاف سا چغہ پہنا ہوا تھا جو اس کے برہنہ پن کی کاٹ کو مزید بڑھا رہا تھا۔ عام مہمانوں کے سامنے سے گزرنے کے بعد وہ گورنر کے سامنے رک گئی اور اس کا چغہ اس کے جسم پر سے نیچے زمین پر پھسل گیا۔

اس کا جسم انتہائی متناسب تھا' اس کے کاندھے پر لونڈیوں کا مخصوص نشان ثبت نہیں کیا گیا تھا' اس کے اولیں مالک کے نام کا پہلا حرف بھی اس کی پشت پر داغا ہوا نہیں تھا' اور اس کا جسم قربت کی شدید خواہش پیدا کر دیتا تھا۔ وائسرائے کا رنگ فق سا ہو گیا' اس نے گہرا سانس لیا اور اپنے ہاتھ کی ایک جنبش سے اس ناقابل برداشت شبیہہ کو اپنے ذہن سے مٹا دیا۔

"خدا کے لئے اسے دور لے جاؤ۔" اس نے حکم دیا۔ "میں اپنے قیام کے بقیہ دنوں اسے دوبارہ نہ دیکھوں۔"

شاید گورنر کی اس بیہودگی کے جواب میں وائسرائن نے اس کھانے کے موقع پر جو صدر راہبہ نے کھانے کے اپنے ذاتی کمرے میں دیا تھا' سائیوا ماریہ کو پیش کر دیا۔ مارٹینا لابورڈے نے انہیں متنبہ کیا تھا "بس اس کی گلے والی مالائیں اور بازو بند نہ چھیڑنا اور آپ لوگ اس کے عمدہ طرز عمل پر حیران رہ جاؤ گے۔" یہ درست بھی ثابت ہوا۔ انہوں نے اسے اس کی دادی والا وہی چغہ پہنایا جو اس نے تب پہنا ہوا تھا کہ جب وہ خانقاہ میں آئی تھی۔ انہوں نے کچھ اس انداز میں اس کے کھلے بالوں کو دھو کر کنگھی کیا کہ وہ اس کے پیچھے لہرا رہے تھے۔ وائسرائن بذات خود اسے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے شوہر کی میز تک لے کر گئی۔ اور تو اور صدر راہبہ بھی لڑکی کے پروقار انداز' اس کے شاندار جسم اور اس کے بالوں کی غیر معمولی طوالت کو دیکھ کر دم بخود

سی رہ گئی۔ وائسرائن نے اپنے شوہر کے کان میں سرگوشی کی۔ "اس پر آسیب کا سایہ ہے۔"

وائسرائے نے اس بات پر یقین کرنے سے انکار کر دیا۔ برگوس میں اس نے ایک آسیب زدہ عورت کو دیکھا تھا جو بغیر کسی وقفے کے تمام رات پاخانے کرتی رہتی تھی حتیٰ کہ تمام تر کمرہ بھر جاتا۔ سائیوا ماریہ کو ایسے ہی نتائج سے بچانے کے لئے اس نے اپنے معالجوں سے اس کا معائنہ کروایا۔ انہوں نے تصدیق کی کہ اس میں باؤلے پن کی قطعاً کوئی علامات نہیں پائی جاتیں اور انہوں نے ابرینسیو کی اس بات سے اتفاق کیا کہ اب اس کا اس بیماری میں مبتلا ہونا ناممکن ہے۔ لیکن کوئی بھی اپنے آپ کو اس بات پر شک کرنے کے اختیار کا حامل نہیں سمجھتا تھا کہ وہ واقعی آسیب زدہ ہے۔

اسقف نے صدر راہبہ کے مراسلے اور سائیوا ماریہ کے حتمی میلان طبع پر غور کرنے کے لئے ان تمام تر تقریبات سے فائدہ اٹھایا۔ اپنی حد تک کیٹانو ڈیلدرا نے وہ پاکیزگی پانے کی کوشش کر دیکھی تھی جو جھاڑ پھونک کرنے کے لئے ضروری ہوتی ہے اور کساوا کی روٹی اور پانی کے علاوہ کسی بھی قسم کی خوراک کے بغیر اپنے آپ کو کتب خانے میں مقید کر لیا۔ مگر وہ ناکام رہا۔ اس نے ایسے آزاد رو شعر لکھتے ہوئے اپنی مضطرب راتیں اور جاگتے دن گزار دیے جو اپنے جسم کی سلگتی ہوئی خواہشات کے مقابلے میں اس کے لئے واحد سکون بخش مصروفیت تھے۔

تقریباً ایک صدی بعد جب کتب خانے کو گرایا گیا تو ان میں سے بعض نظمیں تقریباً ناقابل مطالعہ کاغذات کے ایک گٹھے میں پائی گئیں۔ ان میں سے پہلی اور مکمل طور پر پڑھی جا سکنے والی واحد نظم بارہ برس کی عمر میں آویلا کے مقام پر واقع پادریوں کی درسگاہ کے ٹوٹے پھوٹے صحن میں بہار کے موسم کی پہلی بارش میں طالب علموں والے ٹرنک پر بیٹھے رہنے کے بارے میں تھی۔ اپنے باپ کا لباس پہنے ہوئے کہ جسے اس کے ناپ کا کر دیا گیا تھا اور اس ٹرنک کے ہمراہ سفر کرتے ہوئے جو اس کے اپنے وزن سے دوگنا وزنی تھا کیونکہ اس کی ماں نے اس میں ہر وہ چیز بھر دی تھی جس کی اسے اپنی نوآموزی کے خاتمے تک باعزت طور پر زندگی گزارنے کے لئے ضرورت ہو

سکتی تھی وہ تبھی خچر کی پشت پر کئی دن کے سفر کے بعد ٹولیڈو سے وہاں پہنچا تھا۔ سامان اٹھانے والے قلی نے اس ٹرنک کو صحن کے وسط تک لے جانے میں اس کی مدد کی اور پھر اسے اس بارش میں نظارہ کے سہارے چھوڑ گیا۔

"اسے تیسری منزل پر لے جاؤ۔" قلی نے اسے کہا۔ "وہیں پر وہ تمہیں وہ جگہ دکھا دیں گے جہاں تم اس مشترک کمرے میں سوؤ گے۔"

اچانک ہی پادریوں کی اس درسگاہ کے تمام تر مکین یہ دیکھنے کے لئے کہ کیٹانو اس ٹرنک کا کیا کرتا ہے بالکونیوں میں کچھ اس طور آ موجود ہوئے جیسے کہ وہ ایک ایسے کھیل میں واحد فنکار ہو جس کے بارے میں خود اس کے سوا ہر کوئی جانتا ہو۔

جب اس نے یہ جان لیا کہ کوئی بھی اس کی مدد کو نہیں آئے گا تو اس نے ٹرنک میں سے جتنی چیزیں وہ اٹھا سکتا تھا نکال لیں اور اس زندہ چٹان کی عمودی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے تیسری منزل تک لے گیا۔ درسگاہ کے ناظم نے اسے نوآموزوں کے مخصوص مشترکہ کمرے میں بستروں کی دو قطاروں میں اس کی جگہ دکھائی۔ کیٹانو نے اپنی چیزیں بستر پر رکھیں، واپس صحن میں گیا اور ساری چیزیں اوپر لے جانے میں اس نے چار مرتبہ مزید وہ سیڑھیاں چڑھیں۔ بالآخر اس نے خالی ٹرنک کو دستے سے پکڑا اور اسے گھسیٹتے ہوئے سیڑھیوں پر سے اوپر لے گیا۔

جب وہ ہر ایک منزل سے گذر رہا تھا بالکونیوں سے نظارہ کرتے ہوئے اساتذہ اور طالب علم اسے دیکھنے کے لئے مڑے تک نہیں۔ تاہم جب وہ ٹرنک لے کر اوپر پہنچا تو تقدیس مآب رئیس الجامعہ تیسری منزل کی سیڑھیوں کے باہر اس کا منتظر تھا اور اسی نے سب سے پہلے تالی بجائی۔ دوسروں نے بھی اس کی پیروی کی اور اسے دل کھول کر داد دی۔ تبھی کیٹانو کو معلوم ہوا کہ اس نے پادریوں کی اس درسگاہ میں داخلے کی پہلی رسم انتہائی کامیابی سے مکمل کر لی ہے کہ جس کے تحت کسی سے کوئی سوال کئے اور مدد کے لئے کہے بغیر ہر کسی کو اپنا ٹرنک کمرے تک لے جانا ہوتا تھا۔ اس کی تیز فہمی، اچھا طرز عمل اور کردار کی مضبوطی دوسرے نوآموزوں کے لئے مثال قرار دی جاتی تھی۔

تاہم وہ بات جس نے اس پر سب سے زیادہ اثر چھوڑا وہ اس پہلی رات ہی

رئیس الجامعہ کے دفتر میں اس کے ساتھ بات چیت تھی۔ اس نے اس کے ٹرنک میں پائی جانے والی اس واحد کتاب کے بارے میں بات کرنے کے لئے وہاں بلوایا تھا جس کی جلد اکھڑی ہوئی تھی اور سرورق غائب تھا: عین اسی حالت میں جس میں کیٹانو نے اسے اپنے والد کی ایک الماری میں پایا تھا۔ اپنے سفر کے دوران رات کے وقت وہ اس کتاب کا جتنا حصہ پڑھ سکتا تھا اس نے پڑھ ڈالا تھا اور اب اس کا اختتام جاننے کے لئے بے چین تھا۔ تقدس مآب رئیس الجامعہ اس کے بارے میں اس کی رائے سننا چاہتے تھے۔ ''میں تبھی کچھ کہہ سکتا ہوں جب میں اسے مکمل طور پر پڑھ لوں۔'' اس نے کہا۔ رئیس الجامعہ نے ایک اطمینان بخش مسکراہٹ کے ساتھ کتاب کو تالے والی الماری میں رکھ دیا۔

''تم کبھی نہ جان سکو گے۔'' اس نے کہا۔ ''یہ ایک ممنوعہ کتاب ہے۔''

چوبیس برس بیت چکنے کے بعد اس اسقفی کتب خانے کی نیم تاریکی میں اس نے سوچا کہ اس نے ایک اس کتاب کے سوائے اپنے ہاتھ لگنے والی ہر ممنوعہ یا غیر ممنوعہ کتاب پڑھ ڈالی ہے۔ وہ اس احساس پر کپکپا سا گیا کہ ایک پوری زندگی اس دن انجام پذیر ہو گئی ہے اور ایک انجانی زندگی شروع ہو رہی ہے۔

اس نے آٹھویں روزے والے دن ابھی سہ پہر کی عبادات شروع ہی کی تھیں جب اسے بتایا گیا کہ وائسرائے کے استقبال کے لئے اسقف مہمان خانے میں اس کا انتظار کر رہا ہے۔ وائسرائے تک کے لئے یہ ملاقات غیر متوقع سی تھی۔ یہ غیر معمولی خیال پہلے پہل شہر کے اپنے اولیں دورے کے دوران اس کے ذہن میں آیا تھا۔ اسے کچھ وقت پھولوں سے لدے ہوئے چھجے سے چھتوں کے نظارے میں گزارنا پڑا کہ جس دوران مختلف عمال کو فوری پیغامات بھجوائے گئے اور مہمان خانے کو تھوڑا بہت ترتیب دیا گیا۔

اسقف نے اپنے عملے کے چھ مذہبی پیشواؤں کے ہمراہ وائسرائے کا استقبال کیا۔ اس نے کیٹانو ڈیلدرا کو اپنے دائیں طرف بٹھایا اور کسی قسم کے لقب یا عہدے کے بغیر محض اس کے مکمل نام سے اس کا تعارف کروایا۔ گفتگو کا باقاعدہ آغاز کرنے سے بیشتر وائسرائے نے ہمدردانہ نظروں سے پلستر جھڑی دیواروں، پھٹے پرانے پردوں، سستے

سے عام فرنیچر اور اپنے مفلسانہ لباس میں پسینے کے قطرے ٹپکاتے مذہبی پیشواؤں پر نظر دوڑائی۔ اسقف نے مجروح فخر کے ساتھ کہا۔ "ہم جوزف : دی کارپینٹر کے پیرو ہیں۔" وائسرائے نے صورتحال کے ادراک کا عندیہ دیا اور وہاں اپنے ایک ہفتے کے قیام کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ اس نے جنگ کے زخموں کے مندمل ہونے کے بعد برطانوی اسٹیلز کے ساتھ تجارت کو فروغ دینے، تعلیم میں سرکاری عمل دخل کے فوائد، فن و ثقافت کی سرپرستی اور ان سرحدی نو آبادیوں کو باقی دنیا سے جوڑنے کے بارے میں اپنے مبہم منصوبوں کے بارے میں باتیں کیں۔

"یہ وقت ترقی لانے کا ہے۔" اس نے کہا۔

ایک مرتبہ پھر اسقف کو حکومتی مقتدرہ کی سہل انگیز فطرت کا یقین سا ہو گیا۔ اس نے ایک کانپتی ہوئی انگلی ڈیلدرا کی طرف دیکھے بغیر بڑھا دی اور وائسرائے سے کہا۔ "ہمارے ہاں صرف فادر کیٹانو ہی ہیں جو اس ترقی سے ہر دم باخبر رہتے ہیں۔"

وائسرائے نے اسقف کی انگلی کی سمت میں دیکھا اور ایک دبا دبا سا تاثر اور ایسی حیرت زدہ آنکھیں دیکھیں جو جھپکے بغیر اس کی جانب دیکھ رہی تھیں۔ اس نے بھرپور دلچسپی سے ڈیلدرا سے پوچھا۔ "کیا آپ نے لائبنز کو پڑھا ہے؟"

"جی ہاں! جناب عالی!" ڈیلدرا نے کہا اور پھر وضاحت کی۔ "اپنے فرائض کی بجا آوری کے سلسلے میں۔"

ملاقات کے اختتام تک یہ واضح ہو چکا تھا کہ وائسرائے کی شدید ترین دلچسپی سائیوا ماریہ کے معاملے میں تھی۔ اس نے وضاحت کی کہ یہ سب کچھ خود اس کی خاطر بھی اور صدر راہبہ کی ذہنی سکون کی خاطر بھی تھا جس کی اذیت سے اس کا دل پسیج سا گیا تھا۔

"ابھی تک ہمارے پاس حتمی ثبوت تو نہیں تاہم خانقاہ کے روزنامچے یہی ثابت کر رہے ہیں کہ وہ بیچاری شیطان کے شکنجے میں ہے۔" اسقف نے کہا۔ "اور صدر راہبہ یہ سب ہم سے بہتر طور جانتی ہے۔"

"اس کا خیال ہے کہ آپ شیطان کی چال میں آ گئے ہیں۔" وائسرائے نے کہا۔

"صرف ہم ہی نہیں بلکہ تمام تر سپین۔" اسقف نے کہا۔ "ہم نے مسیح کی

تعلیمات لاگو کرنے کے لئے سمندروں کو عبور کیا ہے مگر ہم نے یہ سب عشائے ربانی کی رسوم اور ولیوں کے نام میں نکالے جانے والے جلوسوں اور میلوں کے ذریعے سے کیا ہے نہ کہ لوگوں کی اندرونی کیفیت کو بدل کر۔"

اس نے یو کاٹن کے بارے میں بتایا کہ جہاں انہوں نے ملحدوں کے اہرام کو چھپانے کے لئے شاندار گرجے تعمیر کئے تھے اور جہاں مقامی لوگ محض اس لئے عشائے ربانی کی رسم میں شریک ہوتے تھے کیونکہ ان کے قدیم اہرام تب بھی وہاں پر بنی ہوئی چاندی کی قربان گاہ کے نیچے موجود تھے۔ پھر اس نے فتوحات کے بعد سے روا نسلی اختلاط کے بارے میں بات کی۔ ہسپانوی نسل کا مقامی انڈین نسل سے اور ان دونوں کا ہمہ قسم سیاہ فاموں حتیٰ کہ مینڈنگو مسلمانوں تک سے ملاپ۔ اس نے استفسار کیا کہ آیا اس قسم کے نسلی اختلاط کا ایک مسیحی ریاست میں کوئی مقام ہونا چاہئے۔ اپنی مشکل سانسوں اور بڑھاپے والی کھانسی کے باوجود اس نے وائسرائے کو موقع دیئے بغیر آخر میں کہا۔ "یہ سب اس ازلی دشمن کے جال کے سوا کیا ہو سکتے ہیں۔"

وائسرائے نے اپنی دلی پریشانی کا اظہار کر ہی دیا۔

"عالی محترم کی بیزاری انتہائی شدید ہے۔" اس نے کہا۔

"جناب عالی اسے اس پہلو سے مت دیکھیں۔" اسقف نے انتہائی احترام سے کہا۔ "میں صرف ایمان کے اس تیقن کو واضح کرنا چاہتا تھا جو ہم چاہتے ہیں اور جس کے تحت یہ اقوام ہماری اس قربانی کی مستحق ہو سکتی ہیں۔"

پھر وائسرائے اپنے اصل موضوع کی طرف پلٹ آیا۔

"جہاں تک میں سمجھ پایا ہوں صدر راہبہ کے اعتراضات عملی نوعیت کے ہیں۔" اس نے کہا۔ "اس کا خیال ہے کہ اس قدر مشکل معاملے کے لئے دوسری خانقاہیں نسبتاً زیادہ موزوں ہو سکتی تھیں۔"

"عالی جناب کی اطلاع کے لئے ہم نے سانتا کلارا کو ایک بھی لمحے کی ہچکچاہٹ کے بغیر محض جوزفا مرانڈا کی بلند حوصلگی، لیاقت اور انتظامی صلاحیتوں کی وجہ سے کیا تھا۔" اسقف نے کہا۔ "اور خدا جانتا ہے کہ ہم نے غلط نہیں سمجھا تھا۔"

"میں انہیں یہ سب بتانے کی جسارت ضرور کروں گا۔" وائسرائے نے کہا۔

"وہ یہ سب بہت اچھی طرح جانتی ہیں۔" اسقف نے کہا۔ "جس بات کی پریشانی ہے وہ یہی ہے کہ وہ اس سب پر یقین کرنے کی کوشش کیونکر نہیں کرتیں۔"

جب وہ یہ بات کر ہی رہا تھا اس نے دمہ کے متوقع حملے کے آثار محسوس کئے اور پھر اس نے تیزی سے ملاقات نپٹا دی۔ اس نے کہا کہ اسے صدر راہبہ کی جانب سے شکایات کا ایک باقاعدہ مراسلہ موصول ہو چکا ہے۔ جسے اس نے انتہائی جلدی اور پدرانہ شفقت سے نپٹانے کا وعدہ کیا جیسے ہی اس کی صحت نے اجازت دی۔ وائسرائے نے اس کا شکریہ ادا کیا اور ایک ذاتی پیش کش پر اس ملاقات کو ختم کر دیا۔ اسے بھی دائمی دمہ لاحق تھا اور اس نے اسقف کو اپنے معالج کے ہاتھوں علاج کی پیش کش کی۔ اسقف کو یہ سب مناسب محسوس نہیں ہوا۔

"میرے متعلق ہر بات اب خدا کے ہاتھ میں ہے۔" اس نے کہا۔ "میں بھی اسی عمر کو پہنچ چکا ہوں کہ جب مقدس کنواری نے وفات پائی۔"

خوش آمدیدی کلمات کی نسبت ان کی رخصت سست اور پرتکلف تھی۔ ڈیلدرا سمیت تین پیشوا ان خاموش برآمدوں میں وائسرائے کے ساتھ خاموشی سے ہمراہ رہے۔ وائسرائے کے محافظین نے فقراء کو بہت سے نیزوں کو آپس میں ملا کر پرے رکھا۔ اپنی گاڑی میں سوار ہونے سے قبل وائسرائے ڈیلدرا کی طرف مڑا اور انتہائی شدت سے اس کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اپنے آپ کو میری یادداشت سے محو نہ ہونے دینا۔"

اس کے الفاظ اس قدر غیر متوقع اور ناقابل فہم تھے کہ ڈیلدرا اس کے جواب میں احتراماً" جھکنے کے سوا کچھ نہ کر سکا۔

وائسرائے صدر راہبہ کو اپنی ملاقات کے نتائج سے آگاہ کرنے کے لئے خانقاہ تک گیا۔ چند گھنٹے بعد اپنی روانگی سے تھوڑی دیر پیشتر اس نے وائسرائن کی مسلسل درخواستوں کے باوجود مارٹینا لابورڈے کو معافی دینے سے انکار کر دیا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ یہ معافی ان بہت سے لوگوں کے لئے ایک بری مثال بن جائے گی جنہیں اس نے دوسری جیلوں میں کہیں کم سنگین جرائم کے بدلے میں قید پایا تھا۔

اسقف نے اپنی سیٹی دار آواز پر قابو پانے کے لئے آگے کی طرف جھک کر

آنکھیں بند کر رکھی تھیں حتیٰ کہ ڈیلدرا واپس آ گیا۔ اس کے نائیٹن پنجوں کے بل وہاں سے جا چکے تھے اور مہمان خانہ نیم تاریک سا تھا۔ جب اسقف نے اردگرد نظر دوڑائی تو اس نے دیوار کے ساتھ لگی خالی کرسیاں اور صرف کیٹانو کو کمرے میں پایا۔ بہت دھیمی آواز میں اس نے پوچھا "کیا ہم اس سے پہلے کبھی اس قدر اچھے آدمی سے ملے ہیں؟"

ڈیلدرا نے اس کے جواب میں ایک مبہم سا اشارہ کر چھوڑا۔ اسقف کوشش کر کے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور پھر کرسی کے بازو کے ساتھ تب تک ٹیک لگائے بیٹھا رہا جب تک کہ ان کا سانس سنبھل نہیں گیا۔ وہ شام کا کھانا نہیں کھانا چاہتا تھا۔ سو ڈیلدرا اسے خواب گاہ تک لے جانے کے لئے ایک موم بتی لے آیا۔

"ہم نے وائسرائے کے ساتھ کچھ ایسا عمدہ طرز عمل اختیار نہیں کیا۔" اسقف نے کہا۔

"کیا ایسا نہ کرنے کی بھی کوئی وجہ تھی۔" ڈیلدرا نے استفسار کیا۔ "کوئی بھی کسی اسقف کے ہاں اس طرح بغیر اطلاع کیے نہیں آتا۔"

اسقف نے اس سے اتفاق نہیں کیا اور انتہائی ولولے سے اسے یہ بتا بھی دیا۔ "میرا دروازہ گرجا گھر کا دروازہ ہے اور اس نے محض پرانی طرز کے مسیحی کا سا انداز اختیار کیا۔" اس نے کہا۔ "اپنے سینے کی اس بیماری کی وجہ سے میرا طرز عمل نامناسب تھا۔ مجھے اس کا مداوا کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا چاہیے۔" جب تک کہ وہ اپنی خواب گاہ کے دروازے تک پہنچا وہ اپنا لہجہ اور موضوع بدل چکا تھا اور اس نے ڈیلدرا کے کاندھے پر معمول کی طرح تھپکی دے کر اسے شب بخیر کہا۔

"آج رات میرے لئے دعا کرنا۔" اس نے کہا۔ "مجھے لگتا ہے کہ یہ ایک طویل رات ثابت ہو گی۔"

درحقیقت وہ یوں محسوس کر رہا تھا کہ گویا وہ دمے کے اس حملے کے ہاتھوں مر رہا ہو کہ جس کا شک اسے وائسرائے سے ملاقات کے دوران پڑا تھا۔ چونکہ ٹار اور دوسرے شدید مسکنوں کی قے آور دوائیوں سے اسے قطعاً" کوئی فرق نہ پڑتا تھا اسے فوری فصد خون برداشت کرنا پڑا۔ صبح تک وہ اپنا تیقن پھر سے بحال کر چکا تھا۔

اس کے نزدیک ہی کتب خانے میں جاگتے ہوئے کیٹانو کو اس سب میں سے کسی بات کی خبر تک نہ تھی۔ اس نے صبح کی عبادت شروع ہی کی تھی جب اسے بتایا گیا کہ اسقف اپنی خواب گاہ میں اس کے منتظر ہیں۔ اسقف روٹی اور پنیر کے ساتھ چاکلیٹ کی ایک پیالی پیتے ہوئے بستر میں بیٹھا تھا اور ایک نئی دھونکنی کی طرح سے سانس لے رہا تھا۔ اس کے عزائم جواں تھے۔ کیٹانو کو یہ جاننے کے لئے صرف ایک نظر ہی کافی تھی کہ وہ اپنے فیصلوں پر پہنچ چکا ہے۔

یہ درست بھی تھا۔ صدر راہبہ کی درخواست کے باوجود سائیوا ماریہ سانتا کلارا میں ہی رہے گی اور فادر کیٹانو ڈیلدرا اسقف کی بھرپور اشیر آباد کے ساتھ اس کے معاملے میں اپنا عمل جاری رکھے گا۔ اب اسے مزید جیل قوانین کے تحت زندگی نہیں گزارنا پڑے گی اور وہ آئندہ سے خانقاہ کی باسی راہباؤں والے فوائد اٹھائے گی۔ اسقف روزنامچے کے لئے مشکور تھا تاہم ان میں حتمی پن کی کمی اس عمل کی انجام دہی کی راہ میں رکاوٹ تھی۔ اس لئے جھاڑ پھونک کرنے والے کو اپنی قوت فیصلہ کے مطابق عمل کرنا ہو گا۔ آخر میں اس نے ڈیلدرا کو حکم دیا کہ وہ کسی بھی قسم کے متوقع مسئلے کے حل کے لئے مکمل اختیارات کے ساتھ مارکوس سے ملے جب تک کہ خود اسقف کو اس سے ملاقات کا موقع اور مناسب صحت میسر نہ ہو جائے۔

"کوئی مزید ہدایات جاری نہیں کی جائیں گی۔ خدا تمہارا حامی و ناصر ہو۔" اس نے آخر مین کہا۔

کیٹانو دھڑکتے دل کے ساتھ بھاگم بھاگ خانقاہ پہنچا مگر سائیوا ماریہ کو اس کے حجرے میں نہیں پایا۔ وہ قیمتی جواہرات سے ڈھکی ہوئی اور قدموں تک اپنے لمبے بال لٹکائے ہوئے استقبالیہ کمرے میں تھی۔ وہ وائسرائے کے حاشیہ نشینوں میں شامل ایک مشہور مصور کے لئے کسی سیاہ فام کے سے بھرپور وقار کے ساتھ انداز بنائے بیٹھی تھی۔ جس ذہانت سے وہ مصور کی ہدایات پر عمل کر رہی تھی اتنی ہی قابل تعریف تھی جتنی کہ اس کی خوبصورتی۔ کیٹانو کھل سا اٹھا۔ اندھیرے میں بیٹھ کر اور خود دکھائی دیئے بغیر اسے دیکھتے ہوئے اس کے پاس اپنے دل سے کسی بھی قسم کے شکوک رفع کرنے کے لئے کافی وقت تھا۔

پانچویں عبادت کے وقت تک تصویر مکمل ہو چکی تھی۔ مصور نے کچھ دور سے اس پر ایک تنقیدی نظر ڈالی' اس میں تھوڑی سی تصحیح کی اور اپنے دستخط ثبت کرنے سے پہلے سائیوا ماریہ سے کہا کہ وہ تصویر پر نظر ڈال لے۔ یہ عین اس کی شبیہ تھی: وہ خود ایک بادل پر کھڑی تھی جس کے گرد اطاعت شعار شیاطین کا ایک ہجوم تھا۔ وہ کچھ دیر تک تصویر پر نظریں جمائے کھڑی رہی۔ اور پھر اپنے جوبن کو پہچان لیا۔ بالآخر اس نے کہا۔ "یہ تو آئینے کی طرح سے ہے۔"

"شیاطین بھی؟" مصور نے پوچھا۔

"لگتے تو وہ ایسے ہی ہیں۔" اس نے کہا۔

ملاقات ختم ہو چکی تھی اور کیٹانو سائیوا ماریہ کے ہمراہ حجرے تک گیا۔ اس نے کبھی اسے چلتے ہوئے نہ دیکھا تھا اور اس کی چال میں بھی اس کے رقص کی طرح کی روانی اور وقار تھا۔ اس نے اسے کبھی بھی نو آموزوں والی قباء کے علاوہ کسی لباس میں نہ دیکھا تھا اور اس شاہی قباء نے اسے وہی پختگی اور وقار دیا تھا جو یہ ظاہر کر رہا تھا کہ وہ پہلے ہی کسی حد تک ایک بھرپور عورت بن چکی ہے۔ وہ کبھی بھی ساتھ ساتھ نہیں چلے تھے اور اپنے دونوں کے ایک ساتھ ہونے کے احساس سے بہت متاثر ہوا۔

وائسرائے اور وائسرائن کے قائل کر دینے والے دلائل کے زیر اثر حجرہ بالکل بدل چکا تھا کیونکہ انہوں نے الوداعی ملاقات کے موقع پر صدر راہبہ کو قائل کر لیا تھا کہ اسقف کے دلائل میں وزن ہے۔ گدہ نیا تھا' بستر کی چادریں اور تکیے بھی موجود تھے اور روزانہ کی صفائی ستھرائی اور غسل کے لئے ضروری چیزیں بھی مہیا کر دی گئیں تھیں۔ سمندر کی روشنی جالی سے مبرا کھڑکی میں سے امڈی چلی آتی تھی اور دیواروں کی تازہ سفیدی پر چمک رہی تھی۔ اب چونکہ سائیوا ماریہ کا کھانا بھی وہی تھا جو خانقاہ میں دیا جاتا تھا اس کے لئے باہر سے کوئی چیز لانے کی ضرورت نہ تھی۔ مگر پھر بھی ڈیلدرا کسی نہ کسی طرح بازار سے طرح طرح کی چیزیں چھپا کر لے ہی آتا۔

وہ اپنا کھانا اس کے ساتھ بانٹنا چاہتی تھی۔ ڈیلدرا نے وہ چھوٹا سا کیک کھا لیا جو کلاریسان کی شناخت تھا۔ جب وہ کھانا کھا رہے تھے تو اس نے بے دھیانی سے کہا۔ "میں نے برف دیکھی ہے۔"

کیٹانو پریشان نہیں ہوا۔ کافی عرصہ قبل ایک وائسرائے کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ مقامی لوگوں کو دکھانے کے لئے پیرینیز سے برف لانا چاہتا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہی برف سمندر کے عین پار سیرا نیواڈا ڈی سانتا مارٹا میں موجود ہے۔ شاید اپنے جدید فنون کے ذریعے سے ڈان راڈ رگوڈی بیون لوزانو نے یہ کام کر دکھایا تھا۔

"نہیں۔" لڑکی نے کہا۔ "یہ سب خواب میں تھا۔"

پھر اس نے اسے اس بارے میں بتایا۔ وہ ایک ایسی کھڑکی میں بیٹھی تھی جس کے باہر شدید برف باری ہو رہی تھی جبکہ وہ خود اپنی گود میں پڑے گچھے میں سے ایک ایک کر کے انگور کھا رہی تھی۔ ڈیلدرا نے خوف کی لہر سی محسوس کی۔ متوقع جواب کے خوف سے کانپتے ہوئے اس نے ہمت کر کے پوچھا۔ "وہ خواب ختم کیونکر ہوا۔"

"تمہیں بتاتے ہوئے مجھے خوف آتا ہے۔" سائیوا ماریہ نے کہا۔

اسے مزید کچھ سننے کی ضرورت بھی نہ تھی۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور اس کے لئے دعا گو ہو گیا۔ جب اس نے دعا ختم کی تو وہ ایک بدلا ہوا شخص تھا۔

"فکر مت کرو۔" اس نے کہا۔ "میں وعدہ کرتا ہوں کہ روح القدس کی مدد سے تم جلد ہی آزاد اور خوش و خرم ہو گی۔"

تب تک برنارڈا کو قطعاً علم نہ ہوا تھا کہ سائیوا ماریہ خانقاہ میں ہے۔ ایک رات اچانک ہی اس پر اس کا انکشاف ہو گا جب اس نے ڈلسے اولیویا کو گھر میں جھاڑو دیتے اور صفائی کرتے دیکھا۔ اس نے سمجھا کہ یہ سب اس کا فریب نظر ہے۔ کسی ٹھوس حقیقت کی تلاش میں اس نے گھر کے ایک ایک کمرے کا معائنہ کیا اور اسی دوران محسوس کیا کہ اس نے کچھ عرصے سے سائیوا ماریہ کو نہیں دیکھا۔ کاریدد ڈیل کوبرے کو جو تھوڑا بہت علم تھا اس نے بتا دیا۔ "سینور مارکوس نے ہمیں بتایا تھا کہ وہ بہت دور جا رہی ہے اور یہ کہ ہم اب کبھی اسے نہیں دیکھ پائیں گے۔" اس کے شوہر کے کمرے میں شمع جل رہی تھی۔ برنارڈا دروازہ کھٹکھٹائے بغیر اندر داخل ہو گئی۔

وہ مچھروں کو بھگانے کے لئے جلائے گئے اپلوں کے دھوئیں میں گھرا ہوا بیداری کی حالت میں جھولنے میں لیٹا تھا۔ اس نے ایک ریشمی لباس پہنے عجب سی خاتون کو

دیکھا اور یہی سمجھا کہ وہ کوئی شبیہہ دیکھ رہا ہے کیونکہ وہ زرد رو، کمزور اور دور دراز کے سفر سے لوٹی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ برنارڈا نے سائیوا ماریہ کے بارے میں پوچھا۔

"وہ تو کئی دن ہوئے ہمارے ساتھ نہیں۔" اس نے کہا۔

اس نے اس کو بدتر معانی پہنا دیئے اور اسے سانس بحال کرنے کے لئے نزدیکی کرسی پر بیٹھنا پڑا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ **ابریتسیو** وہ کچھ کر گزرا جو کیا جانا ضروری تھا۔" اس نے کہا۔

مارکوس نے صلیب کا نشان بنایا۔

"خدا نہ کرے۔"

اس نے پھر اسے حقیقت حال بتا دی۔ اس نے احتیاطاً" اسے بتا دیا کہ اس نے تب اسے اس لئے نہ بتایا تھا کیونکہ خود اس کی اپنی خواہش کے مطابق وہ اس سے ایسا برتاؤ کرنا چاہتا تھا کہ جیسے وہ مر گئی ہو۔ برنارڈا پلک جھپکائے بغیر اس سے کہیں زیادہ توجہ سے اس کی بات سن رہی تھی جتنی کہ اس نے اپنی بارہ سالہ ازدواجی زندگی میں اسے دی تھی۔

"میں جانتا تھا کہ ایسا کرنے سے میں مر ہی تو جاؤں گا۔" مارکوس نے کہا۔ "مگر اس کی زندگی کے بدلے میں۔"

برنارڈا نے گہری سانس لی۔ "تمہارا مطلب ہے کہ اب سب لوگ ہماری مزلت کے بارے میں جان گئے ہیں۔" اس نے اپنے شوہر کی پلکوں پر آنسو کا قطرہ سا محسوس کیا اور خود اس کے پیٹ میں گولا سا اٹھا۔ اس مرتبہ یہ سب موت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس ناگزیر یقینی نتیجے کی وجہ سے تھا جو جلد یا بدیر سامنے آنے والا تھا۔ مارکوس نے جھولنے سے نکلنے کے لئے اپنی بچی کھچی طاقت مجتمع کی۔ اس کے سامنے گھٹنوں کے بل جھک گیا اور ایک تباہ حال بوڑھے آدمی کی طرح زار و قطار رونے لگا۔ ریشمی لباس میں سے اپنی گود میں بہتے ہوئے مردانہ آنسوؤں کی تپش کے آگے برنارڈا نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ سائیوا ماریہ کے لئے اپنی نفرت کے باوجود اس نے اس کے زندہ

ہونے پر اپنے اندر دوڑ جانے والی اطمینان کی لہر کی حقیقت کو تسلیم سا کر لیا۔

"موت کے سوا میں ہر شئے کی حقیقت سمجھ سکتی ہوں۔" اس نے کہا۔

ایک مرتبہ پھر اس نے شہد اور کوکو کے سہارے اپنے آپ کو کمرے میں بند کر لیا اور دو ہفتے بعد جب وہ باہر نکلی تو زندہ لاش بن چکی تھی۔ مارکوس صبح سے روا سفر کی تیاریوں سے پوری طرح باخبر تھا مگر اس نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ سورج کی تپش بڑھنے سے پہلے ہی اس نے برنارڈا کو ایک خچر کی پشت پر سوار صحن کے بڑے دروازے سے گزرتے دیکھا جبکہ اس کے پیچھے پیچھے ایک دوسرے خچر پر اس کا سامان لدا ہوا تھا۔ وہ اسی طرح خچر ہانکنے والوں یا غلاموں کے بغیر اور کسی کو الوداع کہے یا کسی بات کے لئے وجوہ پیش کئے بغیر کئی مرتبہ پہلے بھی عازم سفر ہوتی رہی تھی مگر مارکوس جانتا تھا کہ وہ اس مرتبہ جو جا رہی ہے تو کبھی نہ پلٹے گی کیونکہ اپنے معمول کے ٹرنک کے ہمراہ وہ خالص سونے کے وہ دو مرتبان بھی لے جا رہی تھی جنہیں اس نے کئی برس سے اپنے بستر کے نیچے دبا رکھا تھا۔

اپنے جھولنے میں لیٹے لیٹے مارکوس نے پھر سے وہی خوف محسوس کیا کہ اس کے ملازم خنجروں سے اس پر حملہ کر دیں گے۔ پس اس نے دن میں بھی گھر میں ان کے داخلے پر پابندی لگا دی۔ اسی لئے جب کیٹانو ڈیلدرا اسقف کے حکم کے موجب اس سے ملنے آیا تو اسے بغیر اجازت لئے دروازے کو دھکیل کر اندر آنا پڑا کیونکہ دروازے پر اس کی زوردار دستکوں کا کسی نے جواب نہ دیا تھا۔ ماسٹیف اپنے پنجروں میں تلملا رہے تھے مگر وہ آگے بڑھتا گیا۔ اپنا بدوی چغہ اور ٹولیڈو کی مخصوص ٹوپی پہنے ہوئے مارکوس باغ میں اپنے جھولنے میں قیلولہ کر رہا تھا اور اس کا تمام تر جسم زرد پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ڈیلدرا اسے جگائے بغیر اسے دیکھنے لگا اور اسے یوں لگا جیسے وہ سائیوا ماریہ کو بڑھاپے میں تنہائی کے ہاتھوں تباہ شدہ حال میں دیکھ رہا ہو۔ مارکوس جاگ گیا مگر اس کی آنکھ پر پڑے پردے کی وجہ سے پہلے پہل اسے پہچان ہی نہ سکا۔ ڈیلدرا نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا۔ اس کی انگلیاں امن کے نشان کے طور پھیلی ہوئی تھیں۔

"سینور مارکوس! خدا آپ کا نگہبان ہو۔" اس نے کہا۔ "آپ کیسے ہیں؟"

"یہاں۔" مارکوس نے کہا۔ "پڑا سڑ رہا ہوں۔"

نڈھال سے انداز میں ہاتھ لہراتے ہوئے اس نے قیلولے کی سستی دور کی اور جھولنے میں ہی سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ کیٹانو نے اجازت لئے بغیر اندر داخل ہونے پر معذرت کی۔ مارکوس نے اسے بتایا کہ کسی نے بھی دروازے کی دستک پر دھیان نہیں دیا کیونکہ انہیں اب ملاقاتیوں سے ملنے کی عادت نہیں رہی۔ ڈیلدرا انتہائی احترامانہ انداز میں بولا۔ "عالی جناب اسقف نے مجھے اپنے نمائندہ کے طور پر بھیجا ہے کیونکہ وہ بہت مصروف اور دمے کا شکار ہیں۔" جب یہ ابتدائی متقضیات پوری ہو چکیں تو وہ جھولنے کے پاس ہی بیٹھ گیا اور سیدھا اس معاملے پر آگیا جس نے اس کے اندر آگ لگا رکھی تھی۔

"میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کی بیٹی کی روحانی صحت میرے ذمہ لگائی گئی ہے۔" اس نے کہا۔

مارکوس نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پوچھا کہ وہ کیسی ہے۔

"وہ ٹھیک ہے۔" ڈیلدرا نے کہا۔ "مگر میں اسے مزید بہتر ہونے میں مدد دینا چاہتا ہوں۔"

پھر اس نے جھاڑ پھونک کی اہمیت اور طریق کار کے بارے میں اسے بتایا۔ اس نے اس طاقت کے بارے میں اسے بتایا جو مسیح نے اپنے پیروکاروں کو بخشی ہے تاکہ وہ جسموں سے ناپاک روحیں نکال سکیں اور بیماری و تکلیف کا علاج کر سکیں۔ اس نے آسیب زدہ فوج اور دو ہزار خنزیروں کے بارے میں بائبل کی تمثیل کا بھی ذکر کیا۔ تاہم بنیادی بات یہ تھی کہ یہ تعین کیا جائے کہ آیا سائیوا ماریہ واقعی آسیب زدہ ہے بھی یا نہیں۔ اسے تو اس پر یقین نہ تھا مگر عام تر شبہات رفع کرنے کے لئے اسے مارکوس کی مدد کی ضرورت تھی۔ پہلے تو وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ خانقاہ میں داخل ہونے سے قبل اس کی بیٹی کا طرز عمل کیا تھا۔

"میں نہیں جانتا۔" مارکوس نے کہا۔ "میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں اس کے بارے میں جتنا واقف ہوتا جاتا ہوں اتنا ہی ناواقف ہوتا جاتا ہوں۔"

وہ اس جرم کے ہاتھوں پریشان رہتا تھا کہ اس نے کیونکر اسے غلاموں کے صحن میں اس کے حال پر چھوڑ رکھا تھا۔ وہ اس کی مہینوں طویل خاموشیوں' تشدد کے بلاوجہ

دوروں' اور اس چالاکی کو جس سے اس نے اپنی کلائی میں باندھی جانے والی گھنٹی کو بلی کے گلے میں ڈال کر اپنی ماں کے عزائم ناکام بنائے تھے' اپنے اسی عمل کا نتیجہ قرار دیتا تھا۔ اسے جاننے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ' محض حظ اٹھانے کے لئے جھوٹ بولنے کی اس کی عادت تھی۔

"سیاہ فاموں کی طرح۔" ڈیلدرا نے کہا۔

"سیاہ فام ہمارے ساتھ جھوٹ ضرور بولتے ہیں مگر آپس میں نہیں۔" مارکوس نے کہا۔ اس کے کمرے میں ڈیلدرا ایک ہی نظر میں دادی ماں کی ملکیتی اور سائیوا ماریہ کی نئی اشیاء میں تمیز کر سکتا تھا۔ جن میں گڑیاں' چابی والی رقاصائیں اور موسیقی والے صندوقچے شامل تھے۔ بستر پر وہ چھوٹا سفری بیگ اسی حالت میں پڑا تھا جس طرح کہ مارکوس اسے خانقاہ سے واپس لایا تھا۔ گرد سے اٹے ہوئے بربط کو ایک کونے میں پھینک دیا گیا تھا۔ مارکوس نے وضاحت کی کہ یہ عدم استعمال کا شکار اطالوی ساز ہے اور پھر اسے بجانے میں لڑکی کی مہارت کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا۔ اپنی غائب الدماغی کی حالت میں اس نے بربط کے تار درست کئے اور پھر نہ صرف اسے بجانے لگا بلکہ وہ گانا بھی گانے لگا جو وہ سائیوا ماریہ کے ہمراہ گایا کرتا تھا۔

یہ پر انکشاف لمحہ تھا۔ موسیقی نے ڈیلدرا کو وہ سب کچھ بتا دیا جو مارکوس اپنی بیٹی کے بارے میں نہ کہہ سکا تھا۔ باپ بھی اس قدر متاثر ہو چکا تھا کہ گیت بھی مکمل نہ کر سکا۔ اس نے آہ سی بھری۔

"تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ ہیٹ اسے کس قدر بھلا لگتا تھا۔"

ڈیلدرا پر بھی اس کے جذبات کا اثر ہو گیا۔

"مجھے لگتا ہے کہ آپ کو اس سے بہت پیار تھا۔" اس نے کہا۔

"تم تصور نہیں کر سکتے کہ کس قدر۔" مارکوس نے کہا۔ "اس کو دیکھنے کے لئے میں اپنی روح تک گروی رکھ سکتا ہوں۔"

ایک مرتبہ پھر ڈیلدرا نے محسوس کیا کہ روح القدس نے معمولی سی تفصیل بھی نظر انداز نہ کی تھی۔

"کوئی بھی بات ناممکن نہیں۔" اس نے کہا۔ "اگر ہم یہ ثابت کر سکیں کہ وہ

آسیب زدہ نہیں ہے۔"

"ایبریتسیو سے بات کرو۔" مارکوس نے کہا۔ "وہ شروع سے ہی کہتا آیا ہے کہ سائیوا صحت مند ہے۔ مگر صرف وہی اس کی وضاحت کر سکتا ہے۔"

ڈیلدرا اپنی الجھن بھی سمجھتا تھا۔ ایبریتسیو مددگار تو ثابت ہو سکتا تھا مگر اس سے بعض ناپسندیدہ نتائج بھی سامنے آ سکتے تھے۔ مارکوس نے جیسے اس کی سوچ پڑھ لی۔

"وہ بہت عظیم آدمی ہے۔" مارکوس نے کہا۔

ڈیلدرا نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا۔

"میں کلیسائی دستاویزات سے واقف ہوں۔" اس نے کہا۔

"اسے واپس حاصل کرنے کے لئے کوئی بھی قربانی زیادہ بڑی نہیں۔" مارکوس نے اصرار کیا اور چونکہ ڈیلدرا نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے آخر میں کہا۔ "خدا سے تمہارے لگاؤ کے صدقے میں تم سے درخواست کر رہا ہوں۔"

ڈیلدرا نے ڈوبتے دل کے ساتھ کہا۔ "میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ میری اذیت کو دوچند نہ کریں۔"

مارکوس نے مزید اصرار نہ کیا۔ اس نے بستر پر سے سفری بیگ اٹھایا اور ڈیلدرا سے کہا کہ وہ اسے اس کی بیٹی کو دے دے۔

"کم از کم اسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ میں اس کے بارے میں متفکر ہوں۔" اس نے کہا۔ ڈیلدرا خدا حافظ کہے بغیر نکل بھاگا۔ سفری بیگ اس نے اپنی اوپری قباء کے نیچے رکھا اور پھر موسلا دھار بارش سے بچنے کے لئے چغہ اپنے اردگرد لپیٹ لیا۔ اسے یہ جاننے میں کچھ وقت لگا کہ اس کے اندر کی آواز اس گیت کے اشعار گنگنا رہی ہے جو مارکوس نے بربط پر گایا تھا۔ بارش میں بھیگتے ہوئے اس نے اونچی آواز میں گانا شروع کر دیا اور اپنی یادداشت کے زور پر آخر تک گاتا چلا گیا۔ فن کاروں کے علاقے میں وہ مسلسل گاتا ہوا راہب کدے سے بائیں طرف مڑ گیا اور ایبریتسیو کے دروازے پر دستک دی۔ طویل خامشی کے بعد اس نے لڑکھڑاتے قدموں کی آواز اور پھر نیم خوابیدہ سی آواز سنی۔

"کون ہے؟"

"قانون۔" ڈیلدرا نے کہا۔

اپنے نام کا اعلان کرنے سے بچنے کے لئے وہ یہی سوچ سکا۔ **ابریتسیو** نے یہ سوچتے ہوئے کہ حکومتی نمائندے واقعتاً" وہاں آ پہنچے ہیں دروازہ کھول دیا مگر اسے پہچان نہ پایا۔

"میں اس اسقفی کا امیر کتب خانہ ہوں۔" ڈیلدرا نے کہا۔ ڈاکٹر نے اس تاریک داخلی دروازے میں سے اندر داخل ہونے کے لئے اسے جگہ دے دی اور اس کا سینچا ہوا اوپری چغہ اتارنے میں اس کی مدد کی۔ اپنے مخصوص طریقے سے **ابریتسیو** نے لاطینی زبان میں پوچھا۔ "تمہاری یہ آنکھ کس جنگ میں کام آئی؟"

ڈیلدرا نے خالص لاطینی زبان میں گرہن کا واقعہ بیان کیا اور اسقف کے معالج کی تشفی آمیز بات کے باوجود کہ وہ پردہ اس کا حتمی علاج ہے' تکلیف کے مسلسل وجود کے بارے میں بھی اسے بتایا۔ لیکن **ابریتسیو** کی توجہ صرف اس کی زبان کی درستگی پر تھی۔

"یہ انتہائی معیاری ہے۔" اس نے حیرانی سے کہا۔ "آپ کا تعلق کس علاقے سے ہے۔"

"آویلا سے۔" ڈیلدرا نے کہا۔

"تب تو یہ مزید قابل تعریف ہے۔" **ابریتسیو** نے کہا۔

اس نے اسے کہا کہ وہ اپنی قباء اور جوتے اتار دے اور انہیں خشک ہونے کے لئے رکھ دیا اور ڈیلدرا کی کیچڑ میں لتھڑی ہوئی برجس پر اپنی کھلی اوپری قبا ڈال دی۔ پھر اس نے اس کی آنکھ سے پردہ اتارا اور اسے کوڑے دان میں اچھال دیا۔ "اس آنکھ کے ساتھ واحد مسئلہ یہ ہے کہ یہ ضرورت سے زائد چیزیں دیکھتی ہے۔" اس نے کہا۔ ڈیلدرا کمرے میں ٹھونسی ہوئی کتابوں کی تعداد سے بہت متاثر ہوا۔ **ابریتسیو** نے یہ جان لیا اور اسے اپنے دوا خانے میں لے گیا جہاں چھت کو چھوتی الماریوں میں مزید کتابیں بھری پڑی تھیں۔

"خدا کی پناہ۔" ڈیلدرا نے حیرت سے کہا۔ "یہ تو پاپائے مقدس کا کتب خانہ لگتا

ہے۔"

"اس سے تقریباً دو سو کتب زائد۔" **ابریتسیو** نے کہا۔

اس نے اپنے ملاقاتی کو اپنی مرضی سے کتب کی ورق گردانی کرنے دی۔ ایسی بے مثل کتابیں بھی تھیں جن کا سپین میں اپنے پاس رکھنا جیل کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ ڈیلدرا نے انہیں واپس الماریوں میں رکھ دیا۔ اس نے بے مثل فرے گیرونڈیو' فرانسیسی زبان میں والٹیئر اور لیٹرز فلاسفیق کا لاطینی زبان میں ترجمہ: الغرض سبھی کو ممتاز حیثیت میں وہاں پایا۔

"لاطینی زبان میں والٹیئر تقریباً الحاد کے مترادف ہے۔" اس نے پرمزاح انداز میں کہا۔

ابریتسیو نے اسے بتایا کہ اسے کوئمبرا میں مقیم ایک راہب نے ترجمہ کیا تھا جو زائرین کی تسکین کے لئے نایاب کتب مہیا کرنے میں لطف محسوس کرتا تھا۔ جب ڈیلدرا کتاب کو کھنگال رہا تھا ڈاکٹر نے اس سے پوچھا کہ آیا وہ فرانسیسی جانتا ہے۔

"میں اسے بولتا تو نہیں مگر پڑھتا ضرور ہوں۔" ڈیلدرا نے لاطینی زبان میں کہا۔ پھر اس نے حقیقی انکساری سے کہا۔ "اس کے علاوہ یونانی' انگریزی' اطالوی' پرتگالی اور کسی حد تک جرمن۔"

"میں والٹیئر کے بارے میں تمہارے جملے کی وجہ سے پوچھ رہا تھا۔" **ابریتسیو** نے کہا۔ "اس کی نثر بہت عمدہ ہے۔"

"اور کچھ ایسی جو ہمارے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ بھی ہے۔" ڈیلدرا نے کہا۔ "کس قدر شرمناک بات ہے کہ یہ سب ایک فرانسیسی آدمی نے لکھا ہے۔"

"تم اس لئے یہ کہہ رہے ہو کیونکہ تم ہسپانوی ہو۔" **ابریتسیو** نے کہا۔

"اس عمر میں اور خون کے اس قدر امتزاج کے بعد میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا کہ میرا تعلق کہاں سے ہے یا میں کون ہوں" ڈیلدرا نے کہا۔

"ان علاقوں میں کوئی بھی کچھ نہیں جانتا۔" **ابریتسیو** نے کہا۔ "اور مجھے یقین ہے کہ اس کا علم ہونے کے لئے ابھی صدیاں درکار ہیں۔"

ڈیلدرا باتیں تو کرتا رہا مگر کتب خانے کے اپنے جائزے کو نہیں روکا۔ تبھی جیسا

کہ ماضی میں کئی مرتبہ ایسا ہوا تھا اسے اچانک ہی اس کتاب کا خیال آ گیا جو اس مذہبی درسگاہ کے رئیس الجامعہ نے بارہ برس کی عمر میں اس سے ضبط کر لی تھی۔ یہ وہ واحد واقعہ تھا جو اپنے بچپن سے اسے یاد تھا اور جسے اس نے ہر اس شخص کے سامنے دوہرایا تھا جو اس کے خیال میں اس کتاب کے تعین میں اس کی مدد کر سکتا ہو۔

"کیا آپ کو اس کا عنوان یاد ہے۔" **ابریتسیو** نے پوچھا۔

"مجھے کبھی بھی اس کا پتہ نہیں چلا۔" ڈیلدرا نے کہا۔ "اور میں یہ جاننے کے لئے کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں کہ کتاب کا اختتام کیونکر ہوا۔"

ایک بھی لفظ مزید ادا کئے بغیر ڈاکٹر نے اس کے سامنے ایک کتاب رکھ دی جسے اس نے فوراً ہی پہچان لیا۔ یہ دی فور بکس آف آمادیس آف گاؤل کا سیوائل میں شائع شدہ ایڈیشن تھا۔ ڈیلدرا یہ محسوس کرتے ہوئے اس کی ورق گردانی کرتے ہوئے کانپ رہا تھا کہ وہ ناقابل بخشش ہو جانے کے دھانے پر کھڑا ہے۔ بالاخر اس نے ہمت کر کے کہا "کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ ایک ممنوعہ کتاب ہے؟"

"ہمارے وقتوں کے دوسرے بہترین ناولوں کی طرح۔" **ابریتسیو** نے کہا۔ "ان کی جگہ اب یہ لوگ پڑھے لکھے طبقے کے لئے محض مقالے چھاپتے ہیں۔ آج کا غریب طبقہ اگر نظام فتوحات کے بارے میں لکھے گئے ناول نہ پڑھے تو کیا پڑھے۔"

"دوسرے بھی تو ہیں۔" ڈیلدرا نے کہا۔ ڈان کو نکسوٹ کی اشاعت کے پہلے ہی برس اس کی ایک سو جلدیں پڑھی گئیں۔"

"انہیں پڑھا نہیں گیا۔" **ابریتسیو** نے کہا۔ "وہ سب محصول سے ہوتی ہوئی دوسری ریاستوں میں چلی گئیں۔"

ڈیلدرا نے **ابریتسیو** کی طرف کوئی توجہ نہ دی کیونکہ بالاخر اس نے آمادیس آف گاؤل کے اس قیمتی ایڈیشن کو پہچان لیا تھا۔

"نو برس قبل یہ کتاب ہمارے کتب خانے کے خفیہ حصے سے غائب ہوئی تھی اور ہم کبھی بھی اسے ڈھونڈنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔" اس نے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں۔" **ابریتسیو** نے کہا۔ "لیکن اسے ایک تاریخی ایڈیشن گرداننے کی دوسری وجوہ بھی ہیں۔ ایک برس سے بھی زیادہ عرصہ تک یہ کم از کم

گیارہ افراد کے ہاتھوں میں رہی اور ان میں سے کم از کم تین مر گئے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ کسی نہ کسی نامعلوم شئے کے صدور کا شکار ہوئے ہوں گے۔"

"میرا فرض بنتا ہے کہ میں تمہیں کلیسا کے حوالے کر دوں۔" ڈیلدرا نے کہا۔

ایبریتسیو نے اس بات کو ہنسی میں اڑا دیا۔ "کیا میرے منہ سے کوئی ملحدانہ بات نکل گئی ہے۔"

"میں یہ اس لئے کہہ رہا ہوں کیونکہ تمہارے پاس ایک ایسی ممنوعہ کتاب ہے جو تمہاری ملکیت بھی نہیں اور تم نے اس کے بارے میں حکومت کو مطلع بھی نہیں کیا۔"

"یہ کتاب بھی اور دوسری بہت سی بھی۔" **ایبریتسیو** نے ایک انگلی چاروں طرف گھماتے ہوئے کہا۔ "اگر یہ وجہ ہوتی تو تم بہت عرصہ قبل آ چکے ہوتے اور میں نے بھی دروازہ نہ کھولا ہوتا۔" وہ ڈیلدرا کی طرف مڑا اور ہنستے ہوئے کہنے لگا۔ "اس کے برعکس مجھے خوشی ہے کہ تم آئے ہو اور مجھے تمہاری یہاں موجودگی پر خوشی ہے۔"

"اپنی بیٹی کے لئے متفکر مارکوس نے مجھے ایسا کرنے کو کہا تھا۔" ڈیلدرا نے کہا۔

ایبریتسیو نے ڈیلدرا کو اپنے سامنے ایک کرسی پر بٹھایا اور وہ دونوں ایک بحث میں الجھ سے گئے جب کہ ایک شدید طوفان نے سمندر اتھل پتھل کر چھوڑا تھا۔ ڈاکٹر نے انسانی نسل کے آغاز سے تب تک باؤلے پن کی تاریخ' اس کی لائی ہوئی بے پناہ تباہی اور اس کے تدارک میں طبی سائنس کی ہزاروں برس پر محیط ناکامی کے بارے میں ایک عالمانہ خطبہ سا دے ڈالا۔ اس نے اس سب کے بارے میں افسوس ناک مثالیں دیں کہ جس کے تحت اسے پاگل پن کی بعض دوسری اقسام اور دوسری ذہنی بیماریوں کی طرح سے آسیب زدگی کے ساتھ الجھا دیا جاتا ہے۔ جہاں تک سائیوا ماریہ کا تعلق ہے اتنے ہفتوں کے بعد یہ ممکن دکھائی نہیں دیتا کہ اسے یہ بیماری لاحق ہو گی۔ آخر میں **ایبریتسیو** نے کہا کہ فی الوقت واحد خطرہ یہی ہے کہ دوسرے بہت سوں کی طرح سے وہ بھی جھاڑ پھونک کے عمل میں روا رکھے جانے والے مظالم کے ہاتھوں مر جائے گی۔

ڈیلدرا نے اس آخری فقرے کو قدیمی طب کی روائتی مبالغہ آمیزی گردانا لیکن اس نے اسے رد بھی نہ کیا کیونکہ یہ اس کی مذہبی علامات کے حق میں جاتا تھا کہ لڑکی آسیب زدہ نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ سائیوا ماریہ کی تین افریقی زبانیں جو ہسپانوی اور پرتگالی زبانوں سے بہت مختلف تھیں اپنے اندر کسی بھی قسم کی شیطانی علامات نہیں رکھتیں جیسا کہ خانقاہ میں سمجھا جا رہا تھا۔ اس کی شدید جسمانی طاقت کے بارے میں بھی بہت سی باتیں کہی جاتی تھیں مگر کوئی بھی انہیں مافوق الفطرت نہیں گردانتا تھا اور اس کے بارے میں کوئی عمل ارتفاع یا مستقبل بینی کی کوئی مثال ثابت نہ ہوتی تھی: دوسرے یہی دو عمل ولایت کے ثانوی ثبوت بھی سمجھے جاتے تھے۔ اگرچہ ڈیلدرا نے اپنے طبقے اور حتیٰ کہ دوسرے طبقوں کے ممتاز افراد کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی تھی کسی نے بھی خانقاہ کے روزنامچے یا عام ضعیف الاعتقادی کو رد کرنے کی ہمت نہ کی۔ اسے یہ بھی علم تھا کہ کوئی بھی اس کی **ابریتسیو** کی یا ان دونوں کی رائے سے مطمئن نہ ہو گا۔

"اس صورت میں ہم تم باقی لوگوں کے بالمقابل کھڑے ہوں گے۔" اس نے کہا۔

"اسی وجہ سے مجھے تمہارے آنے پر حیرت ہوئی تھی۔" **ابریتسیو** نے کہا۔ "کلیسا کی شکارگاہ میں میں شکار سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔"

"سچ تو یہ ہے کہ خود مجھے بھی معلوم نہیں کہ میں کیونکر آیا ہوں۔" ڈیلدرا نے کہا۔ "جب تک کہ یہ نہ ہو کہ روح القدس نے یہ بچی میرے ایمان کا امتحان لینے کے لئے میرے گلے میں ڈال دی ہو۔"

آہوں کے اس جکڑ پن سے نجات پانے کے لئے اس کا اتنا کہہ دینا ہی کافی تھا۔ **ابریتسیو** نے اس کی آنکھوں میں، اس کی روح کی گہرائی میں جھانکا اور محسوس کیا کہ وہ رو دینے کو ہے۔

"اپنے آپ کو مفت میں ایذا میں مت ڈالو۔" اس نے تسلی آمیز انداز میں کہا۔ "شاید تم صرف اس لئے آ گئے تھے کہ تم کو اس کے بارے میں کسی سے بات کرنے کی حاجت محسوس ہو رہی تھی۔"

ڈیلدرا نے اپنا آپ ننگا محسوس کیا۔ وہ کھڑا ہو گیا۔ دروازے کی طرف بڑھا اور

محض اس وجہ سے باہر نہیں نکلا کیونکہ اس نے اپنا اوپری چغہ پہننا تھا۔ **ایبرپتسیو** نے اسے اس کے گیلے کپڑے پہننے میں مدد دی اور ساتھ ہی ساتھ اپنی گفتگو جاری رکھنے کے بہانے اسے روکنے کی کوشش کی۔

"میں رکے بغیر تمہارے ساتھ اگلی صدی تک باتیں کر سکتا ہوں۔" اس نے کہا۔ اس نے آنکھ کے پردے پر گرہن کے دائمی پن کے علاج کے لئے آنکھ دھونے والے شفاف مائع کی پیش کش کے ذریعے سے اسے روکنے کی کوشش کی۔ پھر اس نے اسے وہ سفری بیگ ڈھونڈنے کے لئے دروازے سے واپس بلا لیا جو اس نے گھر میں کہیں رکھا تھا۔ لیکن ڈیلدرا شدید غم میں ڈوبا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ اس نے اس سہ پہر وقت دینے، طبی امداد، آنکھ دھونے والے پانی الغرض تمام تر التفات کے لئے اس کا شکریہ ادا کیا لیکن خود صرف پھر کسی دن آنے کا وعدہ کیا کہ جب اس کے پاس خاصا وقت ہو گا۔

ڈیلدرا سائیوا ماریہ سے ملاقات کے لئے اپنی بے چینی پر قابو نہ پا سکا۔ وہ خانقاہ کے دروازے تک آ پہنچا تھا۔ مگر یوں لگتا تھا کہ جیسے اسے رات پڑنے کا احساس تک نہ ہو۔ آسمان نکھر چکا تھا لیکن بارش کے دوران گٹر ابل پڑے تھے اور ڈیلدرا گلی کے درمیان گھٹنوں گھٹنوں پانی میں چلنے لگا۔ خانقاہ کے دروازے پر موجود دربان نے اس کا راستہ روکنے کی کوشش کی کیونکہ خانہ بندی کا وقت ہو چلا تھا۔ اس نے اسے ایک طرف ہٹا دیا۔

"یہ سب عالی مرتبت اسقف کے حکم سے ہے۔"

سائیوا ماریہ چونک کر بیدار ہو گئی اور تاریکی میں اسے پہچان بھی نہ پائی۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اس قدر نامناسب وقت پر آنے کی کیا توجیہہ پیش کرے۔ تبھی اس نے اپنے ذہن میں آنے والی پہلی وجہ بیان کر دی۔ "تمہارا باپ تم سے ملنا چاہتا ہے۔"

لڑکی نے سفری بیگ پہچان لیا اور اس کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا۔

"مگر میں اسے نہیں ملنا چاہتی۔" اس نے کہا۔

پریشان سا ہو کر اس نے وجہ پوچھ ڈالی۔

"کیونکہ میں ایسا نہیں چاہتی۔" اس نے کہا۔ "میں مرنے کو اس پر ترجیح دوں گی۔"

ڈیلدرا نے یہ سوچتے ہوئے اس کے صحت مند گھٹنے کے گرد والی پٹی کھولنے کی کوشش کی کہ اس سے اسے راحت ملے گی۔

"مجھے تنہا چھوڑ دو۔" اس نے کہا۔ "مجھے مت چھوؤ۔"

اس نے اسے نظر انداز سا کر دیا۔ تبھی لڑکی نے اچانک اس کے چہرے پر تھوک دیا۔ وہ ثابت قدم رہا اور دوسری گال سامنے کر دی۔ سائیوا ماریہ مسلسل اس پر تھوکتی رہی۔ اپنی رانوں میں اٹھتے ہوئے ممنوعہ جوش کی لہر کے زیر اثر اس نے دوبارہ سے دوسری گال سامنے کر دی۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور اپنی روح کی گہرائیوں سے دعائیں پڑھنے لگا۔ جب کہ اس کی غضب ناکی تب تک اس کے ظاہری اطمینان کو دیکھ دیکھ کر بڑھتی چلی گئی کہ جب تک اسے یہ احساس نہیں ہوا کہ اس کا غصہ بے سود ہے۔ پھر ڈیلدرا نے حقیقی طور پر آسیب زدہ فرد کا سا خوفناک منظر دیکھا۔ سائیوا ماریہ کے بال میڈوسا کے سانپوں کی طرح سے خود بخود بل کھاتے گئے اور اس کے منہ سے سبز تھوک اور بت پرستوں کی زبان میں گالیوں کی بوچھاڑ سی شروع ہو گئی۔ ڈیلدرا نے اپنی صلیب لہرائی' اسے اس کے چہرے تک لے گیا اور خوف سے چلایا۔ "جہنمی مخلوق! تم جو کوئی بھی ہو بالاخر میں نے تمہیں پا ہی لیا ہے۔"

اس کے چلانے سے لڑکی کو اور شہ ملی جو اپنی پٹیوں کے بکسوؤں کو توڑنے ہی والی تھی۔ خوفزدہ داروغہ تیزی سے اندر آ گئی اور اسے قابو کرنے کی کوشش کی۔ مگر صرف مارٹینا ہی اپنے ماورائی طریقوں سے کامیاب رہی۔ ڈیلدرا بھاگ نکلا۔

اسقف الگ پریشان تھا کیونکہ ڈیلدرا شام کے کھانے کے وقت پڑھنے کے لئے نہ آیا تھا۔ ڈیلدرا اپنے آپ کو ایسی ذاتی فکروں میں الجھا ہوا محسوس کرتا تھا جہاں شیطان کے ہاتھوں خراب ہوتی ہوئی سائیوا ماریہ کے خوفناک تصور کے سوا اس دنیا یا اگلے جہان کی کسی چیز کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ اس نے کتب خانے میں پناہ لے لی مگر پڑھ بھی نہ سکا۔ اس نے ایمان کی پوری سچائی سے دعا کی بربط والا گیت گایا اور ایسے سلگتے ہوئے آنسو بہائے جنہوں نے اس کو اندر تک جھلسا دیا۔ اس نے سائیوا ماریہ کا

سفری بیگ کھولا اور ایک ایک کر کے سب چیزیں میز پر رکھ دیں۔ اس نے انھیں دیکھا اپنے جسم کی تحریصانہ خواہشات سے انھیں سونگھا' ان سے پیار کیا اور تب تک فحش انداز میں ان سے باتیں کرتا رہا جب تک اس میں برداشت کی مزید سکت نہ رہی۔ پھر اس نے اپنا سینہ ننگا کیا' میز کی دراز سے لوہے کا وہ کوڑا نکالا جسے اس نے کبھی چھونے کی ہمت نہ کی تھی اور اپنے آپ پر کچھ ایسی ناقابل تسکین نفرت سے کوڑے برسانے لگا جو یوں لگتا تھا کہ اسے تب سکون نہ لینے دے گی جب تک کہ وہ اپنے دل سے سائیوا ماریہ کی آخری نشانی بھی نکال نہ پھینکے گا۔ اسقف نے جو اس کا انتظار کر رہا تھا اسے خون اور آنسوؤں کی ایک دلدل میں درد کے مارے لوٹ پوٹ ہوتے ہوئے پایا۔

"فادر! وہ واقعی شیطان ہے۔" ڈیلورا نے کہا۔ "اور وہ بھی خوفناک ترین۔"

باب: 5

اسقف نے اپنے دفتر میں اس سے باز پرس کی اور اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ وہ کسی مذہبی رسم کی ادائیگی نہیں کر رہا بلکہ کرسئ عدالت پر بیٹھا ہے کسی رو رعائت کے بغیر اس کا واضح اقرار سنا۔ وہ واحد رعائت جو اس نے برتی اس کے گناہ کی اصل نوعیت کو صیغہ راز میں رکھنے کی تھی۔ پھر بھی کوئی وجہ بتلائے بغیر اس نے اسے اس کے مرتبے اور استحقاق سے محروم کر دیا اور اسے کوڑھیوں کی دیکھ بھال کرنے کے لئے ایمور ڈی ڈائیوس ہسپتال بھیج دیا۔ ڈیلدرا نے ان کے لئے پانچ بجے کی عشائے ربانی کی دعا کرانے کی اجازت مانگی اور اسقف نے اسے قبول بھی کر لیا۔ پھر وہ بھرپور اطمینان کے احساس کے ساتھ گھٹنوں کے بل جھک گیا اور انہوں نے اکٹھے ہی مقدس باپ کی دعا پڑھی۔ اسقف نے اسے دعا دی اور سیدھا کھڑا ہونے میں مدد دی۔

"خدا تم پر رحم فرمائے۔" اس نے کہا اور اسے اپنے دل سے نکال دیا۔

کیٹانو کی سزا شروع ہو جانے کے بعد بھی اس اسقفی کی نامور شخصیات نے اس کی سفارش کی مگر اسقف اپنی بات پر اڑا رہا۔ اس نے یہ مفروضہ بھی رد کر دیا کہ جھاڑ پھونک کرنے والے اکثر اسی آسیب کا شکار ہو جایا کرتے ہیں جنہیں وہ نکال باہر کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی آخری دلیل یہی تھی کہ ڈیلدرا مسیح کی غیر متزلزل طاقت کے ذریعے سے آسیب کا سامنا کرنے تک نہ رہا تھا بلکہ اس نے ان کے ساتھ دینی معاملات پر الجھنے کی گستاخی کی ہے۔ اسقف نے کہا کہ اسی وجہ سے اس کی روح شک میں مبتلا ہوئی اور اسے الحاد کے دھانے تک لے گئی۔ تاہم جو امر زیادہ حیران کن تھا وہ یہی تھا کہ اسقف اپنے محرم راز کے ساتھ ایک ایسی غلطی پر اس قدر سختی روا رکھ رہا تھا جو سبز مشعلوں کے کفارے سے زیادہ کی مستحق نہ تھی۔

مارٹینا نے بے مثل انداز میں سائیوا ماریہ کا ذمہ اٹھا لیا تھا۔ وہ معافی کی اپنی

درخواست کے رد کئے جانے پر غم سے نڈھال تھی مگر لڑکی کو تب تک اس کا احساس نہیں ہوا جب تک کہ ایک سہ پہر بالکونی پر کشیدہ کاری کے دوران اس نے نظریں اٹھائیں اور اسے آنسو بہاتے ہوئے پایا۔ مارٹینا نے اپنی مایوسی چھپانے کی کوشش نہیں کی۔ "میں اس جیل میں سسکتی ہوئی موت پر فوری موت کو ترجیح دوں گی۔"

اس نے کہا کہ اس کے لئے واحد امید یہی تھی کہ سائیوا ماریہ کا آسیب سے ناطہ ہے۔ وہ جاننا چاہتی تھی کہ وہ کون ہیں، کس شکل و صورت کے ہیں اور ان کے ساتھ کس طرح بات چیت کی جا سکتی ہے۔ لڑکی نے چھ نام گنوا دیئے اور مارٹینا نے ان میں سے ایک کو ایک افریقی آسیب کے طور پر پہچان لیا جس نے ایک موقع پر اس کے والدین کے گھر ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔ ایک نئی امید نے اسے جلا سی بخش دی۔

"میں اس سے بات کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے کہا۔ پھر اس نے پیغام بھی واضح کر دیا۔ "اپنی روح کے بدلے میں۔"

سائیوا ماریہ کو بھی اس فریب دہی میں مزا آنے لگا۔ "وہ بول نہیں سکتا۔" اس نے کہا۔ "محض اس کے چہرے کو دیکھنے سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے۔" انتہائی سنجیدگی سے اس نے وعدہ کیا کہ وہ اس کے اگلے ورود کے بارے میں اسے پہلے ہی سے بتا دے گی تاکہ وہ اس سے مل سکے۔

اپنی حد تک کیٹانو نے ہسپتال میں روا بدتر حالات کے سامنے ہتھیار ڈال سے دیئے تھے۔ جذامی جو قانون کی نظروں میں مر چکے تھے کھجور کے جھونپڑوں میں مٹی کے فرش پر سوتے تھے۔ ان میں سے بہت سے رینگنے سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ علاج صرف منگل کے روز کیا جاتا تھا جو ایک تھکا دینے والا دن ہوتا تھا۔ کیٹانو نے انتہائی معذور مریضوں کو تھان کی پنالی میں نہلانے کی پاکیزگی بھری قربانی اپنے ذمے لے لی۔ یہی کچھ وہ اپنے کفارے کے پہلے منگل کے دن کر رہا تھا کہ جب **ابرینتسیو** اس گھوڑے پر سوار ادھر آ نکلا جو اسے مارکوس نے تحفتاً" دیا تھا۔

"تمہاری آنکھ کا کیا حال ہے۔" اس نے پوچھا۔

کیٹانو نے اسے اپنی بدقسمتی کے بارے میں بات کرنے یا اپنی حالت پر اظہار افسوس کا موقع نہیں دیا۔ اس نے آنکھ دھونے والے پانی کے لئے اس کا شکریہ ادا کیا

جس نے اس کے آنکھ کے پردے سے گرہن کی شبیہہ مکمل طور پر مٹا دی تھی۔
"تمہیں میرا شکریہ ادا کرنے کی قطعاً" کوئی ضرورت محسوس نہیں کرنی چاہئے!"
ایبریتسیو نے کہا۔ "میں نے تمہیں وہ بہترین دوا دی تھی جو ہمارے پاس سورج کے اندھے پن کے لئے ہوتی ہے: بارش کا پانی۔"

اس نے اسے ملاقات کے لئے آنے کی دعوت دی۔ ڈیلدرا نے اسے بتلایا کہ وہ پیشگی اجازت کے بغیر ہسپتال سے نہیں نکل سکتا۔ **ایبریتسیو** نے اس بات کو کوئی اہمیت نہ دی۔ "اگر تمہیں ان ریاستوں میں موجود برائیوں کا علم ہے تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہاں قوانین پر تین دن سے زیادہ عمل نہیں کیا جاتا۔" اس نے کہا۔ اس نے اپنا کتب خانہ کیٹانو کے حوالے کرنے کی پیش کش کی تاکہ وہ اپنی سزا کے دوران مطالعہ جاری رکھ سکے۔ اس نے کسی قسم کی خوش فہمی کے بغیر مگر انتہائی دلچسپی سے یہ سب سنا۔

ایبریتسیو نے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے آخر میں کہا۔ "میں تمہیں یہ بتاتے ہوئے رخصت چاہوں گا کہ کوئی دیوتا بھی تمہاری جیسی قابلیت جذامیوں پر ضائع کرنے کے لئے نہیں بنا سکتا۔"

اگلے منگل وہ اس کو لاطینی زبان میں لیٹرز فلا سفیق کی کتاب تحفتاً" دے گیا۔ کیٹانو نے اس کے اوراق پلٹے، انہیں سونگھا اور اس کی قیمت کا اندازہ کرنے کی کوشش کی۔ جتنا وہ اس سے ملتا اتنا ہی **ایبریتسیو** کے بارے میں اس کا علم محدود ہوتا چلا جا رہا تھا۔

"میں جاننا چاہوں گا کہ تم مجھ پر اس قدر مہربان کیوں ہو۔" اس نے کہا۔
"کیونکہ ہم ملحد لوگ مذہبی پیشواؤں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔" **ایبریتسیو** نے کہا۔ "ہمارے مریض اپنے جسم تو ہمارے حوالے کر دیتے ہیں مگر اپنی روح نہیں اور شیطان کی طرح ہم بھی انہیں خدا کے مقابلے پر جیت لے جانا چاہتے ہیں۔"
"یہ سب تمہارے عقائد سے مطابقت نہیں رکھتا۔" کیٹانو نے کہا۔
"یہ تو میں تک نہیں جانتا کہ وہ ہیں کیا۔"
"کلیسا تو جانتا ہے۔" کیٹانو نے کہا۔

توقع کے برعکس ابیرنتسیو اس چبھتے ہوئے فقرے سے محظوظ ہوا۔ "کبھی گھر آنا۔ پھر ہم اس پر تفصیل سے بات کریں گے۔" اس نے کہا۔ "میں رات میں دو گھنٹے سے زیادہ نہیں سوتا اور وہ بھی مختصر وقفوں میں۔ سو کوئی سا وقت بھی مناسب رہے گا۔" اس نے گھوڑے کی ایڑ لگائی اور چل دیا۔

کیٹانو جلد ہی جان گیا کہ بلندی سے پستی کا سفر نامکمل قطعاً" نہیں ہوتا۔ وہ لوگ جو قبل ازیں اس کے اعلیٰ رتبے کی وجہ سے اس کے نزدیک ہونے کی کوشش کیا کرتے تھے اب اس طور دور بھاگتے تھے کہ جیسے اس کو جذام لاحق ہو۔ ادب و فن سے تعلق رکھنے والے اس کے دوسرے دوست بھی کلیسا کی مخالفت سے بچنے کے لئے پرے ہٹ گئے۔ لیکن اسے اس سے کوئی فرق نہ پڑتا تھا۔ اس کے دل میں سائیوا ماریہ کے سوائے کسی کے لئے جگہ نہ تھی اور ویسے بھی وہ دل تو اس کے لئے بھی ناکافی تھا۔ اسے یقین تھا کہ کوئی سمندر یا پہاڑ' آسمان یا زمین کا کوئی قانون یا اگلے جہان کی کوئی طاقت ان دونوں کو علیحدہ نہیں رکھ سکتی۔

ایک رات جرات مندانہ تحریک کی رو میں بہہ کر وہ خانقاہ میں داخل ہونے کے لئے کسی راستے کی تلاش میں ہسپتال سے نکل بھاگا۔ اس میں چار داخلی راستے تھے۔ چکردار بڑا دروازہ سمندر کی طرف اتنا ہی بڑا ایک اور دروازہ اور بوقت ضرورت استعمال ہونے والے دو چھوٹے دروازے۔ پہلے دونوں ناقابل عبور تھے۔ ساحل کی طرف سے کیٹانو کے لئے سائیوا ماریہ کے حجرے کی کھڑکی پہچاننا نسبتاً" آسان تھا۔ کیونکہ وہ واحد کھڑکی تھی کہ جس پر حفاظتی جنگلہ نہ تھا۔ گلی میں کھڑے ہو کر اس نے قدم جمانے کے لئے چھوٹا سا سوراخ ڈھونڈنے کی بے سود کوشش میں عمارت کا چپہ چپہ دیکھ ڈالا۔

وہ ہار ماننے ہی والا تھا کہ اسے سیسیشیو آڈیوا ئنس کے دوران خانقاہ کو رسد مہیا کرنے کے لئے استعمال ہونے والی سرنگ یاد آ گئی۔ بیرکوں اور خانقاہوں کے نیچے سرنگوں کی موجودگی اس زمانے میں عام سی بات تھی۔ شہر میں چھ سرنگوں کے بارے میں تو سبھی کو پتہ تھا اور گذرتے سالوں کے ساتھ کئی مزید سامنے آتی گئیں جن میں سے ہر ایک رومان پرور مہم جویانہ ناول لکھے جانے کے قابل تھی۔ ایک جذامی نے جو

کہ ایک گورکن تھا کیٹانو کو اس سرنگ کے بارے میں بتایا تھا جسے وہ ڈھونڈ رہا تھا: گندے پانی کے نکاس والی ایک فالتو سرنگ جو خانقاہ کو زمین تک ایک ایسے ملحقہ قطعے سے ملاتی تھی جہاں پر ایک صدی قبل اولیں کلاریسان راہباؤں کا مدفن واقع تھا۔ وہ سرنگ قید خانے کی عمارت کے ساتھ ہی کھلی اور اس کے ساتھ ہی ایک اونچی کھردری دیوار کھڑی تھی جو ناقابل عبور دکھائی دیتی تھی لیکن کیٹانو بہت سی ناکام کوششوں کے بعد بالکل ویسے ہی اس پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا جس طرح کہ اسے یقین تھا کہ وہ دعا کی طاقت سے ہر کام کر سکتا ہے۔

اوائل صبح کی وجہ سے عمارت پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ یہ جانتے ہوئے کہ محافظ کہیں اور سوتی ہے کیٹانو کو صرف مارٹینا لا بورڈے کی پریشانی لاحق تھی جو ایک نیم وا دروازے کے پیچھے خراٹے لیتی سو رہی تھی۔ تب تک وقتی پریشانیوں نے اسے گھیرے رکھا تھا۔ لیکن جب اس نے اپنے آپ کو کھلے لٹکتے قفل والے حجرے کے سامنے پایا تو اس کا دل مچل سا گیا۔ اس نے اپنی انگلی کی پوروں سے دروازے کو دھکیلا مگر جب قبضے چرچرائے تو سن سا ہو گیا۔ تبھی اس نے سائیوا ماریہ کو چراغ کی روشنی میں سوتی دیکھا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں مگر اسے جذامیوں کی دیکھ بھال کرنے والوں کے مخصوص ٹاٹ کے چغے میں اس کو پہچاننے میں کچھ دیر لگی۔ اس نے اسے اپنی انگلیوں کی رستی ہوئی پوریں دکھائیں۔

"میں دیوار پر چڑھا تھا۔" اس نے سرگوشی میں کہا۔

سائیوا ماریہ کا انداز نہیں بدلا۔

"کس لئے۔" اس نے پوچھا۔

"تمہیں ملنے کے لئے۔" اس نے کہا۔

اپنے ہاتھوں کی کپکپی اور آواز کی تھراہٹ سے پریشان حالت میں اسے نہیں سوجھ رہا تھا کہ کیا کہے۔

"چلے جاؤ۔" سائیوا ماریہ نے کہا۔

اس نے اس ڈر سے کہ اس کی آواز اس کا ساتھ نہ دے گی اپنا سر کئی دفعہ نفی میں ہلا دیا۔ "چلے جاؤ۔" اس نے پھر سے کہا۔ "نہیں تو میں چلانا شروع کر دوں گی۔"

تب تک وہ اس قدر نزدیک ہو چکا تھا کہ وہ اس کی ان چھوٹی سانسوں کو محسوس کر سکتا تھا۔ "چاہے یہ لوگ مجھے مار ہی کیوں نہ دیں میں نہیں جاؤں گا۔" اس نے کہا۔ تبھی اچانک اسے یوں محسوس ہوا کہ جیسے وہ خوف کی حدوں سے آگے جا چکا ہو۔ اس نے مضبوط آواز میں کہا۔ "سو اگر تمہیں چلانا ہے تو تم ایسا کر سکتی ہو۔"

اس نے اپنا ہونٹ چبا ڈالا۔ کیٹانو بستر پر بیٹھ گیا اور اسے اپنی سزا کے بارے میں سوائے اس کی وجوہ کے سب کچھ بتا ڈالا۔ وہ اس سے کہیں زیادہ جان گئی جتنا کہ وہ بتا سکتا تھا۔ اس نے بے خوفی سے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا کہ اس نے آنکھ پر پردہ کیوں نہیں پہنا ہوا۔

"مجھے اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔" اس نے حوصلہ پکڑتے ہوئے کہا۔ "اب جب میں آنکھیں بند کرتا ہوں تو میں سونے کے دریا جیسے بال دیکھتا ہوں۔"

وہ دو گھنٹے بعد خوش و خرم لوٹا کیونکہ سائیوا ماریہ نے اس شرط پر اس کے دوبارہ آنے پر رضامندی ظاہر کی تھی کہ وہ بازار سے اس کی پسندیدہ پیسٹریاں لے کر آئے گا۔ اگلی رات وہ اس قدر جلدی آ گیا کہ خانقاہ میں زندگی ابھی رواں دواں تھی اور اس نے بھی مارٹینا کے لئے کڑھائی کا ایک کام مکمل کرنے کے لئے دیا جلایا ہوا تھا۔ تیسری رات وہ دیا جلائے رکھنے کے لئے بتیاں اور تیل لیتا آیا۔ چوتھی رات کہ جب ہفتہ تھا اس نے کئی گھنٹے ان جوؤں کو مارنے میں اس کی مدد کرتے ہوئے گزار دیئے جو پھر سے حجرے میں بڑھتی جا رہی تھیں۔ جب اس کے بال صاف ستھرے اور ترتیب شدہ ہو گئے تو اس نے پھر سے ترغیب کا سرد پسینہ محسوس کیا۔ وہ تیز' ناہموار سانس لیتا ہوا اس کے پاس ہی لیٹ گیا جب کہ اس کی صاف شفاف آنکھیں اس کی اپنی آنکھوں سے محض بالشت بھر ہی دور تھیں۔ وہ دونوں پریشان سے ہو گئے۔ خوف کی حالت میں دعا پڑھتے ہوئے بھی اس نے نظریں نہیں جھکائیں۔ بالآخر اسی نے بولنے کی ہمت کی۔

"تمہاری عمر کیا ہے؟"

"مارچ میں میں چھتیس برس کا ہو گیا ہوں۔" اس نے کہا۔

اس نے اس کو جانچا۔

"تم ایک بوڑھے آدمی ہو۔" اس نے تمسخر آمیز لہجے میں کہا۔ پھر اس نے اس کے ماتھے کی لکیروں پر نظر ڈالی اور انتہائی بے رحمانہ انداز میں مزید کہا۔ "ایک جھریوں بھرا بوڑھا آدمی۔" اس نے یہ سب ہنس کر سہہ لیا۔ سائیوا ماریہ نے اس سے پوچھا کہ اس کے بالوں میں سفید لٹ کیونکر ہے۔

"یہ پیدائشی ہے۔" اس نے کہا۔

"نہیں یہ مصنوعی ہے۔" اس نے کہا۔

"نہیں قدرتی۔" اس نے کہا تو یہ میری ماں میں بھی تھی۔"

اس نے ابھی بھی اس کی آنکھوں میں جھانکنا موقوف نہیں کیا تھا اور اس کے بھی مناسل ہونے کے کوئی عزائم نہ تھے۔ اس نے گہری آہ بھری اور کہا "کیا خوبصورت خزانے ہیں۔ کاش میں انہیں نہ پاتا۔" اسے اس کی سمجھ نہیں آئی۔

"یہ میری پڑنانی کے دادا کا شعر ہے۔" اس نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "اس نے چرواہوں کے تین گیت' دو مرثیے' پانچ گیت اور چالیس سانیٹ لکھے۔ ان میں سے زیادہ تر انتہائی معمولی شکل و صورت کی ایک پرتگالی خاتون کے لئے لکھیں جو کبھی اس کی نہ ہو سکی: پہلے پہل تو اس لئے کہ وہ خود شادی شدہ تھا اور پھر اس لئے کہ اس نے ایک دوسرے آدمی سے شادی کر لی اور اس کے مرنے سے پہلے ہی خود مر گئی۔"

"کیا وہ بھی مذہبی پیشوا تھا؟"

"نہیں وہ ایک سپاہی تھا۔" اس نے کہا۔

سائیوا ماریہ کے دل میں کچھ نہ کچھ ہلچل ہوئی تھی کیونکہ وہ وہی شعر دوبارہ سے سننا چاہتی تھی۔ اس نے اسے دوہرا دیا اور پھر تب تک بھرپور نپی تلی آواز میں پڑھتا چلا گیا جب تک کہ اس نے ایک جنگ میں نوجوانی میں مارے جانے والے محبت اور جنگ کے سپاہی ڈان گارسیلا سوڈی لاویگا کی چالیس سانیٹ میں سے آخری تک بھی پڑھ نہ ڈالی۔

جب وہ خاموش ہوا تو اس نے سائیوا ماریہ کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے دل پر رکھ دیا۔ اس نے اس کی اندرونی تڑپ محسوس کر لی۔

"میں ہمیشہ اسی حالت میں رہتا ہوں۔" اس نے کہا۔
پھر اپنے آپ کو سوچنے کا موقع دیئے بغیر اس نے اپنے سر سے وہ تاریک پیچ اتار پھینکا جو اس کو جینے نہیں دے رہا تھا۔ اس نے تسلیم کیا کہ اس کا ہر لمحہ اسی کی یادوں سے بھرا رہتا ہے یہ کہ وہ جو کچھ بھی کھاتا یا پیتا ہے اس میں اسی کی مہک آتی ہے' یہ کہ وہ ہمیشہ سے اور ہر موقعے پر بالکل اسی طرح سے اس کی زندگی ہے جیسے کہ صرف خدا کا حق اور اختیار ہے اور یہ کہ اس کے دل کی آخری تمنا یہی ہے کہ اس کے ہمراہ موت کو گلے لگا لے۔ وہ اس کی طرف دیکھے بغیر اسی بہاؤ اور جذبے سے بولتا چلا گیا کہ جیسے سائیوا ماریہ سو رہی ہو۔ لیکن وہ جاگ رہی تھی اور اس کی آنکھیں اس پر ایک حیران ہرنی کی طرح سے جمی ہوئی تھیں۔ اس نے بمشکل پوچھنے کی ہمت کی۔

"اور اب۔"

"اب کچھ نہیں۔" اس نے کہا۔ "میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تم یہ سب جانتی ہو۔"

وہ مزید کچھ نہ کہہ سکا۔ خاموشی سے آنسو بہاتے ہوئے اس نے اپنا بازو اس کے سر کے نیچے تکیے کے طور پر رکھ دیا اور وہ اس کے نزدیک ہی دوہری سی ہو کر لیٹ گئی۔ وہ سوئے یا بات کئے بغیر تب تک اسی طرح لیٹے رہے کہ جب تک مرغوں نے بانگیں دینا شروع نہ کر دیں اور اسے پانچ بجے والی عشائے ربانی کی دعا کے وقت پر پہنچنے کے لئے تیزی دکھانی پڑی۔ اس کے روانہ ہونے سے پیشتر سائیوا ماریہ نے اسے اوددوا والا سیپ اور مرجان کے منکوں سے بنا ہوا اٹھارہ انچ لمبا خوبصورت ہار پہنا دیا۔

اس کے دل میں ہیجان کے بجائے ایک عجب آرزو نے ڈیرے ڈال لئے تھے۔ ڈیلدرا کو قطعاً سکون نہ آتا تھا۔ وہ بہت الجھے ہوئے انداز میں اپنے کام کرتا اور سائیوا ماریہ سے ملاقات کے لئے ہسپتال سے نکل بھاگنے کے پرلطف وقت تک ڈگمگاتا رہتا۔ وہ پھولی ہوئی سانس کے ساتھ لگاتار ہونے والی بارشوں میں بھیگا ہوا اس کے حجرے میں پہنچتا اور وہ بھی اس قدر بے چینی سے اس کا انتظار کرتی کہ اس کی مسکراہٹ دیکھ کر ہی اس کی جان میں جان آتی۔ ایک مرتبہ اس نے ان شعروں کے پڑھنے میں پہل کر دی جو اتنی مرتبہ سن سن کر اسے ازبر ہو گئے تھے۔ "جب میں ٹھہر

کر اپنی قسمت کے بارے میں سوچتا ہوں اور اس راستے پر نظر ڈالتا ہوں جس پر تم مجھے لے آئے ہو۔" اس نے پڑھا۔ پھر شرارت بھرے انداز میں پوچھا۔ "اس کے بعد کیا ہے۔"

"تو میں اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہوتا ہوں' کیونکہ میں نے بے سوچے سمجھے ایک ایسے شخص کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے ہیں جو میرے لئے بربادی اور اختتام ہے۔" اس نے کہا۔

اس نے اسی قدر نرمی سے وہ مصرعے پڑھے اور اسی طور وہ دونوں بیچ میں اشعار چھوڑتے ہوئے' اپنے حالات سے مطابقت پیدا کرنے کے لئے سانیٹ کو توڑتے مروڑتے ہوئے اور اساتذہ کی سی مہارت سے ان میں تحریف کرتے ہوئے کتاب کے آخیر تک پڑھتے چلے گئے۔ پھر وہ تھک کر سو گئے۔ پانچ بجے مرغوں کی بانگوں کے شور میں داروغہ ناشتہ لے آئی اور وہ ڈر کر جاگ گئے۔ دنیا ان کے لئے ٹھہر سی گئی۔ محافظہ نے کھانا میز پر رکھا' اپنی لالٹین سے معمول کی طرح ادھر ادھر نظر ڈالی اور بستر پر موجود کیٹانو کو دیکھے بنا ہی چلی گئی۔

"شیطان بہت بدمعاش ہے۔" جب وہ سانس لینے کے قابل ہوا تو اس نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "اس نے مجھے بھی غیر مرئی بنا دیا ہے۔"

محافظہ کو دن بھر کے دوران اپنے حجرے میں آنے سے روکنے کے لئے سائیوا ماریہ کو اپنی تمام تر چالاکی سے کام لینا پڑا۔ اس رات دیر گئے دن بھر کے شغل کے بعد وہ یوں محسوس کر رہے تھے کہ جیسے وہ ہمیشہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے رہے ہوں۔ کیٹانو نے کچھ تو ہنسی ہنسی میں اور کچھ جان بوجھ کر سائیوا ماریہ کی چولی کے تسمے کھولنے کی جرات کر ڈالی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سینے کو ڈھانپ لیا اور اس کی آنکھوں میں غصے کی جھلک اور ماتھے پر غصے کی سرخی عود آئی۔ کیٹانو نے کچھ اس طرح سے اس کے ہاتھوں کو اپنے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے پکڑا کہ جیسے ان میں آگ بھڑک رہی ہو اور انہیں اس کے سینے سے پرے ہٹا دیا۔ اس نے مزاحمت کرنے کی کوشش کی مگر اس نے کچھ ایسی طاقت دکھائی جو نرم مگر پرعزم تھی۔

"میرے ساتھ دوہراؤ۔" اس نے کہا۔ "میں بالآخر فتح مند ہو کر بھی تمہارے ہی

ہاتھوں میں آ گئی ہوں۔" اس نے دہرایا کہ "جہاں میں جانتی ہوں میری موت مضمر ہے۔" اس نے اس کی چولی کو اپنی سرد انگلیوں سے کھولتے ہوئے کہا۔ اس نے بھی تقریباً سرگوشی میں خوف سے کانپتی حالت میں مصرعے دہرا دیئے۔ "تاکہ میں خود سے جان سکوں کہ تلوار مضروب کے گوشت میں کس قدر گہری کاٹ دیتی ہے۔" تبھی پہلی مرتبہ اس نے اس کے چہرے کا بوسہ لیا۔ سائیوا ماریہ کا جسم بری طرح سے کانپا' آہستہ آہستہ سانس لئے اور اپنا آپ قسمت کے حوالے کر دیا۔ اس نے تقریباً ان چھوئے انداز میں اپنی انگلیوں کی پوریں اس کی جلد پر پھیریں اور پہلی مرتبہ اپنے آپ کو کسی دوسرے جسم کے اندر محسوس کرنے کا معجزہ محسوس کیا۔ ایک اندر کی آواز نے اسے بتایا کہ لاطینی اور یونانی زبانیں پڑھنے والی اپنی جاگتی راتوں اور ایمان کی سرشاری اور کنوار پن کے بنجر دنوں کے دوران وہ شیطان سے کس قدر دور تھا جبکہ وہ غلاموں کے جھونپڑوں میں بلا روک ٹوک محبت کی تمام تر شدتوں کے ساتھ رہتی رہی ہے۔ اس نے تاریکی میں ہاتھوں کے لمس کے سہارے اسے اپنی رہنمائی کرنے دی لیکن پھر عین آخری لمحے وہ تائب ہو گیا اور شدید اخلاقی مذلت کے احساس کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب سا گیا۔ وہ آنکھیں بند کر کے پشت کے بل لیٹ گیا۔ سائیوا ماریہ اس کی خاموشی اور موت کے سے ٹھہراؤ سے خوفزدہ ہو گئی اور اس نے اسے اپنی انگلی سے چھوا۔

"کیا ہوا۔" اس نے پوچھا۔

"مجھے مت چھیڑو۔" وہ بڑ بڑایا۔ "میں دعا کر رہا ہوں۔"

آئندہ دنوں میں وہ جب بھی اکٹھے ہوتے انہیں چند گھڑیوں سے زیادہ سکون میسر نہ ہوتا۔ وہ محبت کے لائے ہوئے دکھوں کے بارے میں بات کرتے نہ تھکتے۔ وہ بوس و کنار کرتے کرتے بے حال ہو جاتے' عشقیہ شعر پڑھتے ہوئے سلگتے ہوئے آنسو بہاتے' ایک دوسرے کے کانوں میں گنگناتے اور اپنی خواہشوں کے صحراؤں میں ایک دوسرے کے کنوار پن کو ختم کئے بغیر انتہاؤں تک بھٹکتے رہتے کیونکہ اس نے پختہ عزم کیا تھا کہ وہ اپنی قسم پر تقدیس حاصل کرنے تک قائم رہے گا اور وہ بھی اس کی حامی تھی۔ جذبات ٹھنڈے پڑنے پر وہ اپنی اپنی محبتوں کے شدید ثبوت پیش کیا کرتے۔ اس

کا کہنا تھا کہ وہ اس کے لئے کچھ بھی کر گزرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ بچپنے کی سی سنگدلی سے سائیوا ماریہ نے اسے کاکروچ کھانے کو کہا۔ اس سے پہلے کہ وہ اسے روک سکتی اس نے ایک کاکروچ پکڑا اور اسے زندہ نگل گیا۔ اس نے بھی بے معنی سا سوال کیا کہ آیا وہ اس کی خاطر اپنی چٹیا کاٹ سکتی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں لیکن ساتھ ہی "خدا جانے تفریحا" یا سنجیدگی کے عالم میں' اسے متنبہ کر دیا کہ اگر اس نے ایسا کر دیا تو اسے قسم کی شرط پوری کرنے کے لئے اس سے شادی کرنا ہو گی۔ وہ حجرے میں باورچی خانے میں استعمال ہونے والا چاقو لے آئی اور کہا۔ "ہم ایسا کر کے دیکھیں گے کہ کیا واقعی ایسا ہو گا بھی۔" وہ مڑ گئی تاکہ وہ انہیں جڑ سے کاٹ سکے۔ اس نے اسے اکسایا۔ "تم میں ہمت ہے تو کاٹ ڈالو۔" اس کی ہمت نہیں پڑی۔ کافی دنوں بعد اس نے پوچھا کہ آیا وہ اسے بکری کی طرح سے اپنا گلہ کاٹنے دے گا۔ اس نے ٹھوس انداز میں ہاں کہا۔ اس نے چاقو نکال لیا اور اسے آزمانے پر تل گئی۔ وہ خوف سے کپکپاتے ہوئے چونک سا گیا۔ "تم نہیں۔" اس نے کہا۔ "تم سے نہیں۔" ہنسی سے مغلوب ہو کر اس نے وجہ پوچھی۔ اس نے اسے سچ سچ بتا دیا۔ "کیونکہ تم واقعی ایسا کر گذرو گی۔"

اپنے جذبات کے پرسکون پانیوں میں انہوں نے روزمرہ لگاوٹ کی سی بے کیفی محسوس کرنا شروع کر دی۔ وہ اس لمحے کے انتظار میں کہ جب وہ گھر لوٹ کر آنے والے شوہر کے سے انداز میں آتا تھا حجرے کو صاف ستھرا رکھتی۔ کیٹانو نے اسے لکھنا پڑھنا سکھایا اور اس دن کے تصور میں کہ جب وہ آزاد ازدواجی زندگی گذاریں گے اسے شاعری اور روح القدس کے لئے عقیدت کے جذبات سے متعارف کروایا۔

27 اپریل کو علی الصبح حجرے سے کیٹانو کے جانے کے بعد سائیوا ماریہ سونے ہی والی تھی کہ جب کسی پیشگی اطلاع کے بغیر وہ لوگ جھاڑ پھونک کا عمل شروع کرنے آ پہنچے۔ یہ موت کی سزا پانے والے قیدی کے لئے روا ایک رسم تھی۔ وہ اسے گھسیٹتے ہوئے پنالی تک لے گئے' پانی کی بالٹیوں سے اسے نہلایا' اس کے گلے کے ہار نوچ ڈالے اور ملحدوں کو پہنایا جانے والا مخصوص تکلیف دہ پہناوا پہنا دیا۔ باغبان راہبہ نے چھانٹی والی قینچی کے چار وار کر کے اس کی گدی سے اس کے بال کاٹ ڈالے اور

انہیں صحن میں جلتی آگ میں ڈال دیا۔ حجام راہبہ نے کلاریسان راہباؤں کے سے مخصوص نصف انچ لمبے بال بنا ڈالے اور کٹے ہوئے بال آگ کی طرف اچھال دیئے۔ سائیوا ماریہ نے آگ کے سنہری شعلے دیکھے' لکڑی کا چٹخنا سنا اور جلتے ہوئے بالوں کی تلخ بو سونگھی مگر اپنے پتھریلے چہرے کا ایک بھی پٹھہ نہیں ہلایا۔ پھر انھوں نے اس کی مشکیں کسیں' اسے ماتمی لباس پہنایا اور دو غلام فوجی سٹریچر پر اسے گرجا گھر تک لے گئے۔

اسقف نے معزز اعزازی ارکان پر مشتمل پادریوں کی مجلس بلوائی تھی۔ انہوں نے اپنے میں سے چار کو سائیوا ماریہ کے معاملے میں اس کی مدد کے لئے چنا۔ اس تمام تر عمل کے آخری جواز کے طور پر اسقف نے اپنی انتہائی بری صحت پر قابو پا لیا تھا۔ اس نے دوسرے یادگار مواقع کے برعکس یہ رسم کیتھیڈرل کی بجائے سانتا کلارا کی خانقاہ کے گرجا گھر میں ادا کرنے کا حکم دیا اور جھاڑ پھونک کی رسم ادا کرنے کی ذمہ داری بھی خود پر لے لی۔

صدر راہبہ کی پیشوائی میں تمام تر کلاریسان راہبائیں علی الصبح سے صدر کلیسا میں موجود تھیں اور طلوع ہونے والے دن کے تقدس کے پیش نظر انھوں نے پیانو کی ہمراہی میں دعائے فجر پڑھی۔ اس کے بعد پادریوں کی کونسل کے اعلیٰ کلیسائی ارکان' تینوں برادریوں کے سربراہ اور کلیسا کے اہم ارکان داخل ہوئے۔ آخرالذکر عمائدین سلطنت کے علاوہ کوئی حکومتی اہلکار وہاں نہ تھے۔

سب سے آخر میں داخل ہونے والا اسقف تھا جسے چار غلاموں نے ایک تختے پر اٹھا رکھا تھا۔ اس کے گرد ناقابل علاج اذیت کا ہالہ موجود تھا۔ وہ اہم تدفین کے لئے استعمال ہونے والی سنگ مرمر کی تابوت گاہ کے ساتھ ہی اونچی قربان گاہ کے بالمقابل ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا جس کی وجہ سے اسے اپنے جسم کو حرکت دینا نسبتاً" سہل ہو گیا۔ چھ بجے غلام سائیوا ماریہ کو مشکیں کسی ہوئی حالت میں ارغوانی رنگ کے کپڑے میں لپیٹ کے سٹریچر پر ڈال کر لے آئے۔

عشائے ربانی کی رسم کے دوران گرمی ناقابل برداشت سی ہو گئی۔ پیانو کے دھیمے بھاری سر اس محرابی چھت میں گونج رہے تھے اور صدر کلیسا کی جالی کی اوٹ میں

موجود کلاریسان راہباؤں کی نرم آوازوں پر حاوی تھے۔ دونوں نیم برہنہ غلام جو سائیوا ماریہ کا سٹریچر وہاں لائے تھے اس کے ساتھ ہی چونکنے انداز میں کھڑے تھے۔ عشائے ربانی کی رسم کے اختتام پر انہوں نے اس پر سے چادر ہٹائی اور اسے سنگ مرمر کی تابوت گاہ پر کسی مردہ شہزادی کی طرح لٹا دیا گیا۔ اسقف کے غلاموں نے اس کی آرام کرسی اس کے نزدیک کر دی اور ان دونوں کو اونچی قربان گاہ کے سامنے کی وسیع جگہ پر تنہا چھوڑ دیا۔

اس کے بعد کے متوقع واقعات نے ناقابل برداشت کھچاؤ اور شدید خاموشی کو جنم دیا۔ یہ سب کسی غیر معمولی تحیر کے پیش رو محسوس ہوتے تھے۔ ایک خدمت گار نے آب مقدس کا تھال اسقف کی پہنچ میں رکھ دیا۔ اس نے زوفا کی ٹہنیوں کو اس طور پکڑا کہ جیسے وہ جنگی ہتھوڑا ہو' سائیوا ماریہ پر جھکا اور دعائیں پڑھتے ہوئے اس کے تمام جسم پر مقدس پانی چھڑک دیا۔ پھر اس نے آسیب بلانے کے لئے وہ دعا پڑھی جس نے اس گرجا گھر کی بنیادوں کو ہلا سا دیا۔

"تم جو کوئی بھی ہو۔" وہ چلایا۔ "میں تمہیں مرئی' غیر مرئی' موجود' غیر موجود یا آئندہ وجود میں آنے والی ہر شئے کے مالک مسیح کے نام پر حکم دیتا ہوں کہ بپتسمہ سے نجات شدہ اس جسم کو چھوڑ کر واپس اپنی تاریکیوں میں لوٹ جاؤ۔"

خوف سے پاگل حالت میں سائیوا ماریہ بھی چلانے لگی۔ اسقف نے اسے خاموش کرانے کے لئے اپنی آواز اونچی کی مگر وہ اس سے بھی اونچی آواز میں چلانے لگی۔ اسقف نے گہری سانس لی اور جھاڑ پھونک کا عمل جاری رکھنے کے لئے اپنا منہ کھولا مگر اس کے سینے میں ہوا پھنس سی گئی اور وہ اسے خارج نہ کر سکا۔ وہ تڑپتی مچھلی کی طرح سانس لینے کی کوشش کرتا ہوا منہ کے بل نیچے زمین پر گر پڑا اور تمام تر رسم شدید چیخ و پکار کے دوران اختتام کو پہنچ گئی۔

اس رات کیٹانو نے سائیوا ماریہ کو مشکلیں کسی حالت میں بخار سے کانپتے ہوئے پایا۔ اس کے کٹے ہوئے بالوں نے اس کے تن بدن میں آگ سی سلگا دی۔ "اے آسمان کے مالک!" وہ اس کے بندھن کھولتے ہوئے دبے دبے غصے میں بڑبڑایا۔ "تو اس جرم کی اجازت کیونکر دے سکتا ہے؟" جیسے ہی وہ آزاد ہوئی وہ اس کے گلے سے

لپٹ گئی اور رونے لگی۔ اس نے بھی اسے اپنے جذبات کا اظہار کرنے دیا۔ پھر اس نے اس کا چہرہ اٹھایا اور کہا "آنسو مت بہاؤ۔" پھر گارسیلا سو کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے کہا۔ "وہ آنسو جو میں نے تمہارے لئے بہائے' وہی کافی ہیں۔"

سائیوا ماریہ نے گرجا گھر کا اپنا خوفناک تجربہ بیان کیا۔ اس نے اسے بہرہ کر دینے والی حربی آواز میں گاتے کلیسائی طائفے' اسقف کی دیوانہ وار پکار' اس کی جلتی ہوئی سانسوں اور شفقت سے سلگتی خوبصورت سبز آنکھوں کے بارے میں بتایا۔

"وہ شیطان کی طرح کا دکھائی دے رہا تھا۔" اس نے کہا۔

کیٹانو نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی۔ اس نے اسے یقین دلایا کہ اپنی عظیم الجثہ فربہی دھونکنی جیسی آواز اور جنگی طور طریقوں کے باوجود اسقف ایک اچھا اور ذہین آدمی ہے۔ سائیوا ماریہ کا خوف بلاوجہ نہ تھا مگر وہ خطرے میں بھی نہ تھی۔

"میں مرنا چاہتی ہوں۔" اس نے کہا۔

"تم بھی میری طرح غضب ناک اور شکست خوردہ سی محسوس کرتی ہو' کیونکہ میں بھی تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔" اس نے کہا۔ "مگر خدا یوم جزا ہمیں اس کے اجر سے نوازے گا۔"

اس نے اوددوا کا وہی ہار اپنے گلے سے اتارا جو سائیوا ماریہ نے اسے دیا تھا اور دوسرے سب ہاروں کی جگہ پر صرف وہی اس کے گلے میں ڈال دیا۔ وہ ساتھ ساتھ بستر پر لیٹ گئے اور اپنی اپنی دلی کیفیات بیان کرنے لگے۔ تمام دنیا پر خاموشی چھاتی چلی گئی حتیٰ کہ واحد آوازیں اس محرابی چھت میں دیمک کے کترنے کی تھیں۔ اس کا بخار اتر گیا۔ کیٹانو تاریکی میں ہی بولا۔ "عہد نامہ جدید میں ایک ایسے دن کی پیش گوئی کی گئی ہے کہ جو طلوع نہ ہو سکے گا۔" اس نے کہا۔ "اے خدایا! کاش وہ دن آنے والا دن ہی ہو۔"

کیٹانو کے جانے کے بعد سائیوا ماریہ کو سوئے ہوئے گھنٹہ بھر ہی ہوا ہو گا جب ایک نئی طرح کے شور نے اسے جگا دیا۔ صدر راہبہ کی ہمراہی میں اس کے سامنے کھاری ہوا سے متاثرہ گہرے رنگ کی جلد' بکھرے گھنے بالوں' گھنی بھنوؤں' کھردرے ہاتھوں اور اعتماد بخش آنکھوں والا عظیم الجثہ مذہبی پیشوا کھڑا تھا۔ سائیوا ماریہ ابھی

غنودگی کے عالم میں ہی تھی جب اس نے یوروپی زبان میں کہا۔ "میں تمہارے ہار لایا ہوں۔"

اس نے انہیں اسی حالت میں اپنی جیب سے نکالا جس حالت میں اس خانقاہ کی منتظمہ نے انہیں اس کے مطالبے پر اس کے حوالے کیا تھا۔ انہیں سائیوا ماریہ کے گلے میں ڈالتے ہوئے اس نے افریقی زبانوں میں ہر ایک کا نام اور کام بھی بیان کیا۔ "شانگو کا محبت اور نفرت والا سرخ و سپید ہار' ایلیگئوا کا زندگی اور موت کا مظہر سرخ اور سیاہ ہار اور یمایا کے سات گہرے نیلے اور زردی مائل نیلے رنگ کے منکے۔" وہ انتہائی زیرکی سے یوروپی سے کنگولی اور پھر مینڈنگو زبانوں کا استعمال کرتا رہا اور اس نے بھی انتہائی عمدگی اور روانی سے اس کی پیروی کی۔ آخر میں محض صدر راہبہ کے خیال سے وہ کاسٹیلیائی زبان میں بولا جسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ سائیوا ماریہ اس قدر شائستگی کی حامل بھی ہو سکتی ہے۔

وہ سیوائل میں کلیسا کا سابقہ مستغیث اور غلاموں کے علاقے میں کلیسائی حلقے کا حالیہ پیشوا' فادر تھامس ڈی اکینو ڈی ناروئیز تھا جسے اسقف نے اپنی خرابی صحت کے پیش نظر جھاڑ پھونک کی رسم کے لئے اپنی جگہ نامزد کیا تھا۔ اس کی پر تشدد تندہی کا سابقہ احوال کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں چھوڑتا تھا۔ اس نے گیارہ یہودی،اور مسلمان ملحدوں کو بلی پر چڑھایا تھا۔ تاہم اس کی شہرت کی بنیاد اول و آخر ان بے شمار نفوس پر قائم تھی جنہیں اس نے اندلس میں انتہائی عیار قسم کے آسیبوں سے نجات دلائی تھی۔ وہ عمدہ عادات و اطوار اور جزائر کینری کے عمدہ لہجے کا حامل تھا۔ وہ یہیں پیدا ہوا تھا اور ایک شاہی عرضی نویس کا بیٹا تھا۔ جس نے اپنی مخلوط النسل خادمہ سے شادی کر لی تھی۔ سفید فاموں کی چار نسلوں تک اپنے حسب نسب کا خالص پن ثابت کر چکنے کے بعد اس نے اپنی نو آموزی کا عرصہ مقامی مذہبی درسگاہ میں ہی گزارا تھا۔ اس کی بیش قدر کامیابیوں کی وجہ سے اسے سیوائل میں ڈاکٹریٹ کا اعزاز دیا گیا اور پچاس برس کی عمر تک اس نے وہیں تبلیغ کی۔ اپنی آبائی سرزمین واپسی پر اس نے انتہائی معمولی کلیسائی حلقہ دیئے جانے کی درخواست کی' افریقی مذاہب اور زبانوں کا شیدائی ہو گیا اور غلاموں کے درمیان ایک غلام کی طرح سے رہنے لگا۔ کوئی اور

سائیوا ماریہ سے بات چیت کرنے اور اس کے آسیبوں کا سامنا کرنے کے لئے اس سے قابل نہ تھا۔

سائیوا ماریہ نے اسے فوراً ہی اپنے نجات دہندہ کے طور پر پہچان لیا اور وہ غلطی پر بھی نہ تھی۔ اس کی موجودگی میں ہی اس نے acto میں دی گئی دلیلوں کو ایک ایک کر کے لیا اور صدر راہبہ کے سامنے ثابت کر دیا کہ وہ حمتی نہیں ہیں۔ اس نے اسے بتایا کہ امریکہ کے آسیب بھی یورپ کی طرح کے ہی ہیں مگر انہیں بلانا اور قابو کرنا نسبتاً" مختلف ہے۔ اس نے آسیب زدگی کے چار بنیادی اصول بیان کئے اور اسے یہ سمجھنے میں مدد دی کہ آسیب کے لئے یہ کس قدر آسان ہے کہ وہ ان کو اس طور استعمال کرے کہ حقیقت کے بالکل برعکس خیال کیا جائے۔ اس نے سائیوا ماریہ سے اس کی گال پر شفقت آمیز چٹکی لیتے ہوئے اجازت چاہی۔

"سکون سے سوؤ۔" اس نے کہا۔ "میں نے اس سے بھی بدتر دشمنوں کا سامنا کیا ہوا ہے۔"

صدر راہبہ بھی اس قدر اچھے طرز عمل کا مظاہرہ کر رہی تھی کہ اس نے اسے انتہائی محدود لوگوں کے لئے مخصوص سونف والے بسکٹوں اور بے مثل مٹھائی کے ہمراہ کلاریسان راہباؤں کی معروف خوشبودار چاکلیٹ کا ایک کپ پینے کی پیش کش کی۔ جب وہ اس کی ذاتی طعام گاہ میں کھا پی رہے تھے تو اس نے آئندہ اٹھائے جانے والے اقدامات کے بارے میں ہدایات جاری کیں۔ صدر راہبہ نے بخوشی ان پر عمل کرنے کی حامی بھر لی۔

"مجھے اس امر میں قطعاً" کوئی دلچسپی نہیں کہ آیا اس بیچاری کے معاملات درست ہوتے ہیں یا نہیں۔" اس نے کہا۔ "میں تو خدا سے صرف یہی دعا کرتی ہوں کہ وہ اس خانقاہ سے جلد از جلد دور ہو جائے۔"

پیشوا نے وعدہ کیا کہ اگر خدا نے چاہا تو وہ اپنی بھرپور کوشش کرے گا کہ یہ تمام تر معاملات چند دنوں یا گھنٹوں میں طے پا جائیں۔ جب انہوں نے مہمان خانے میں ایک دوسرے سے رخصت لی تو وہ دونوں بہت مطمئن تھے اور ان میں سے کوئی بھی یہ نہ سوچ سکتا تھا کہ وہ دوبارہ کبھی ایک دوسرے کو نہ دیکھ پائیں گے۔

لیکن ہوا کچھ یونہی۔ فادر اکینو جیسا کہ اس کے کلیسائی حلقے والے اسے کہتے تھے، پیدل ہی اپنے چرچ کی طرف چل پڑا کیونکہ کچھ عرصہ سے اس نے بہت کم عبادت کی تھی کیونکہ وہ اس کی بجائے ہر روز اپنی پرانی یادوں کو تازہ کرتا رہا تھا۔ چھابڑی فروشوں کی آوازوں کے زیر اثر جو ہر وہ چیز بیچ رہے تھے جس کا تصور کیا جا سکتا ہے وہ بازار میں تھوڑی دیر ٹھہر سا گیا اور گودی کی دلدل عبور کرنے سے قبل سورج کے غروب ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اس نے سستی سی پیسٹری اور اپنی دائمی امید کے سہارے لاٹری کا جزوی ٹکٹ خریدا تاکہ وہ اپنے بدحال گرجا گھر کو سنوار سکے۔ اس نے ان سیاہ فام بڑی بوڑھیوں کے ساتھ باتوں میں آدھ گھنٹہ صرف کیا جو پٹ سن کی چٹائیوں پر سجے ہاتھ سے بنے معمولی آویزوں کے پاس عظیم الجثہ بتوں کی طرح سے زمین پر بیٹھی تھیں۔ تقریباً پانچ بجے جب اس نے جیسمنی کا اٹھاؤ پل عبور کیا تو تبھی ایک بڑے سے بدنما کتے کی لاش بھی وہاں لٹکا دی گئی تاکہ ہر کوئی جان جائے کہ یہ باؤلا ہو کر مرا ہے۔ ہوا میں گلاب کی خوشبو بسی تھی اور آسمان انتہائی صاف شفاف دکھائی دے رہا تھا۔

نمکین دلدل کے عین کنارے پر واقع غلاموں کا علاقہ انتہائی بدحالی کا شکار تھا۔ لوگ کھجور کے پتوں کی چھت والے گارے سے بنے جھونپڑوں میں ٹرکی شکروں اور سؤروں کے ساتھ رہتے تھے اور بچے گلیوں کے جوہڑوں سے پانی پیتے تھے۔ لیکن اپنے بھرپور رنگوں اور گونجتی آوازوں کی وجہ سے یہ زندگی سے بھرپور علاقہ دکھائی دیتا تھا خاص طور پر جھٹپٹے کے وقت کہ جب وہاں کے باسی ٹھنڈی ہوا سے حظ اٹھانے کے لئے گلی کے عین درمیان میں کرسیاں بچھا لیتے۔ مذہبی پیشوا نے پیسٹریاں اس علاقے کے بچوں میں تقسیم کر دیں تاہم ان میں سے تین شام کے کھانے کے لئے بچا رکھیں۔

گرجا گارے اور کانوں سے بنا ہوا کھجور کی چھت والا ایک جھونپڑا تھا جس کی تکونی اونچائی پر لکڑی کی صلیب نصب تھی۔ اس میں لکڑی کے کھردرے تختے والے بنچ، ایک تنہا بزرگ کی حامل قربان گاہ اور لکڑی کا ایک منبر تھا جہاں کھڑا ہو کر فادر اکینو ہر اتوار کو افریقی زبانوں میں تقریر کرتا تھا۔ کلیسائی گھر قربان گاہ کی پچھلی طرف

واقع ایک ملحق حصہ تھا کہ جہاں وہ پادری انتہائی عسرت زدہ حالت میں ایک کمرے میں رہتا تھا جہاں ایک چارپائی اور بدنما کرسی پڑی رہتی تھی۔ اس کے پیچھے ایک چھوٹا سا پتھریلا صحن، انگور کے برباد شدہ گچھوں والا ایک کنج اور کانٹے دار جھاڑیوں کی ایک باڑھ تھی جو صحن کو دلدل سے جدا کرتی تھی۔ پینے کا پانی صحن کے ایک کونے میں موجود سیمنٹ کے حوض میں تھا۔

ایک بوڑھا کلیسائی نگہبان اور ایک چودہ سالہ یتیم بچی جنہوں نے عیسائیت قبول کر لی تھی گرجا گھر اور اس کے گھر میں اس کا ہاتھ بٹاتے تھے لیکن تسبیحات کے بعد ان کی بھری ضرورت نہ رہتی تھی۔ دروازہ بند کرنے سے پہلے پادری نے پانی کے ایک گلاس کے ہمراہ تینوں پیسٹریاں کھائیں اور پھر کاسٹیلیائی زبان میں اپنے روایتی انداز میں اس نے گلی میں بیٹھے ہمسائیوں سے اجازت چاہی۔ "خدا تم سب کی رات خیر سے بتائے۔"

صبح چار بجے کلیسا کے نگہبان نے جو چرچ سے تھوڑی ہی دور رہتا تھا عشائے ربانی کی رسم کے لئے گھنٹی بجانا شروع کی۔ پانچ بجے سے پہلے یہ سوچ کر کہ پادری کو دیر ہو چکی ہے اس نے اس کے کمرے میں جھانکا۔ وہ وہاں یا اپنے صحن میں کہیں بھی نہ تھا۔ اس نے چرچ کے آس پاس دیکھنا شروع کر دیا کیونکہ بعض اوقات پادری ہمسائیوں سے باتیں کرنے کے لئے علی الصبح نزدیکی گھروں تک چلا جایا کرتا تھا۔ اس نے ان چند کلیسائی باسیوں کو جو وہاں آ گئے تھے بتایا کہ اس دن عشائے ربانی کی رسم ادا نہ ہو پائے گی کیونکہ پادری کی کوئی خبر نہ تھی۔ آٹھ بجے کہ جب سورج تپ رہا تھا خادمہ پانی لینے حوض تک گئی اور فادر اکینو کو وہی **جانگیہ** پہنے جو وہ سوتے میں پہنتا تھا پانی میں کمر کے بل تیرتے پایا۔ یہ ایک افسوس ناک سوگوار اور کبھی حل نہ ہو پانے والے اسرار کی حامل موت تھی جسے صدر راہبہ نے اپنی خانقاہ کے لئے شیطانی مخاصمت کے واضح ثبوت کے طور پر لیا۔

یہ خبر سائیوا ماریہ تک نہ پہنچی جو معصومانہ امید کے ساتھ فادر اکینو کا انتظار کرتی رہی۔ وہ کیٹانو کو سمجھا تو نہ سکی کہ وہ کون ہے لیکن اس نے ہاروں کی واپسی اور اپنے آپ کو بچانے کے اس کے وعدے پر اپنے تشکر کا اظہار ضرور کر دیا۔ تب تک

ان دونوں کو یہی لگتا تھا کہ ان کی خوشی کے لئے محبت ہی کافی ہے۔ فادر اکینو کے معاملے میں اپنی امیدوں کے ٹوٹنے پر سائیوا ماریہ نے محسوس کیا کہ ان کی آزادی خود ان پر منحصر ہے۔ ایک مرتبہ طویل بوسوں کے بعد اس نے رات گئے ڈیلدرا سے التجا کی کہ وہ نہ جائے۔ اس کا خیال نہ تھا کہ وہ سنجیدہ ہے۔ سو اس نے ایک اور بوسہ لیتے ہوئے خدا حافظ کہا۔ وہ اچھل کر بستر سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے بازو دروازے میں پھیلا دیئے۔

"یا تو تم رک جاؤ نہیں تو میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گی۔"

ایک مرتبہ اس نے کیٹانو سے کہا تھا کہ وہ وہاں سے بارہ کوس دور بھگوڑے غلاموں کی ایک آبادی سان باسیلیو ڈی پالینق میں اس کے ساتھ پناہ لے لے گی جہاں اسے یقین تھا کہ اس کا ملکہ کی طرح سے استقبال کیا جائے گا۔ کیٹانو کو مستقبل کے لئے یہ ایک اچھا خیال لگا لیکن اس نے اسے اپنے فرار سے نہیں جوڑا۔ اس کے بجائے اسے قانونی ذرائع پر اعتماد تھا کہ مارکوس اس بات کے ناقابل تردید ثبوت کے ساتھ کہ وہ آسیب زدہ نہیں ہے اپنی بیٹی واپس پا لے گا اور وہ خود اسقف سے معافی اور کسی ایسی نئی آبادی میں جا بسنے کی اجازت حاصل کر لے گا کہ جہاں ایک پادری اور راہبہ کی شادی اس قدر عام بات ہو کہ کوئی اس کا اثر نہ لے۔ پس جب سائیوا ماریہ نے وہاں رکنے یا اسے اپنے ساتھ لے جانے میں سے کسی ایک کام کے کرنے پر اسے مجبور کیا تو اس نے ایک مرتبہ پھر اس کو سمجھانے کی کوشش کی۔ وہ اس کے گلے سے چمٹ گئی اور چلانے کی دھمکی دی۔ دن چڑھنے والا تھا۔ خوفزدہ ڈیلدرا ایک جھٹکے سے اپنا آپ چھڑانے میں کامیاب ہو گیا اور وہ عین اس وقت نکل بھاگا کہ جب وہ دعائے فجر گانے ہی والی تھیں۔

سائیوا ماریہ کا ردعمل خوفناک تھا۔ اس نے معمولی سی بات پر داروغہ کا چہرہ چھیل ڈالا، سلاخ کے ذریعے دروازہ مقفل کر لیا اور خود سمیت حجرے کو آگ لگا دینے کی دھمکی دی اگر انہوں نے اسے جانے نہ دیا۔ داروغہ اپنے خون آلود چہرے کی وجہ سے غصے میں چلائی۔ "ہمت کرو۔ شیطانی درندے۔"

سائیوا ماریہ نے جواباً" چراغ سے گدے کو آگ لگا دی۔ مارٹینا اور اس کے

سکون آور طور طریقوں نے حادثہ ہونے سے بچا لیا۔ تاہم داروغہ نے اپنے روزنامچے میں یہ درخواست کی کہ لڑکی کو حجروں والی عمارت میں سے کسی نسبتاً" محفوظ حجرے میں منتقل کر دیا جائے۔

سائیوا ماریہ کے بے صبرے پن نے فرار کے علاوہ کسی فوری حل کے لئے کیٹانو کی خواہش کو بڑھا دیا۔ اس نے دو مرتبہ مارکوس سے ملنے کی کوشش کی اور دونوں دفعہ ماسٹیف اس میں مانع ہوئے جو کسی مالک کی غیر موجودگی میں اپنے پنجروں سے باہر آزاد پھر رہے تھے۔ حقیقت تو یہ تھی کہ مارکوس پھر کبھی وہاں نہ رہ سکا۔ اپنے دائمی خوف کے زیر اثر اسنے ڈلسے اولیویا کی ذات میں پناہ حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے اسے قبول نہ کیا۔ تنہائی کے اپنے غم کے آغاز ہی سے اس نے اپنے بس میں ہر طریقے سے اس سے ملنے کی کوشش کر دیکھی تھی مگر چھوٹے چھوٹے کاغذی پرندوں پر تحریر شدہ استہزائیہ ردعمل کے سوا کچھ نہ پایا۔ پھر اچانک ہی بغیر کسی اطلاع کے وہ بلائے بغیر ہی آ گئی۔ اس نے باورچی خانے میں جھاڑو دے کر اسے صاف ستھرا کر ڈالا تھا جو کہ عدم استعمال کے ہاتھوں برے حال کو پہنچا ہوا تھا۔ چولہے کی آگ پر ایک برتن میں کچھ ابل رہا تھا۔ وہ ریشمی جھالر دار لباس پہنے ہوئے اتوار کے دن کے لئے تیار ہو کر آئی تھی۔ اور جدید ترین سامان آرائش و زیبائش سے سجی ہوئی تھی۔ اس کے پاگل پن کی واحد نشانی چوڑے سرے والا ہیٹ تھا جس کے ساتھ کپڑے کی مچھلیاں اور پرندے لٹک رہے تھے۔ "میں تمہارے آنے پر مشکور ہوں۔" مارکوس نے کہا۔ "میں بہت تنہا محسوس کر رہا تھا۔" پھر اس نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔ "میں نے سائیوا ماریہ کو کھو دیا۔"

"یہ تمہاری ہی غلطی کی وجہ سے ہوا۔" اس نے چھوٹتے ہوئے کہا۔ "تم نے اسے کھونے کی ہر ممکن کوشش کی۔"

شام کے کھانے میں انہوں نے مقامی طریق پر پکا ہوا دم پخت سالن، تین طرح کا گوشت اور بہترین سبزیاں کھائیں۔ ڈلسے اولیویا نے کچھ اس طور کھانا پیش کیا گویا کہ وہ اس گھر کی مالکن ہو۔ اس کے انداز بھی اس کے لباس کے عین مطابق تھے۔ خوفناک کتے ہانپتے اور اس کی ٹانگوں سے لپٹتے ہوئے ہر جگہ اس کے پیچھے پیچھے پھر

رہے تھے اور وہ بھی انہیں ایک دلہن کی سی سرگوشیوں سے رجھا رہی تھی۔ وہ مارکوس کے سامنے میز کے دوسری طرف عین اسی طرح سے بیٹھ گئی کہ جس طور وہ بیٹھے ہوتے اگر وہ نوجوان ہوتے اور محبت سے نہ ڈرتے ہوتے۔ انہوں نے پسینے میں شرابور حالت میں ایک بوڑھے شادی شدہ جوڑے کی سی عدم دلچسپی سے سوپ پیا اور ایک دوسرے کی طرف دیکھے بغیر خاموشی سے کھانا کھایا۔ پہلے دور کے بعد ڈلسے اولیویا نے رک کر آہ سی بھری اور اسے اپنی عمر کا احساس سا ہو گیا۔

"ہم اسی طرح سے رہ بھی سکتے تھے۔" اس نے کہا۔

مارکوس پر بھی اس کی دلیری اثر دکھا گئی۔ اس نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ فربہ اور بوڑھی تھی، دو دانت ٹوٹ چکے تھے اور اس کی آنکھیں بجھی بجھی سی تھیں۔ شاید واقعی وہ اسی طور رہ رہے ہوتے اگر اس میں اپنے باپ کی مخالفت کرنے کی ہمت ہوتی۔

"جب تم اس طرح سے ہوتی ہو تو بالکل ٹھیک ذہنی حالت میں لگتی ہو۔" اس نے کہا۔

"میں ہمیشہ سے ایسی ہی ہوں۔" اس نے کہا۔ "تمہی نے میری حقیقت کو نہیں جانا۔"

"میں نے تمہیں تب ایک ہجوم میں سے چنا تھا جب تم نوجوان اور خوبصورت تھیں۔ تب بہترین کا انتخاب مشکل تھا۔" اس نے کہا۔

"میں نے اپنے لئے تمہارا انتخاب خود سے کیا۔" اس نے کہا۔ "نہ کہ تم نے۔ تم ہمیشہ سے ویسے ہی ہو جیسے کہ اب: ایک قابل رحم شیطان۔"

"تم میرے ہی گھر میں میری توہین کر رہی ہو۔" اس نے کہا۔

متوقع جھگڑے نے ڈلسے اولیویا کو جوش سا دلا دیا۔ "یہ میرا بھی اتنا ہی ہے جتنا کہ تمہارا۔" اس نے کہا۔ "جس طرح سے کہ لڑکی میری ہے اگرچہ ایک کتیا نے اسے جنم دیا۔" پھر اسے جواب دینے کا موقع دیئے بغیر اس نے کہا۔ "اور سب سے برے وہ ہاتھ ہیں جن کے حوالے تم نے اسے اب کر چھوڑا ہے۔"

"وہ خدا کے ہاتھوں میں ہے۔" اس نے کہا۔

ڈلسے اولیویا غصے سے چلائی۔

''وہ اسقف کے بیٹے کے ہاتھوں میں ہے جس نے اسے اپنی حاملہ رکھیل بنا دیا ہے۔''

''اگر تم اپنی زبان پر کاٹ لو تو خود بھی زہر کے ہاتھوں مر جاؤ گی۔'' مارکوس نے بھڑک کر کہا۔

''ساگنتا بڑھا چڑھا کر بات ضرور کرتی ہے مگر وہ جھوٹ نہیں بولتی۔'' ڈلسے اولیویا نے کہا۔ ''اور میری توہین کرنے کی کوشش مت کرو کیونکہ میں ہی وہ واحد ہستی ہوں جو تمہاری موت پر تمہارا منہ صاف کرنے کے لئے بچی ہے۔''

یہ آخری بات ثابت ہوئی۔ اس کے آنسو اس کی پلیٹ میں یخنی کے قطروں کی طرح سے ٹپکنے لگے۔ کتے سوئے ہوئے تھے مگر جھگڑے کے پیدا شدہ تناؤ نے انہیں جگا دیا۔ انہوں نے اپنے سر اٹھائے اور اپنے گلے میں ہی غرائے۔ مارکوس کو یوں لگا کہ جیسے اس کے پاس کہنے کو مزید کچھ نہ ہو۔

''دیکھا۔'' اس نے غصے سے کہا۔ ''ہم کچھ اسی طرح سے اکٹھے ہوتے۔''

وہ اپنا کھانا ختم کئے بغیر ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے میز صاف کی اور شدید غصے کی حالت میں پلیٹیں اور کڑاہی دھوئی اور ہر ایک کو دھونے کے بعد چلمچی کے سرے پر مار کر توڑتی گئی۔ اس نے اسے تب تک رونے دیا جب تک کہ اس نے اولوں کی ایک بوچھاڑ کی طرح سے برتنوں کے ٹکڑے کوڑے دان میں اچھال نہیں دیئے۔ پھر وہ خدا حافظ کہے بغیر ہی چلی گئی۔ نہ تو مارکوس اور نہ ہی کسی اور کو کبھی پتہ چلا کہ کب ڈلسے اولیویا اپنے آپ کو بھول سی گئی اور اس گھر میں راتوں کو نظر آنے والی ایک شبیہہ سی بن کر رہ گئی۔

اس خیال نے کہ ڈیلدرا اسقف کا بیٹا ہے اس پرانی افواہ کی جگہ لے لی تھی کہ وہ دونوں سالامنکا کے وقتوں سے ایک دوسرے کے عشق میں مبتلا ہیں۔ ڈلسے اولیویا کا خیال کہ جس کی سانگتا نے تصدیق بھی کی اور مسخ بھی کیا یہی تھا کہ سائیوا ماریہ جسے خانقاہ میں کیٹانو ڈیلدرا کی شیطانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے عزلت گزیں کیا گیا تھا' کے حمل میں دو سروں والا بچہ ہے۔ ساگنتا کا کہنا تھا کہ ان کے اس ہوس پرستانہ

عمل نے کلاریسان راہباؤں کی پوری برادری کو ناپاک کر دیا ہے۔

مارکوس پھر کبھی نہ سنبھل پایا۔ اپنے ماضی کی دلدلوں کو کھنگالتے ہوئے اس نے اپنے خوف کے مقابلے کے لئے پناہ گاہ ڈھونڈنے کی کوشش کی اور اپنی تنہائی کے زیر اثر برنارڈا کا ایک انتہائی قابل احترام سا خیال اس کے ذہن میں جاگزیں ہو گیا۔ اس نے اس کی ان باتوں کو یاد کر کے کہ جن سے اسے سخت نفرت تھی اس خیال کو ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کی :- اس کی متعفن ریح' بدمزاجی کے مظہر جملے' کسی مرغ کے پنجوں کی طرح تیز اس کے انگوٹھوں کے گوکھڑو' الغرض سبھی کچھ مگر جتنا وہ اس کی بری باتیں یاد کرنے کی کوشش کرتا اتنا ہی اس کی یادیں اس کے لئے بے مثل ہوتی گئیں۔ بیتی یادوں کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہوئے اس نے ماہیٹس کے گنے کے کھیتوں پر پیغام بھیجے کیونکہ اس کا خیال تھا کہ گھر سے وہ وہیں گئی ہو گی۔ اور وہ واقعی وہیں تھی۔ اس نے پیغام بھیجا کہ اسے اپنا غصہ بھول کر گھر آ جانا چاہئے تاکہ ان میں سے کسی کی بھی موت کے وقت اس کے قریب کوئی نہ کوئی تو ہو۔ جب اسے کوئی جواب نہ ملا تو وہ اسے ملنے چلا گیا۔

اسے یادداشت کے زور پر راستہ ڈھونڈنا پڑا وہ زمینیں جو اس نیابت شاہی میں بہترین ہوا کرتی تھیں اب تباہ ہو چکی تھیں۔ جھاڑ جھنکار میں سڑک کو تلاش کرنا ناممکن سا تھا۔ مل کا صرف ملبہ ہی بچا تھا جبکہ مشینیں زنگ کے ہاتھوں تباہ ہو گئی تھیں اور آخری دو بیلوں کے ڈھانچے ابھی بھی جتے ہوئے تھے۔ لوکی کے درختوں کے سائے میں موجود تالاب واحد زندہ شئے دکھائی دیتا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ گنے کے کھیتوں کے جلائے گئے جھاڑ میں سے گھر کو دیکھ پاتا مارکوس نے برنارڈا کے صابن کی خوشبو سونگھ لی۔ تبھی اسے احساس ہوا کہ وہ اس سے ملنے کو کس قدر بے تاب ہے۔ عین اسی لمحے وہ اسے سامنے والے برآمدے میں آرام کرسی پر بیٹھی کوکو چباتی ہوئی دکھائی دی جب کہ اس کی نظریں افق پر مرکوز تھیں۔ اس نے گلاب رنگ سوتی چغہ پہن رکھا تھا اور اس کے بال تالاب میں کئے گئے غسل سے ابھی تک گیلے تھے۔

مارکوس نے گیلری کی تین سیڑھیاں چڑھنے سے پہلے اسے سلام کیا۔ "سہ پہر بخیر۔" برنارڈا نے اس کی جانب دیکھے بغیر کچھ اس طور جواب دیا جیسے وہ کسی اور سے

مخاطب ہو۔ مارکوس برآمدے میں آگیا اور وہیں سے اس نے جھاڑیوں پر نظر دوڑائی۔ ایک ہی بے رکاوٹ نظر میں اس نے تمام تر افق کھنگال لیا کیونکہ جہاں تک وہ دیکھ سکا تھا جنگلی جھاڑیوں اور تالاب کے لوکی کے درختوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ "باقی لوگ کہاں ہیں؟" اس نے پوچھا۔ اپنے باپ کی طرح برنارڈا نے دوسری مرتبہ بھی اس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔ "سب چلے گئے ہیں۔" اس نے کہا۔ "سو کوس تک یہاں کوئی زندہ جنس نہیں ہے۔"

وہ کرسی لینے اندر چلا گیا۔ گھر کھنڈر بنتا جا رہا تھا اور چھوٹے چھوٹے جامنی رنگ کے پھولوں والے پودے فرش کی اینٹوں میں سے اگ رہے تھے۔ کھانے کے کمرے میں اس نے وہی پرانی میز' دیمک زدہ کرسیاں اور گھڑیال جو طویل عرصے سے ایک ہی وقت بتا رہا تھا' دیکھا۔ یہ سب کچھ ایسی فضا میں تھا جو نظر نہ آنے والی دھول سے اٹی ہوئی تھی اور جسے وہ ہر سانس کے ساتھ محسوس کر سکتا تھا۔ مارکوس ایک کرسی باہر لے گیا' برنارڈا کے ساتھ ہی بیٹھ گیا اور بہت دھیمی آواز میں کہا۔ "میں تمہاری خاطر آیا ہوں۔"

برنارڈا کا انداز نہیں بدلا مگر اس نے اپنا سر غیر محسوس سے انداز میں اثبات میں ہلایا۔ اس نے اپنی زندگی کا حال بیان کر دیا۔ ویران گھر' باڑھ کے پیچھے چاقو لئے رینگتے غلام اور کبھی نہ ختم ہونے والی طویل راتیں۔

"یہ کوئی زندگی تو نہیں۔" اس نے کہا۔

"یہ کبھی بھی نہ تھی۔" اس نے جواباً" کہا۔

شاید یہ بن سکے۔" اس نے کہا۔

"تم مجھے یہ کچھ نہ کہتے اگر تم جانتے کہ میں تم سے کس قدر نفرت کرتی ہوں۔" اس نے کہا۔ "میں نے بھی ہمیشہ یہی سمجھا تھا کہ میں تم سے نفرت کرتا ہوں۔" اس نے کہا۔ "مگر اب یوں دکھائی دیتا ہے کہ مجھے اس بارے میں کچھ زیادہ یقین نہیں رہا۔"

پھر برنارڈا نے اپنے دل کا حال کھول کر بیان کر دیا تاکہ وہ پوری طرح سے جان لے کہ وہاں کیا ہے۔ اس نے اسے بتایا کہ کس طرح سے اس کے باپ نے ہیرنگ

اور اچار کے بہانے سے اسے اس کے ہاں بھیجا تھا' کس طرح سے انہوں نے ہاتھ دیکھنے کے پرانے بہانے سے اس کو بیوقوف بنایا' کس طرح سے انہوں نے اس کی عدم دلچسپی دیکھتے ہوئے فیصلہ کیا کہ وہ خود اسے پامال کرے گی اور کس طرح سے انہوں نے سائیوا ماریہ والے حمل کا انتہائی سرد مہری سے منصوبہ بنا کر اسے زندگی بھر کے لئے قابو کیا۔ وہ واحد بات جس کے لئے اسے اس کا مشکور ہونا چاہئے یہ تھی کہ اس میں اپنے باپ کے ساتھ بنائے گئے منصوبے کا آخری قدم اٹھانے کی ہمت نہ رہی تھی جو اس کے سوپ میں افیون کا ا لکحلی مرکب انڈیلنے سے متعلق تھا تاکہ انہیں اس کو زیادہ عرصہ برداشت نہ کرنا پڑے۔

"میں نے خود سے اپنی گردن میں پھندا ڈالا۔" اس نے کہا۔ "مگر مجھے افسوس نہیں ہے۔ یہ توقع ہی فضول تھی کہ تمام تر جوہات کے باوجود مجھے اس قبل از وقت پیدا ہونے والی مخلوق یا تم سے پیار ہو سکے گا جبکہ تم میری تمام تر بدقسمتی کے ذمہ دار بھی ہو۔"

تاہم اس کی تباہی کے عمل میں آخری قدم جوڈاس اسکاریوٹے کا کھو دینا تھا۔ دوسرے مردوں میں اسے تلاش کرتے کرتے اس نے اپنا آپ ان کھیتوں پر موجود غلاموں کے ساتھ بلا جھجھک مباشرت کے حوالے کر دیا۔ یہ ایک ایسا عمل تھا جسے پہلی مرتبہ کرنے تک وہ کراہت آمیز کہا کرتی تھی۔ وہ ان کے گروہ کے گروہ چنتی اور پھر ایک ایک کر کے انہیں گنے کے کھیتوں کے درمیانی راستوں پر روانہ کرتی رہی حتیٰ کہ خمیر شدہ شہد اور کوکو کی گولیوں نے اس کے حسن کو تباہ کر دیا اور وہ پھول کر بدصورت ہو گئی اور ان میں اس قدر کثیرالجثہ جسم سے نپٹنے کا یارا نہ رہا۔ پھر اس نے قیمت ادا کرنا شروع کر دی۔ پہلے پہل تو نوجوانوں کو ان کی شکل و جسامت کے اعتبار سے معمولی زیورات دے کر اور پھر آخر میں ہر اس شخص کو خالص سونا دے کر جسے وہ حاصل کر سکتی۔ جب تک اسے یہ پتہ چلا کہ وہ اس کی شہوانیت سے بچنے کے لئے گروہ در گروہ سان باسیلیو ڈی پالینق کی طرف فرار ہو رہے ہیں تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔

"تبھی مجھے احساس ہوا کہ میں انہیں چھرے کے ذریعے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے

کی صلاحیت رکھتی تھی۔" اس نے ایک بھی آنسو بہائے بغیر کہا۔ "اور نہ صرف انہیں، بلکہ تمہیں، لڑکی کو اور اپنے پتھرباپ کو بھی اور ہر اس شخص کو جس نے میری زندگی تباہ کی۔ لیکن تب تک میں کسی کو بھی قتل کرنے کی حالت میں نہ رہی تھی۔"

وہ جھاڑیوں پر رات کی تاریکی کا پھیلاؤ دیکھتے خاموشی سے بیٹھے رہے۔ دور کہیں افق پر جانوروں کے کسی ریوڑ کی آوازیں سنی جا سکتی تھیں۔ پھر تاریکی چھا گئی۔ مارکوس نے آہ بھری۔

"اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں کسی طور تمہارا احسان مند نہیں۔"

وہ کسی قسم کی جلدی کے بغیر اٹھ کھڑا ہوا، کرسی واپس اس کی جگہ پر رکھی اور خدا حافظ کہے یا کسی قسم کی روشنی ہمراہ لئے بغیر اسی راستے سے واپس ہو لیا جس سے وہ آیا تھا۔ اس کی باقیات، ٹڑکی شکروں کا کھایا ہوا سانچہ، دو برس بعد ایک ایسے راستے پر ملیں جو کہیں نہیں جاتا تھا۔

مارٹینا لابورڈے نے وہ تمام صبح کشیدہ کاری کرتے ہوئے گزار دی تاکہ اس کام کو مکمل کر سکے جس میں توقع سے زیادہ وقت لگ گیا تھا۔ اس نے اپنا دوپہر کا کھانا سائیوا ماریہ کے حجرے میں کھایا اور پھر قیلولے کے لئے اپنے حجرے میں چلی گئی۔ سہ پہر میں جب وہ آخری ٹانکے لگا رہی تھی وہ لڑکی سے غیر معمولی طور پر اداس لہجے میں مخاطب ہوئی۔

"اگر تم کبھی اس جیل سے باہر جاؤ یا اگر میں پہلے باہر نکلی، ہمیشہ مجھے یاد رکھنا۔" اس نے کہا۔ "یہ میرے لئے اعزاز کی بات ہو گی۔"

سائیوا ماریہ کو یہ سب اگلے دن تک سمجھ میں نہیں آیا کہ جب چلاتی ہوئی داروغہ کی آوازوں نے کہا مارٹینا اپنے حجرے میں نہیں، اسے جگا دیا۔ انہوں نے خانقاہ کا کونہ کونہ کھنگال ڈالا مگر ایک رقعے کے سوا اس کا کوئی نشان نہ پا سکے جو اس کی خوبصورت لکھائی میں لکھا ہوا تھا اور جو سائیوا ماریہ کو اس کے تکیے کے نیچے سے ملا۔

"میں دن بھر میں تین مرتبہ دعا کروں گی کہ تم دونوں خوش رہو۔"

ابھی وہ حیرت میں ڈوبی کھڑی تھی کہ صدر راہبہ، رئیس الجامعہ اور اپنی برادری کی دوسری محترم راہباؤں اور بندوقوں سے مسلح محافظوں کے ایک دستے کے ہمراہ وہاں

آ دھمکی۔ اس نے سائیوا ماریہ کو مارنے کے لئے غصے میں ہاتھ آگے بڑھایا اور چلائی۔ ''تم اس سب میں شریک تھیں اور تمہیں سزا دی جائے گی۔''

لڑکی نے اپنا کھلا ہوا ہاتھ کچھ اس پرزور انداز میں آگے بڑھایا کہ صدر راہبہ وہیں رک گئی۔

''میں نے انہیں جاتے دیکھا تھا۔''

صدر راہبہ سن سی ہو گئی۔

''کیا وہ اکیلی نہیں تھی؟''

''وہ کل چھ تھے۔'' سائیوا ماریہ نے کہا۔

یہ ممکن دکھائی نہ دیتا تھا اور اس سے بھی کم ممکن یہ دکھائی دیتا تھا کہ وہ بالکونی سے فرار ہو سکتے ہیں جس سے باہر مضبوط فصیل والا صحن تھا۔ ''ان کے پر چمگادڑ کے سے تھے۔'' سائیوا ماریہ نے اپنے بازو پھڑ پھڑاتے ہوئے کہا۔ ''انہوں نے بالکونی پر انہیں پھیلایا اور پھر وہ اڑتے ہوئے اسے سمندر کی دوسری طرف لے گئے۔ محافظوں کی افسر نے خوفزدہ سا ہو کر اپنے آپ پر صلیب کا نشان بنایا اور گھٹنوں کے جھک گئی۔

''تعریف مقدس مریم کی۔'' اس نے کہا۔

''جو بغیر گناہ کے حالت رحم میں آئی۔'' وہ سب اکٹھی بولیں۔

یہ ایک بھرپور فرار تھا جس کی منصوبہ بندی مارٹینا تب سے انتہائی رازداری سے اور ایک ایک تفصیل کو مدنظر رکھ کر کر رہی تھی جب سے اسے یہ پتہ چلا تھا کہ کیٹانو اپنی راتیں خانقاہ میں گزارتا ہے۔ وہ واحد بات جس کی اس نے یا تو پیش بینی نہ کی تھی یا پھر پرواہ نہ کی تھی ان کے شک کو ہوا دینے سے بچنے کے لئے سرنگ کے اندر کھلنے والے دھانے کو بند کرنے کا مسئلہ تھا۔ جن لوگوں نے اس فرار کی تفتیش کی انہوں نے سرنگ کو کھلا پایا' اس کو کھنگالا اور حقیقت جان گئے۔ پھر بغیر دیر کئے اس کے دونوں سروں کو ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا۔

سائیوا ماریہ کو زندگی ہی میں زندہ درگور ہو جانے والیوں کی عمارت میں ایک مقفل حجرے میں منتقل ہونے پر مجبور کر دیا گیا۔ اسی رات ایک روشن چاند کی روشنی میں کیٹانو نے سرنگ کے بند دھانے کھولنے کی کوشش میں اپنے ہاتھ زخمی کر لئے۔

اپنی اس دیوانگی کے زیر اثر وہ مارکوس کو ڈھونڈنے نکل پڑا۔ اس نے بڑا داخلی دروازہ کھٹکھٹائے بغیر دھکیل کر کھولا اور اس ویران گھر میں داخل ہو گیا۔ اس کے اندر بھی گلی کی طرح سے روشنی پھیلی ہوئی تھی کیونکہ روشن چاند کی چاندنی میں قلعی شدہ دیواریں شفاف دکھائی دے رہی تھیں۔ صاف ستھرا' ہر شئے اپنے ٹھکانے پر' گلدانوں میں پھول : الغرض اس ویران گھر میں ہر شئے اپنی جگہ پر تھی۔ دروازے کے قبضوں کی آوازوں نے ماسٹیف کو چونکا دیا لیکن ڈلسے اولیویا نے تحکمانہ انداز میں انہیں خاموش کرا دیا۔ کیٹانو نے اسے صحن کے سبز سایوں میں دیکھا۔ وہ خوبصورت' روشن چہرے والی تھی۔ اس نے مارکوئس جیسا لباس پہنا ہوا تھا' اس کے بالوں میں تیز خوشبو والے تازہ کیمیلیا سجے تھے۔ اس نے اپنی انگشت شہادت اور انگوٹھے سے صلیب کا نشان بنانے کے لئے ہاتھ اوپر اٹھایا۔

"خدا کے نام میں! تم کون ہو؟" اس نے پوچھا۔

"ایک دکھی دل!" اس نے کہا۔ "اور تم؟"

"میں کیٹانو ڈیلدرا ہوں۔" اس نے کہا۔ "اور میں انتہائی عاجزی سے سینور مارکوس سے یہ التجا کرنے آیا ہوں کہ وہ ایک لمحے کے لئے میری بات سن لیں۔"

ڈلسے اولیویا کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں۔

"سینور مارکوس ایک بدمعاش کی باتیں سننے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔" اس نے کہا۔

"تم اس قدر تحکمانہ لہجے میں بولنے والی کون ہو؟"

"میں اس گھر کی مالکہ ہوں۔" اس نے کہا۔

"خدا کے لئے۔" ڈیلدرا نے کہا۔ "مارکوس سے کہو کہ میں اس سے اس کی بیٹی کے بارے میں بات کرنے آیا ہوں۔" پھر اپنے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ اصل موضوع پر آ گیا اور کہا۔ "میں اس کی محبت میں مرا جا رہا ہوں۔"

"ایک بھی لفظ مزید کہا تو میں تم پر کتے چھوڑ دوں گی۔" ڈلسے اولیویا نے برہمی کے عالم میں کہا اور دروازے کی سمت اشارہ کیا۔ "یہاں سے چلے جاؤ۔"

اس کی بات میں اس قدر حتمی پن تھا کہ کیٹانو اس پر سے نظریں ہٹانے سے

بچنے کے لئے الٹے قدموں گھر سے نکلا۔

منگل کے روز جب **ابریتسیو** ہسپتال میں اس کے کمرے میں داخل ہوا تو اس نے ڈیلدرا کو نیند کی کمی کے ہاتھوں بے حال پایا۔ اس نے ڈاکٹر کو ہر بات بتا دی' اپنی سزا کی حقیقی وجہ سے لے کر حجرے میں اپنی محبت بھری راتوں تک سب کچھ۔ **ابریتسیو** الجھ سا گیا۔

"میں تم سے پاگل پن کی اس انتہا کے سوائے سبھی کچھ کی توقع کر سکتا تھا۔" اب کیٹانو نے الجھ کر پوچھا۔ "کیا تم اس حالت سے کبھی نہیں گزرے۔

"نہیں میرے بچے۔" **ابریتسیو** نے کہا۔ "جنس ایک صلاحیت ہے اور مجھ میں یہ صلاحیت نہیں ہے۔"

ابریتسیو نے اسے روکنے کی کوشش کی۔ اس نے کہا کہ محبت فطرت مخالف ایک احساس ہے جو دو اجنبیوں کو ایک گھٹیا' غیر صحت مندانہ انحصار میں مبتلا کر دیتا ہے۔ یہ جتنا شدید ہو اتنا ہی عارضی ہوتا ہے۔ مگر کیٹانو نے اس کی ایک نہ سنی۔ وہ مسیحی دنیا کے مظالم سے جس قدر دور ہو سکے پرے بھاگ جانا چاہتا تھا۔

"صرف مارکوس ہی قانونی حوالے سے ہماری مدد کر سکتا ہے۔" اس نے کہا۔ " میں چاہتا تھا کہ گھٹنوں کے بل جھک کر اس سے درخواست کروں مگر مجھے وہ گھر پر نہیں ملا۔"

"تم کبھی مل بھی نہ سکو گے۔" **ابریتسیو** نے کہا۔ "اس نے یہ افواہیں سنی تھیں کہ تم نے لڑکی کی عزت پامال کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ ایک عیسائی کے نقطہ نظر سے وہ کچھ ایسا غلطی پر بھی نہیں۔" اس نے کیٹانو کی آنکھوں میں جھانکا اور پوچھا۔ "کیا تمہیں یہ خوف نہیں کہ تم دائمی عذاب کا شکار ہو جاؤ گے۔"

"میرا خیال ہے کہ میں پہلے ہی ہو چکا ہوں مگر روح القدس کے ہاتھوں نہیں۔" ڈیلدرا نے کسی خوف کے بغیر کہا۔ "اس بارے میں مجھے ہمیشہ سے یہ یقین رہا ہے کہ وہ ایمان سے زیادہ محبت کو اہمیت دیتا ہے۔"

ابریتسیو اس شخص کی حالت پر اپنی حیرت کو چھپا نہیں سکا جو ابھی ابھی عقل و

خرد کی پابندیوں سے آزاد ہوا تھا۔ مگر اس نے کوئی جھوٹا وعدہ نہ کیا خاص طور پر اس لئے بھی کہ اس میں کلیسا بھی ملوث تھا۔

"تمہارے ان لوگوں کا موت کا مذہب ہے جو تمہیں اس کا سامنا کرنے کا لطف اور حوصلہ دے رہا ہے۔" اس نے کہا۔ "میں ایسا نہیں سمجھتا۔ میں اس بات میں یقین رکھتا ہوں کہ واحد ضروری کام زندہ رہنا ہے۔"

کیٹانو بھاگم بھاگ خانقاہ پہنچا اور یہ سوچ کر کہ وہ دعا کی طاقت سے نظروں سے اوجھل ہو چکا ہے کسی قسم کی احتیاط ملحوظ رکھے بغیر عام طور پر استعمال کئے جانے والے دروازے سے گزر گیا اور باغ بھی عبور کر گیا۔ وہ دوسری منزل تک چلا گیا' نیچی چھت والے ایک تنہا برآمدے میں سے گزرا جو خانقاہ کے دونوں حصوں کو ملاتا تھا اور زندہ درگور ہو جانے والیوں کی خاموش' ویران دنیا میں داخل ہو گیا۔ اس بات کا علم ہوئے بغیر وہ اس نئے حجرے کے سامنے سے گزر گیا جہاں سائیوا ماریہ اس کے لئے آنسو بہا رہی تھی۔ وہ تقریباً قید خانے کی عمارت تک جا پہنچا تھا جب اس کے پیچھے سے آنے والی ایک آواز نے اسے روک دیا۔ "ٹھہر جاؤ۔"

وہ مڑا اور نقاب اوڑھے راہبہ کو اپنے سامنے صلیب اٹھائے دیکھا۔ اس نے اس کی طرف قدم بڑھایا لیکن راہبہ اپنے اور اس کے درمیان مسیح کو لے آئی۔

"ویڈ ریٹرو۔" وہ چلائی۔

اس نے اپنے پیچھے ایک اور آواز سنی۔ "ویڈ ریٹرو۔" پھر ایک اور' ایک اور "ویڈ ریٹرو۔" وہ کئی مرتبہ مڑا اور محسوس کیا کہ وہ نقاب اوڑھے وہم صورت راہباؤں کے ایک دائرے کے درمیان میں ہے جو اپنی صلیبیں لہرا رہی تھیں اور چیخ چیخ کر اس کا پیچھا کر رہی تھیں۔

"ویڈ ریٹرو۔ سیٹانا۔"

کیٹانو اپنی طاقت کی آخری حدوں تک جا پہنچا تھا۔ اسے کلیسا کے حوالے کر دیا گیا۔ اسے کھلی عدالت میں سزا سنائی گئی جہاں اس پر الحاد کا شک بھی ظاہر کیا گیا جس سے عوام میں کھلبلی سی مچ گئی اور چرچ کے اندر جھگڑے چل پڑے۔ باوقار طور پر اس نے ایمور ڈی ڈائیوس ہسپتال میں ایک دیکھ بھال کرنے والے کے طور پر اپنی سزا

پوری کی جہاں وہ اپنے مریضوں کے ساتھ ہی کھاتے اور زمین پر سوتے ہوئے ان کی پنالی میں ان کے استعمال شدہ پانی کو کئی برس تک استعمال کرتا رہا مگر کبھی بھی جذام کا مریض بننے کی اپنی خواہش پوری نہ کر سکا۔

سائیوا ماریہ نے بے سود ہی اس کا انتظار کیا۔ تین دن بعد اس نے بغاوت کے ایسے شدید اظہار میں کھانا پینا چھوڑ دیا جس نے آسیب زدگی کی اس کی علامات کو مزید پیچیدہ بنا دیا۔ کیٹانو کی مزلت بھری حالت' فادر اکینو کی ناقابل وضاحت موت اور عام لوگوں کے ذہنوں میں موجود کسی ایسی متوقع تباہی کے وقوع کے خیال کے ہاتھوں مجبور ہو کر جو اس کی عقل اور طاقت سے ماورا تھی' اسقف نے کچھ ایسی توانائی سے جھاڑ پھونک کا عمل دوبارہ سے شروع کیا جو اس کی حالت اور عمر کے پیش نظر سمجھ سے بالاتر تھی۔ اس مرتبہ مشکیں کسی حالت میں استرے سے صاف کئے ہوئے سر کے باوجود سائیوا ماریہ نے جہنمی پرندوں کی سی زبانوں اور چیخوں کے شیطانی غیض و غضب سے اس کا سامنا کیا۔

دوسرے ہی روز پاگل جانوروں کی شدید آوازیں سنی جا سکتی تھیں۔ زمین لرز سی اٹھی اور یہ سوچنا مزید ممکن نہ رہا کہ سائیوا ماریہ جہنم کے تمام تر شیاطین کے رحم و کرم پر نہیں ہے۔ جب وہ اپنے حجرے میں لوٹی تو اسے مقدس پانی کا حقنہ دیا گیا جو کہ ان آسیبوں کو نکالنے کا فرانسیسی طریقہ تھا جو ہو سکتا ہے ابھی اس کے شکم میں موجود ہوتے۔

یہ جدوجہد تین دن مزید جاری رہی۔ اگرچہ اس نے ایک ہفتے سے کچھ کھایا پیا نہ تھا' سائیوا ماریہ اپنی ایک ٹانگ آزاد کرنے' اپنی ایڑی اسقف کے نچلے دھڑ میں رسید کرنے اور اسے زمین پر گرا دینے میں کامیاب ہو گئی۔ تبھی انہیں احساس ہوا کہ وہ اس لئے اپنے آپ کو آزاد کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی کیونکہ اس کا جسم اس قدر سوکھ چکا تھا کہ پٹیاں اسے جکڑ نہیں پاتی تھیں۔ یہ سب پتہ چلنے پر بھڑکنے والے اشتعال کے پیش نظر بہتر تھا کہ جھاڑ پھونک کا عمل روک دیا جائے۔ تاہم مذہبی کونسل ایسا کرنے کے حق میں اور اسقف اس کے خلاف تھا۔

سائیوا ماریہ کو کبھی علم نہ ہو سکا کہ کیٹانو ڈیلدرا کے ساتھ کیا بیتی اور وہ بازار

سے لائی گئی اشیاء والی ٹوکری اور ناقابل تسکین راتوں کے ساتھ کیوں نہ لوٹا۔ انتیس مئی کو، یہ سب مزید برداشت کرنے کا حوصلہ نہ رکھتے ہوئے، اس نے پھر سے برف سے ڈھکے ہوئے میدان کی طرف کھلی کھڑکی والا خواب دیکھا جس سے کیٹانو ڈیلدرا کبھی واپس نہ آنے کے لئے غائب ہو چکا تھا۔ اپنی گود میں اس نے سنہری انگوروں والا وہ گچھا پکڑا ہوا تھا جس پر دانے دوبارہ سے اگ آتے جیسے ہی وہ انہیں کھاتی۔ تاہم اس مرتبہ گچھے کو آخری انگور تک سے خالی کرنے کی اپنی کوشش میں وہ بغیر سانس لئے ایک ایک کے بجائے دو دو انگور کھا رہی تھی۔ داروغہ نے جو اسے جھاڑ پھونک کے چھٹے دور کے لئے تیار کرنے آئی تھی، اسے اپنے بستر میں محبت کے ہاتھوں مردہ حالت میں پایا۔ اس کی آنکھیں روشن تھیں اور جلد نوزائیدہ بچے کی طرح سے تھی۔ بالوں کے سرے بلبلوں کی طرح سے اس کے مونڈے ہوئے سر پر پھر سے اگ رہے تھے۔

✪ ❑ ✪

(غیر ملکی زبانوں سے خواتین ادیبوں کے منتخب افسانوں کے اردو تراجم)
عورت کتھا
انتخاب و ترتیب
یاسر حبیب
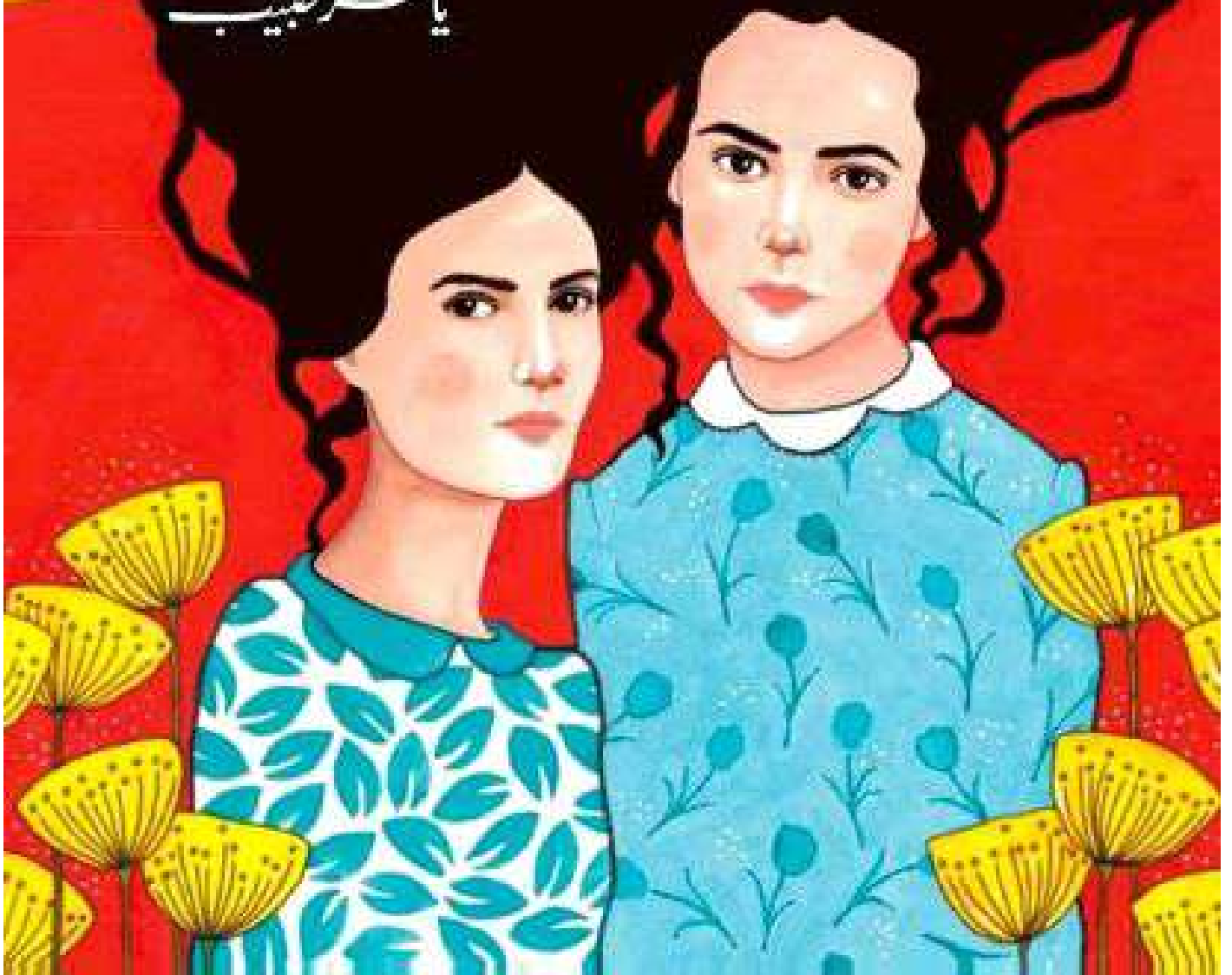
Writers

Africa

Fadila al-Faruq
Grace Ogot
Nawal El Saadawi
Mona Ragab
Leila Slimani
Rafiqat al-Tabi'a
Chimamanda Ngozi Adichie
Nadine Gordimer
Gcina Mhlophe
Nafila Dhahab

Asia

Selina Hossain
Feng Zhongpu
Anita Desai
Krishna Sobti
Devi Nangrani
Uma Devi
Alka sinha
Maitreyi Pushpa
Neena Paul
Mahadevi Verma
Nasira Sharma
Shobhaa De
Clara Ng
Mina Muhammadi
Sepideh Abraviz
Aliya Mamdouh
Hirabayashi Taiko
Layla Balabakki
Rukhsana Ahmad
Bina Shah
Sadia Shepard
Samiya Atut
Khayriya al-Saqqaf
Han Kang
Najiya Thamir
Mariam al-Saedi

South America

Lygia Fagundes Telles
Isabel Allende

Australia

Katharine Susannah Prichard
Katherine Mansfield

عورت کتھا۔ یہ کتاب معروف خواتین لکھاریوں کے ۴۴ افسانوں کا مجموعہ ہے۔ غیر ملکی زبانوں کے ان افسانوں کے اردو تراجم ۲۷ ترجمہ نگاروں کی کاوشیں ہیں۔ ۲۳ کے قریب افسانے بالخصوص اس کتاب کے لیے ترجمہ کیے گئے ہیں۔ ان افسانوں کی لکھاریوں کا تعلق براعظم افریقہ، ایشیا، جنوبی امریکا اور آسٹریلیا سے ہے۔ جن میں نوبل انعام یافتہ، مین بکر انٹرنیشنل انعام یافتہ، مین بکر انعام یافتہ اور دیگر معروف بین الاقوامی انعام حاصل کرنے والی ادیبائیں بھی شامل ہیں۔ موضوع، اسلوب اور دور کے لحاظ سے مختلف افسانوں کا انتخاب کیا گیا ہے۔ کلاسیکی اور عصری لکھاریوں کی تخلیق کا یہ انتخاب قارئین کو ضرور پسند آئے گا۔